عظمتِ نبوت اور رفعتِ ولایت پر
ایک خوبصورت تصنیف......
البتّار
مصنف
علامہ محمد سراج رضوی مدظلہ العالی
زیرِ نگرانی
مولانا ابوالخیر محمد الطاف قادری رضوی مدظلہ العالی
چیئرمین انجمن انوار القادریہ
باہتمام
محمد شکیل قادری
ناشر
ادارہ تحقیقاتِ اہلسنت کراچی

کتاب .... البتّار

مصنف .... مولانا محمد سراج رضوی

ناشر .... ادارۂ تحقیقات اہلسنت

اشاعت .... اوّل

طباعت .... ۱۴۲۳ھ / ۲۰۰۲ء

تعداد .... ایک ہزار (1000)

ملنے کے پتے

ادارۂ تحقیقات اہلسنت مزار شریف حضرت منگھو پیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مکتبہ اہلسنت پرانی سبزی منڈی

مکتبہ غوثیہ فیضانِ مدینہ سبزی منڈی

مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

ضیاء الدین پبلی کیشنز شہید مسجد کھارادر

مسلم کتابوی گنج بخش روڈ لاہور

شبیر برادرز اردو بازار لاہور

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	پیش لفظ	۱۳
۲	انتساب	۱۶
۳	نعت	۱۷
۴	تقاریظ	۱۹
۵	پیشِ گفتار	۲۸
۶	امّت محمدیہ کا تہتّر (۷۳) فرقوں میں بٹ جانا	۵۰
۷	جنت یا جہنم میں جانے کا اصل سبب کیا ہے؟	۵۰
۸	اعمال صالحہ داخل جنت کا یقینی سبب ہرگز نہیں۔	۵۴
۹	اعمال صالحہ کو ایمان کیلئے کسوٹی مقرر کرنا غلط ہے۔	۵۴
۱۰	ایمان کا دارومدار کس بات پر ہے؟	۵۴
۱۱	بہتّر (۷۲) فرقوں کے جہنمی ہونے کی وجہ کیا ہے؟	۵۶
۱۲	محبت رسول ﷺ کا دارومدار کس بات پر ہے؟	۵۸
۱۳	تعظیم و توقیر کا بیان	۶۳
۱۴	آپ ﷺ کا ہر ہر معاملے میں ادب لازم ہے۔	۶۳
۱۵	آپ کے ادب واحترام پر قرآن کریم سے پہلی دلیل	۶۴
۱۶	دوسری دلیل	۶۴
۱۷	تیسری دلیل	۶۴
۱۸	چوتھی دلیل	۶۴
۱۹	پانچویں دلیل	۶۵
۲۰	چھٹی دلیل	۶۵
۲۱	ساتویں دلیل	۶۶
۲۲	آٹھویں دلیل	۶۶

پیش لفظ

دورِ حاضر میں ہر طرف بد مذہبیت کا دور دورہ ہے کوئی شہر کوئی بستی کوئی محلّہ بھی ایسا نہیں جہاں بدمذہب عناصر اپنے مذموم عزائم وباطل عقائد کے فروغ کیلئے سرگرم عمل نہ ہوں نہ صرف نئ نئ کتابوں اور درسگاہوں کے ذریعے بلکہ جہاد وتبلیغ اسلام کے مقدس نام پر بھی بدعقیدگی کو پروان چڑھایا جارہا ہے ماضی میں بد اعتقادی کو نہایت ہی عیاری اور مکاری سے پھیلایا گیا اور دورِ حاضر میں بھی یہ داعیان گمراہی اپنے اکابرین کی چھوڑی ہوئی عیاری اور فریب سے پُر تعلیمات کی تبلیغ بڑی عرق ریزی کیساتھ ہمہ وقت کرنے میں مصروف ہیں آج بھی ان کی وہی منصوبہ بندی ہے جو ماضی میں تھی یہ لوگ درس قرآن درس حدیث اور تبلیغ و جہاد کے نام پر جس طرح ماضی میں اولیاء اللہ اور انبیائے کرام کی جناب میں گستاخیاں کرتے تھے آج بھی حضرات اہل اللہ کی بارگاہ میں خوب تنقیص کر رہے ہے حضرات اہل اللہ کی جناب میں گستاخیوں اور بے ادبیوں کو توحید قرار دے رہے ہیں ان گمراہ گروں نے توحید کی سند اسی کو دے رکھی ہے اور دے رہے ہیں جو حضرات اہل اللہ کی جناب میں زبان کو بے لگام کردے یہ بہرُ وپیئے داڑھی کی آڑ لیکر اور اسلامی حلیہ اختیار کرکے بے شمار لوگوں کو صراط جحیم کی طرف رواں دواں کرچکے ہیں آج اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ اہل علم و دانش اپنے قلم اور تحریر کے ذریعے ان کے مکروہ چہروں کو بے نقاب کرکے احساس ذمہ داری کا ثبوت دیں بصورت دیگر لوگ ان شیطانی صفت گمراہ کن عناصر کی گمراہی کی زد میں آکر صراط مستقیم سے روگردانی اختیار کرتے رہینگے زیرِ نظر کتاب "البتار" اس وقت آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے یہ نہ صرف حضرات اہل اللہ کے گستاخوں کے لئے ایک تلوارِ بے میان کی حیثیت رکھتی ہے بلکہ فتنہ بدمذہبیت بالخصوص فتنہ نجدیت کہ بڑھتے ہوئے سیلاب کے لئے ایک بند کی حیثیت بھی رکھتی ہے اس کتاب میں مصنف عالی جناب نے انتہائی ذمہ داری اور مدلل انداز میں نہ صرف قرآن کریم احادیث طیبہ اقوال آئمہ کو جمع کیا بلکہ خود مخالفین اور انکے اکابرین کی کتابوں سے بھی استدلال فرماکر ان کے عقائدو اعمال کے

درمیان منافقانہ تضاد کو آشکارا فرمایا مصنف نے متذکرہ تصنیف "البتار" میں ان تمام خصوصیت کو جمع فرمایا کہ جس کی دورِ حاضر میں قارئین کرام کو تلاش ہے مزید یہ کے اکابرین اہلسنت نے اس کتاب پر تقاریظ رقم فرما کر نہ صرف اپنے اعتماد کا اظہار فرمایا بلکہ اس کتاب کو ہر مسلمان کے گھر کی ضرورت بھی قرار دیا۔

ادارہ تحقیقات اہلسنت مصنف کا انتہائی مشکور ہے کہ ادارے کے انتہائی اصرار پر مصنف نے شب و روز کی ان تھک محنت کے بعد نہ صرف یہ کہ تصنیف کی تکمیل فرمائی بلکہ اس کے طباعت و اشاعت کے جملہ حقوق بھی ادارے کو تفویض کیئے اگر چہ اس کتاب کو بہت پہلے منظر عام پر آجانا چاہیئے تھا لیکن اس تاخیر کی چند وجوہات تھیں جس میں ایک وجہ مصنف کے ملک سے باہر تشریف لے جانا تھا اور دوسری وجوہات اس کے علاوہ ہیں مختصر یہ کہ

کچھ ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا

لہذا اب یہ کتاب ادارہ اس امید پر قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہا ہے کے اس کتاب کو علمی و عوامی حلقوں پذیرائی حاصل ہوگی اور برادران اہلسنت اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے اس کتاب کو عام کرنے میں ہر ممکن ذریعہ بروئے کار لائیں گے اس کتاب میں مخالفین کے جملہ اعتراضات کا نہ صرف قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل جواب دیا گیا ہے بلکہ مخالفین کے لٹریچر سے استدلال کر کے مخالفین کو دندانِ شکن جواب بھی مرحمت فرمایا مزید یہ کہ قرآن کریم کی صرف ایک آیت سے حضور نبی کریم ﷺ کہ تیرہ (۱۳) اوصاف و کمالات کو بڑے دل نشین انداز میں بیان فرمایا جو کہ اپنے پڑھنے والوں کے ایمان کی ثقاہت کا ذریعہ ہوگی اس کتاب کو پڑھنے کے بعد امید نہیں بلکہ یقین ہے کہ کوئی بدمذہب اپنی عیاری اور مکاری سے پُر تبلیغ اور اپنے باطل و فاسد عقائد کو اس پر مسلط نہیں کر سکتا لہذا ادارہ عوام اہلسنت سے عرض گزار ہے کہ وہ نہ صرف اس کتاب کا خود مطالعہ فرمائیں بلکہ اسے اپنے دوست و احباب اپنے عزیز و رشتے دار غرض یہ کہ جہاں تک اس کی رسائی ممکن ہے وہاں تک اس کتاب کو پہنچائے کہ کسی کے عقیدہ و

ایمان کو بچانے سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔

مصنف نے اس کتاب کو دین کے لئے وقف کردیا ہے اور اس پر اپنے لئے کسی بھی دنیاوی نفع کو حرام کردیا ہے لہذا ادارہ نے بھی اس کتاب پر کسی قسم کا دنیاوی نفع نہیں رکھا اور اس کتاب کو محض عقائدِ حقہ اہلسنت و جماعت کی تبلیغ واشاعت کے جذبے سے مغلوب ہوکر شائع کررہا ہے۔

خاکپائے علماء و مشائخ اہلسنت

قاری محمد ارشد القادری

مزار شریف منگھوپیر

فون:6945355

انتساب

میں اپنی اس کتاب "اَلْبَتَّار"(۱) کو مفتی ابن مفتی، فاضل ابن فاضل، محقّق ابن محقّق شہزادہ حکیم الامّت یعنی

حضرت علامہ مفتی اقتدار احمد خان دَامَ ظِلّہٗ کی طرف منسوب کرتا ہوں کہ جن کے ذوق مطالعہ علمی صلاحیتوں، تحقیق کی باریکوں ، دلائل کی پُختگیوں اور مضبوط علمی گرفت کو دیکھ کر

امام العصر، فرید الّدھر، شیخ العرب والعجم، جامع العلوم الالیہ والعالیہ، حاوی الفنون الفروعیّۃ والا صولیۃ

الشّاہ الامام احمد رضا خان محدّث بریلوی رضی اللہ عنہ کی یاد تازہ ہوجاتی ہے ہم اپنے ربّ جَلّ جلالہٗ کی بارگاہ میں دعاگو ہیں کہ

" خدائے ذُوالمنن عزّوجلَّ اس چشمہ فیض رضا سے تمام عَالَمُ کو بالعموم اور اہل اسلام کو بالخصوص تادیر سیراب فرمائے " اٰمین

بحق طٰہٰ ویٰس ﷺ

---

(۱) "بتّار" حضور سید عالم ﷺ کی تلواروں میں سے ایک تلوار کا نام ہے۔ (طبری)

اس کا معنی ہے " قطع کرنے والی " (زرقانی)

(مصنف)

”ستائش پیغمبر علیہ السلام“

یاشفیع المُذنبین بارِ گناہ آوُرَدَہُ اَمُ

بردرت ایں بار باپشتِ دوتا آوردہ ام

چشم رحمت برکشا موی سفیدِ من نگر

گرچہ از شرمندگی روئے سیاہ آوردہ ام

آں نمی گویم کہ بودم سالہا در راہِ تو

ہستم آں گمرہ کہ اکنوں روبراہ آوردہ ام

عجز و بے خویشی و درویشی و دلریشی و درد

ایں ہمہ برد عوئے عشقت گواہ آوردہ ام

دیورہ زن در کمین نفس وہوا اعدائے دیں

زیں ہمہ باسایۂ لطفت پناہ آوردہ ام

گرچہ روئے معذرت نگذاشت گستاخی مرا

کردہ گستاخی زباں عذر خواہ آوردہ ام

بستہ ام بر یکدگر نخلیِ زِخارستان طبع

سوئے فردوس بریں مشتی گیاہ آوردہ ام

دولتم ایں بس کہ بعد ازمحنت و رنج وراز

بر حریمِ آستانت می نہم روئے نیاز

(مولانا جامیؒ)

”ترجمہ“

۱)”اے گناہ گاروں کی شفاعت فرمانے والے! میں گناہوں کا بھاری بوجھ لے کر آیا ہوں آپ کے در پر پہنچتے پہنچتے (گناہوں سے) میری کمر جھک گئی ہے۔

۲) رحمت کی آنکھ کھول کر منہ پر نظر ڈالیے اگر چہ میں شرمسار ہوکر (گناہوں سے) سیاہ چہرہ لایا ہوں مگر حضورﷺ میرے ان سفید بالوں کو دیکھئے۔

۳) میں یہ نہیں کہتا کہ آپ کی طرف راہ طے کرتے ہوئے مجھے سالہا سال گزر چکے ہیں بلکہ مین تو وہ بھٹکا ہوا ہوں کہ اب صحیح راہ پہ آیا ہوں۔

۴) عاجزی، بے نفسی، فقیری، زخمِ دل اور دردِ دل حضورﷺ کے عشق کے دعوے کے طور پر یہ چیزیں لایا ہوں۔

۵) شیطان جیسا رہزن اور نفس اور خواہشات نفسانی جیسے دین کے دشمن میری گھات میں ہیں ان سے نجات پانے کے لئے میں آپ کے سایہ لطف وکرم میں پناہ لینے حاضر ہوا ہوں۔

۶) اگر چہ میری گستاخی نے مجھے معذرت کرنے کے قابل نہیں چھوڑا پھر بھی عذر خواہی کی زبان لانے کی گستاخی کر رہا ہوں۔

۷) اپنے دل کے خارستان میں سے میں نے ایک ہی پودا چنا ہے اور اسی مٹھی بھر گھاس کو لے کر فردوس بریں کی جانب آیا ہوں۔

۸) بس میری کل جمع پونجی یہی ہے کہ جسے بڑی مشقت اور تکلیف اٹھا کر آپ کے آستانے کے حرم پر نذر لایا ہوں اور سر نیاز جھکا رہا ہوں“۔

''تقاریظ''

فاضل جلیل، استاذ الفضلاء، مخدوم اہلسنت، ماہر رضویات

حضرت قبلہ علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دام ظلہ

(ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی M-A-P-H-D)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

عقائد انسان کے فکر و خیال اور ایمان کی بنیاد ہیں اگر یہ بگڑ گئے تو پورا انسانی وجود بگڑ گیا یہ سنور گئے تو پورا وجود سنور گیا عقائد کی روح حضور انور ﷺ کی محبت اور آپ کی تعظیم و توقیر ہے حضور انور ﷺ سے محبت کرنے والوں اور آپ کی تعظیم و تکریم کرنے والوں کا ایک طویل سلسلہ ہے اور آپ کی شان میں گستاخیاں کرنے والوں کا بھی ایک طویل سلسلہ ہے جس کا آغاز عہدِ نبوی ﷺ سے ہو چکا تھا اور گستاخ اپنے انجام کو پہنچ گئے تھے آپ سے محبت کرنے والے آپ کی شان بڑھانا چاہتے ہیں کہ یہ محبت کی فطرت ہے اور آپ سے محبت نہ کرنے والے آپ کی شان گھٹانا چاہتے ہیں کہ یہ دشمنی و عداوت کی فطرت ہے۔

گستاخوں اور بے ادبوں کو جواب دینا اللہ کی سنت ہے صحابۂ رسول ﷺ کی سنت ہے علماء صلحاء کی سنت ہے برصغیر میں جب بے ادبوں نے سر اٹھائے تو ان کی سرکوبی کے لئے بہت سے علماء مشائخ نے تعاقب فرمایا جن میں امام احمد رضا محدّث بریلوی، مولانا شائستہ گل، مولانا محمد حسن جان علیہم الرحمہ جیسے جلیل القدر علماء مشائخ بھی ہیں۔

اسی مقصد کے لئے پیش نظر کتاب ''البتّار'' مولانا محمد سراج رضوی سنی حنفی قادری زید مجدہ نے قلم بند کی ہے جو ان کے جلال و جمال کا مرقع ہے اس کتاب میں انہوں نے مختلف احادیث کریمہ اور دوسری کتابوں سے مندرجہ ذیل چار مسئلوں پر روشنی ڈالی ہے ان امور پر بہت کچھ لکھا گیا ہے مگر چوں کہ سمجھنے والے سمجھتے نہیں اس لئے بار بار لکھا جاتا ہے اور بار بار متوجہ کیا جاتا ہے وہ مسائل یہ ہیں۔

☆ تعظیم و توقیر

☆ علم غیب

☆ حاضر و ناظر

☆ نور و بشر

یہ مسائل ایسے ہیں کہ آسانی سے سمجھ میں آسکتے ہیں لیکن ضدی اور ہٹ دھرم کے لئے بڑی سے بڑی دلیل کافی نہیں جو لوگ تعظیم و توقیر کے قائل نہیں وہ لوگوں کے دل میں یہ بات بٹھا دیتے ہیں کہ قرآن کریم میں ہے کہ ''تم کہدو بیشک میں تم جیسا بشر ہوں'' بیشک یہ قرآن کریم میں ہے مگر اصل بات سمجھنے کی یہ ہے کہ کس سے کہدو؟ کفار مشرکین سے کیوں کہ وہی انبیاء علیہم السلام کو اپنا جیسا بشر کہا کرتے تھے کسی صحابی نے کبھی یہ بات نہیں کہی تو اصل میں خطاب کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ سے ہے اگر کسی کو ان کی صف میں کھڑے ہونے کا شوق ہے تو بیشک یہ آیت پڑھ کر سنائے۔

دوسری بات علم غیب کی ہے یہ وہ علم ہے کہ جس میں سارے علوم سمائے ہوئے ہیں اللہ نے حضور انور ﷺ اور اپنے برگزیدہ پیغمبروں کو یہ علم سکھایا تو جو علم سکھایا جاتا ہے وہ سیکھنے کے بعد بھی وہی علم رہتا ہے بدل نہیں جاتا اسی لئے یہ بات کیسے نامعقول ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور انور ﷺ کو علم عطا فرمایا......؟ اس نے خود فرمایا اور حق فرمایا اس میں ضد و بحث کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتی۔

تیسرا مسئلہ حاضر و ناظر کا ہے یہ بھی زیادہ مشکل نہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضور ﷺ کو شاہد اور گواہ فرمایا ہے گواہ کے لئے ضروری ہے کہ جس کی گواہی دے اس کے پاس موجود بھی ہو اور دیکھ بھی رہا ہو یعنی حاضر بھی ہو اور ناظر بھی اس میں کیا قباحت ہے؟ اب یہ بات الگ رہی کہ ہماری سمجھ میں نہیں آرہی ہے ہماری سمجھ معیار نہیں اصل بات یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے اللہ کی بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں مگر ہم مانتے ہیں پھر یہ کیوں نہ مانیں......؟

چوتھی بات نور و بشر والی بھی اسی قبیل سے ہے قرآن کریم میں فرمایا تمہارے پاس نور آیا

اور روشن کتاب تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ حضور انورﷺ کی ظاہری شکل وصورت بشری ہے پھر نور کیسے ہوے؟ یہ بات تو اللہ سے پوچھنے کی ہے کہ اسی نے فرمایا ہے دوسری بات یہ ہے کہ اللہ نے یہ بھی تو فرمایا ہے کہ ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا اور یہ بات بہت مشہور ہے کہ انسان کو مٹی سے پیدا کیا تو یہ بات کیوں سمجھ میں آ گئی؟ اس پر تو کبھی کوئی اعتراض سننے میں نہیں آیا اس کا جواب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے یقین کیا جب مٹی پر یقین کرلیا تو نور پر بھی یقین کر لینا چاہیے ورنہ اس طرح مسلمان نہیں رہتا کہ ایک آیت پر ایمان لائے دوسری آیت پر ایمان نہ لائے پھر یہ بات بھی سوچنے کی ہے کہ سارے اعتراضات کا تعلق حضور انورﷺ سے ہے حالانکہ محبت کی فطرت یہ ہے کہ وہ کبھی دوست اور محبوب پر اعتراض کو روا نہیں رکھتی تو اعتراض کرنا محبت کی علامت نہیں نفرت کی علامت ہے۔

اس سے مسلمان کو پناہ مانگنی چاہے اور جو اعتراضات کرتے ہیں نہ ان سے دوستی کرنی چاہیئے نہ ملنا جلنا چاہیئے کیوں کہ دوست و دشمن دونوں کی جگہ ایک دل میں نہیں ہوا کرتی اللہ تعالیٰ ہم کو صراط مستقیم پر چلائے اور حضور انورﷺ کی جناب میں باادب رکھے اور میدان محشر میں بھی ہمیں باادبوں کے ساتھ اٹھائے۔ آمین

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(کراچی۔ سندھ)

۲۰ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ ۴ مئی ۲۰۰۲ء

نمونہ اسلاف، عالم باعمل، استاذ العلماء، محسن اہلسنت، رئیس دارالافتاء دارالعلوم انوار القادریہ حضرت علامہ سید اکبرالحق رضوی صاحب مدّ ظلہ العالی

بسم الله الرحمن الرحیم الحمد لله ونصلی ونسلم علی رسوله وحبیبه سیدنا ومولانا وطبیبنا وشفیعنا وغوثنا وغیاثنا غوث الثقلین نبی الحرمین امام القبلتین وسیلتنا فی الدارین محمد واله وصحبه اجمعین

اما بعد کہ محترم المقام عزت ماب عالی جناب حضرت مولانا سراج رضوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ ایک اچھے خطیب بیدار مغز قلم کار پاسبان مسلک رضا جن کی تحریر سے آشکار بطل اہل سنت ایک سنی ادارے کی سربراہی فرمارہے یہ ان کے ہونہاری کی ایک زندہ مثال ہے اللھم زد فزد

پیش نظر تحریر عدیم المثال ہے اور وہ خود بول رہی ہے کے میں ایسے جوانوں میں ایک ایسے جواں ہمت کی تحریر ہوں جن کے بارے میں حدیث صاحب لولاک ہے کہ "من یرد الله به خیراً یفقهه فی الدین" جس کے ساتھ اللہ پاک بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی فقاہت عطا فرماتا ہے (بخاری شریف ج ا ص ۱۶) اور جس کے بارے میں یہ حدیث ہے کہ "فقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابدٍ" ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے (ترمذی مشکوٰۃ ص ۳۷) سو کمال احتیاط سے ان شیطانی حربوں کا جواب دیا ہے جن کا چہرہ سرکار اقدس نبی رحمت سید عالم نور مجسم نیر اعظم ماہ تاباں ﷺ نے اس طرح بے نقاب فرمایا ہے کہ "من افتیٰ بغیر علم لعنة ملائکة السماء والا رض" کہ جس نے بغیر علم فتوی دیا اس پر آسمان اور زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں (کنز العمال ج ا ص ۱۱۱) اور اسی طرح یہ وارد ہے کہ "اتخذ الناس روسًا جهالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا و اضلوا" قرب قیامت میں لوگ جاہلوں کو سردار بنائیں گے پھر ان سے سوال کیا جائیگا تو وہ فتویٰ دیں گے علم کے بغیر تو خود گمراہ ہوں گے اور (لوگوں کو) گمراہ کریں گے (متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۳۳) تو وہ لوگ جنہوں نے رسوخ فی العلم نہ پایا اور شیطانی آلہ کار بن کر خود گمراہی کے گہرے گڑھے میں گئے اور دوسروں کی

گمراہی کا سامان کیا اور ایک خلقت کو اپنے دام دجل وفریب میں گرفتار کیا ایسے لوگوں کی گمراہی کن تحریک اور تحریر کا یہ دندانِ شکن جواب ہے اور اُن کو جواب دینا مقصود ہے جن لوگوں نے اس ذات اقدس کو نشانہ بنایا جن کی محبت اور اپنی محبت کا معیار خداوند تعالیٰ نے ایک ہی قرار دیا اور فرمایا کہ "قل ان کان اٰباء کم و ابناء کم واخوانکم وازواجکم وعشیر تکم واموال ن اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا و مسکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھادٍفی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ باامرہ واللہ لایھدی القوم الفاسقین" تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمھیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان یہ چیزیں اللہ اور اسکے رسول (گرامی) اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے (التوبہ ۲۴ ترجمہ کنزالایمان) اور جلد آنے والے عذاب میں مبتلا کرے (خزائن العرفان) اور خداورسول کی محبت ایمان کی دلیل ہے (ایضاً) محبت فکر ونظر میں انقلاب پیدا کردیتی ہے یہ انقلاب پیدا نہ ہوتوانجام وہی ہوتا ہے جو ابلیس کا ہوا ہم میں سیہر ایک کو اپنی فکر ونظر کی حفاظت کرنی ہوگی۔

کوئی مسلمان انبیاء علیہم السلام کو محض ایک انسان اور بشرنہیں سمجھ سکتا کیوں کے یہ فکر وخیال ابلیس کا ہے یہود و نصاری کا ہے اور کفار ومشرکین کا ہے چنانچہ اللہ پاک نے فرمایا کہ "قالوا ان انتم الا بشر مثلنا" بولے تم تو ہمارے جیسے آدمی ہو (ابراہیم ۱۰ ترجمہ کنزالایمان) ایسا ہی سورہ انبیاء اور سورہ یٰس میں ہے تو اب مسلمان اس راہ سے کنارہ کش ہو اور محبت والفتِ رسول ﷺ کی راہ اپنائے اور ان کی تعظیم میں حد درجہ کوشاں ہو۔

اللہ کریم نے فرمایا کہ "لتو منوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ" تا کہ اے لوگوتم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر بے حد کرو (فتح ۹) تو مسلمانوں کو بے حد تعظیم وتوقیر کرنے کا حکم ہے مگر (بعض) لوگوں نے اس لٹریچر (اور قبیح عقیدے) کی نشرو اشاعت کے لئے

ترغیب دی جس میں تعظیم نبوی ﷺ کا باب بالکل ختم ہوجاتا ہے چنانچہ لکھا کہ "بمقتضائے ظلمات بعضھا فوق بعض" از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است وصرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آن از معظمین گو جناب رسالت مآب باشندے بچندین مرتبہ بدتراز استغراق در صورت گاؤ خر خوداست"

"یعنی ظلمات بعضھا فوق بعض کے حساب سے زنا کے وسوسے سے اپنی زوجہ سے مجامعت کا خیال بہتر ہے اور اپنی توجہ پیر کی طرف لگانی اور دیگر ان حضرات کی طرف لگانی جو دینی تعظیم کے قابل ہیں چاہے جناب رسول گرامی ﷺ ہوں بہت زیادہ اپنے گدھے اور گائے بیل کے خیال میں ڈوبنے سے برا ہے"

معاذ اللہ کیسی بے ادبی اور گستاخی کی راہ ہے اسی راہ کو بند کرنے کے لئے فاضل مصنف نے قلم اٹھا کر ایک شاہ کار (تحریر) پیش کی ہے اور اپنے آقا ومولیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کی تعظیم وتوقیر میں ڈوبی ہوئی ایک دلکش تحریر منظر عام پر لائے ہیں وہ تعظیم جو قرآن وحدیث سے حاصل ہے اور آپ ﷺ کی عظمت کا یہ عالم کہ ساری مخلوق میں آپ افضل اور برگزیدہ ہیں آپ کے آباء کی قسم، آپ کی حیات کی قسم، آپ کے شہر مقدس کی قسم، آپ کے اخلاق عالیہ کا ذکر آپ کی عادت کریمہ کا ذکر آپ کے علم وفضل کا بیان آپ کی رحمت عامہ کا بیان آپ کی تبلیغ سارے عالم کو کافی وشافی ہے آپ کی نبوت ورسالت قیامت تک ہے رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کی رگِ جان سے زیادہ قریب ہیں اور مقام محمود کی بشارت آپ کے لئے اور اللہ پاک کی طرف سے درود وسلام کے گجرے آپ کے لئے ہیں ان تمام عظمتوں اور رفعتوں کا بیان آپ کے لئے ہے اور ہمارے لئے ان بیانات میں ہدایت وتعلیم ہے اسی ہدایت اور تعلیم کو فاضل مصنف مسلمانوں کے دل ودماغ میں اتار دینا چاہتے ہیں۔

اور قرآن پاک کی تعلیم یہ ہے کہ رسول گرامی ﷺ کو نام لیکر نہ پکارو ان سے رفتار بھی تیز نہ رکھو آپ کا در دولت بجانا تو در کنار آواز تک نہ دو اگر ازواج مطہرات سے کچھ لینا ہو تو

پردے کے پیچھے سے لو جب آپ گفتگو فرمائیں تو نہایت توجہ سے کان لگا کر سنو اگر رسول ﷺ کی آواز سے آواز بلند کی تو اعمال برباد ہوجائیں گے اور جب آپ بلائیں تو فوراً حاضر ہوجاؤ چاہے تم نماز میں ہی کیوں نہ ہو۔

پہلی صدی ہجری سے لے کر آج تک جس قدر کتابیں تحریر کی گئیں وہ تمام تعظیم نبوی کا درس دیتی ہیں کہیں بے تعظیمی نہیں اگر بے ادبی ہے تو کافروں میں مشرکوں میں یہودیوں میں بت پجاریوں میں ہے ابوجہل گستاخ ہے ابولہب گستاخ ہے خسرو پرویز گستاخ ہے نجدی کذاب و گستاخ ہے غلام قادیانی گستاخ ہے خلیل انبیٹھوی گستاخ ہے رشید گنگوہی گستاخ ہے اسماعیل دھلوی کی تحریر میں گستاخی ہے اشرفعلی تھانوی گستاخ ہے رشدی گستاخ ہے تسلیمہ نسرین گستاخ ہے گستاخِ رسول کافر ہے کافر ہے(کما نص علیه العلماء الکرام من العرب والعجم)اس سے کہیں بڑھ کر مصنف ممدوح نے گستاخانہ عبارات کا پردہ چاک کیا ہے مولیٰ تعالیٰ مصنف کی کوشش اور کاوش کو درجہ قبولیت عطافرمائے مزید علمی جواہر پارے بکھیرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وعترتہ وعلماء ملتہِ ومشائخ طریقتہِ اجمعین

سید اکبر الحق رضوی

عالم نبیل، فاضل جلیل، مفتی اہلسنت، سندیافتہ از تاج الشریعہ شیخ الاسلام نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفتی محمد اختر رضا خان ازہری قادری و حضرت بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی (شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم گھوسی انڈیا) وتلمیذ خاص محقق مسائل جدیدہ مفتی نظام الدین رضوی (رئیس دارالافتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور انڈیا) حضرت علامہ مفتی ابوالبرکات محمد ثاقب اختر القادری دام ظلہ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

عظمت مصطفیٰ وحب سید الکونین روح دین بھی ہے اور معیار ایمان بھی یہی وہ مشعل ہے جو مومنین کی تاقیامت رہنمائی کرتی رہے گی اس دور میں جب کہ بعض شرپسند اور بے دین عناصر حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کے فضائل و اختیارات کا انکار کرکے معاذ اللہ آپ ﷺ کی عظمت کو قلوب سے مٹانا چاہتے ہیں اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ فرقہ ناجیہ مسلک حق اہلسنت والجماعت کے مصنفین قلم وقرطاس کے محاذ پر اپنی تحریروں کے ذریعہ ناموس مصطفیٰ کی پاسداری اور عقیدہ حق کی آبیاری فرمائیں۔

گرامی قدر حضرت مولانا محمد سراج رضوی زید مجدہ نے اسی فریضہ کو سرانجام دینے کے لئے ''البتار'' کے نام سے سعی فرمائی میں عدیم الفرصتی کے سبب بالا ستیعاب مطالعہ سے قاصر رہا صرف چند صفحات دیکھے اسلوب میں جدّت اور دلائل میں قوت ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی اس سعی جمیل کو قبول فرمائے اور قبولیت عامہ سے سرفراز فرمائے

ابوالبرکات محمد ثاقب اختر القادری

خادم الافتاء (مرکز العلوم اسلامیہ کراچی)

البتار بعون العزیز الجبار علی الرقاب الاغیار فی الشان النبی المختار سراج الاقتدار فی الملک الابرار طالب الفیض حمزہ غفرلہ الغفار

نام مشکل ہے مگر مضمون آساں
اسکو پڑھیئے کہ بچے دین و ایماں
قاطعہ نجدیت روشنی اور ہدایت
منبع و ماخذ حدیث و قرآں

حمزہ علی قادری
۷ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ
۲۱ اپریل ۲۰۰۲ء

”پیشِ گفتار“

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی حبیبہٖ خیر الانام وعلی الہٖ العظام واصحابہ الکرام

جاننا چاہیئے کہ شرک سے بڑا کوئی گناہ نہیں اور مشرک سے زیادہ کوئی بھی نافرمان اللہ کے قہر وغضب کا حقدار نہیں کیونکہ شرک ظلم عظیم ہے۔

اگر ہم قرآن و احادیث کا مطالعہ ذرا گہری نظر سے کریں تو ہم پر یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ ابلیس سے زیادہ کوئی بھی نافرمان اللہ کی لعنت اور اس کے عذاب کا مستحق نہیں آپ تاریخ کا مطالعہ کرکے دیکھ لیں آپ پر یہ اچھی طرح واضح ہوجائے گا کہ اس روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے باغی اور نافرمان گزرے ہیں۔ جیسے نمرود، ہامان، قارون، ابوجہل، ابولہب، اور فرعون، ان میں آپ فرعون ہی کی ظلم کی ادنیٰ سی مثال ملاحظہ فرمائیں کہ اس نے ستر ہزار شیر خوار بچوں کو ذبح کرایا دیگر مظالم کا ذکر ہی کیا۔

غرض یہ کہ بڑے بڑے ظالم اور مشرک گزرے ہیں لیکن اس کے باوجود سب سے بڑے نافرمان ہونے اور سب سے زیادہ مستحق لعنت وعذاب ہونے کا طوق ابلیس ہی کے گلے میں ڈالا گیا۔

آخر کیوں............؟

یقیناً شرک کی وجہ سے ایسا ہوا ہوگا؟

جی نہیں!

اس میں کوئی شک نہیں کہ شرک سب سے بڑا جرم اور مشرک سب سے بڑا مجرم لیکن حیرت کی بات تو یہ ہے کہ سب سے بڑے مجرم ابلیس کو شرک کی وجہ سے نہیں بلکہ ”تعظیم نبی“ سے منہ پھیرنے کی وجہ سے سب سے زیادہ لعنت وعذاب کا مستحق قرار دیا گیا چنانچہ اس کے اسی جرم کو قرآن نے یوں بیان کیا۔

اِسۡتَکۡبَرَ وَ کَانَ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَo ''اس (ابلیس) نے غرور کیا اور وہ تھا ہی کافروں میں''

(سورہ ص آیت ۷۴)

اس کا تکبر اور غرور کیا تھا؟ وہ یہی تھا کہ اسے حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم بجالانے کا حکم ہوا لیکن اس نے تعظیم بجالانے سے انکار کردیا اور یہی انکار اس کیلئے اللہ کے قہر و غضب اور لعنت کا ذریعہ قرار پایا۔

اس سے حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم نہ کرنے کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے کہا۔

اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡهُ، خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ وَّ خَلَقۡتَهٗ مِنۡ طِیۡنٍ

''میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے پیدا کیا''

(سورہ ص آیت ۷۶)

یہ کہنا تھا کہ خدا کے قہر و غضب نے اس کا سب کچھ برباد کر کے رکھ دیا اور اسے حکم ہوا کہ:

فَاخۡرُجۡ مِنۡهَا فَاِنَّكَ رَجِیۡمٌo وَّاِنَّ عَلَیۡكَ لَعۡنَتِیۡۤ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِo

''تو (جنت سے) نکل جا کہ تو راندھا گیا اور بے شک تجھ پر میری لعنت ہے قیامت تک''

(سورہ ص آیات ۷۷-۷۸)

ذرا توقف کیجئے! اور بتایئے کہ ابلیس کو کس بات نے برباد کیا؟

اسی بات نے کہ اس نے یہ کہا کہ میں آگ سے اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے لہٰذا میرے لئے مناسب نہیں کہ میں اس کی تعظیم کروں۔

کیا یہ بات درست نہیں کہ فی الحقیقت حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے اور اسے آگ سے پیدا کیا گیا؟

کیوں نہیں......!

اس میں کوئی تردد کیا ہی نہیں جاسکتا کہ حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے اور ابلیس آگ سے پیدا کیا گیا

تو پھر وہ کون سی وجہ تھی کہ اس سچ کے اظہار نے اس کا سب کچھ ملیامیٹ کر کے رکھ دیا؟

ابلیس کے مردود وملعون ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اس سچی بات کو تحقیر آمیز لہجے میں بیان کیا اور رب کائنات جو علیم بذات الصدور ہے اسے ابلیس کی یہ سچی بات اس لئے پسند نہ آئی کہ اس نے اس سچ کو ''توہین نبوت'' کیلئے آڑ بنایا لہٰذا ابلیس کو اسی سچ نے برباد کیا معلوم ہوا نبی کی شان میں کوئی سچی بات بھی تحقیر آمیز انداز میں کہی جائے تو وہ سچی بات بھی بندے کا سب کچھ ملیامیٹ کر کے رکھ دیتی ہے۔

اس مقام پر آ کر اپنے علم پر متکبر اور نیکیوں پر مغرور مولویوں کا علمی خمار اُتر جانا چاہئے اور غفلت سے آنکھ کھل جانا چاہئے جو قرآن واحادیث کا بیان ہی ''تنقیص رسالت'' کیلئے کرتے ہیں اور منبروں پر بیٹھ کر چیخ چیخ کر لوگوں کو یہی تاثر دیتے ہیں کہ ہم جو کہہ رہے ہیں اور جو کر رہے ہیں یہ عین توحید کا بیان اور تبلیغ ہی ہے اور ہمارا یہ وعظ نہ صرف حقیقت پر مبنی ہے بلکہ عین قرآن وحدیث ہی ہے اور ہم عقیدۂ توحید کے محافظ اور سچے ترجمان ہیں۔

یہ لوگ اپنی ان بکواسات کو کچھ بھی کہیں بہرحال خدا سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں کہ آیا ان کا یہ طرز عمل عقیدۂ توحید کے بیان کیلئے ہے یا حضرات اہل اللہ بالخصوص حضور سید کائنات کی عظمت و حرمت کا مذاق اڑانے کیلئے ہے۔

عرض یہ کیا جا رہا تھا کہ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کی عظمت پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی لیکن خود اپنا آپ ہی ہلاک و برباد کر کے بیٹھ گیا۔

حالانکہ اس نے لاکھوں برس عبادت و ریاضت میں گزارے یہ اس زمانے کے جاہل لوگوں کی طرح گاؤں گاؤں، شہر شہر، نگر نگر، ڈگر ڈگر بستر اٹھائے آوارہ گدھوں کی طرح پھر کر سیدھے سادھے لوگوں کو اپنے دام میں پھنسا کر اپنے درس میں لا کر نہ بٹھاتا تھا بلکہ اس کی درس و تبلیغ اور وعظ کی محفل میں فرشتے اپنی شرکت کو سعادت سے کم نہیں سمجھتے تھے اس کے علم و فضل نے اسے فرشتوں کا استاد بنا ڈالا تھا۔

اس کا یہی زعم فاسد تھا کہ جب میری ٹکر کا فرشتوں میں سے کوئی نہیں تو پھر مٹی سے پیدا

کئے گئے آدم کی کیا حیثیت؟ **معاذ اللہ**

اس بدبخت نے حضرت آدم علیہ السلام کی بشریت پر نظر کی اور آپ کی عظمت سے آنکھیں بند کیں تو مارا گیا تباہ ہوگیا برباد ہوگیا لعنتی اور مردود قرار پایا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے۔

حضرت آدم علیہ السلام کیلئے تعظیماً ایک سجدہ نہ کرنے ہی کی وجہ سے اس کی لاکھوں برس کی عبادت و ریاضت کروڑوں' اربوں سجدوں کو ملیامیٹ کرکے رکھ دیا گیا اس کا سب کچھ لٹ گیا۔ اس کی تمام فضلتیں اور عہدے اس سے چھین لیئے گئے کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

ابلیس نے بھی یہی ذہن بنایا تھا کہ میں نے تو کروڑوں' اربوں سجدے خالقِ کائنات کے حضور ادا کیئے ہیں آج آدم کیلئے میرا سر جھکانا کوئی ضروری نہیں۔

مگر اس خفتہ بخت کو کیا علم تھا کہ ''تعظیم نبوت'' ہی مقبولیت اور مردودیت کیلئے کسوٹی اور پیمانہ مقرر کیا جاچکا ہے۔

آج سب کی عبادت و ریاضت' ایمان و اعمال کے مقبول اور نامقبول ہونے کا پہلا اور آخری دن تھا۔

قرآن کریم اس بات پر گواہ ہے کہ عبادت و ریاضت انہی کی قبول ہوئی اور اللہ کے قہر و غضب سے وہی محفوظ و مامون ہوئے کہ جنہوں نے آج اللہ کے نائب اور دوست کو سجدہ کیا اور عبادت و ریاضت' ایمان و اعمال اسی کے برباد ہوئے اور اللہ کے قہر و غضب کا شکار ہوکر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ملعون و مردود وہی ٹھہرا کہ جس نے تعظیم نبی سے منہ پھیرا۔

معلوم ہوا ہمیں ہمارے رب نے کسی کے ایمان و اعمال کے مقبول و مردود ہونے یا کسی کے ایمان و اعمال کو پرکھنے کیلئے تعظیم نبی ہی کی کسوٹی اور یہی پیمانہ عطا فرمایا ہے لہٰذا ''تعظیم رسول'' کو کسوٹی اور پیمانہ مقرر کرکے ہر فرد اور فرقے کے اعمال و ایمان کو پرکھیں گے اگر کسی کے اعمال و ایمان اس کسوٹی پر کھرے اور اس پیمانے پر پورے اترے تو مقبول و محبوب ہیں ورنہ مردود و ملعون ہیں۔

ہماری گفتگو یہ ہورہی تھی کہ ابلیس نے تعظیم نبی سے انکار کیا تو پھر جو اس کا انجام ہوا وہ سب کے سامنے ہے ظہور نبوت کے اول روز ہی گستاخانِ نبی کا انجام بد دکھادیا گیا تا کہ آئندہ کوئی گستاخی کی جرأت نہ کر سکے اور عظمت نبوت کی طرف کوئی میلی نظر سے نہ دیکھ سکے گویا روز اوّل ہی اس حقیقت سے پردہ اٹھادیا گیا کہ اگر چہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا سب سے بڑا گناہ اور جرم ہے لیکن اللہ کے دوستوں اور بالخصوص حضرات انبیاء علیہم السلام کی جناب میں معمولی سی گستاخی یا ان کی تعظیم سے کوتاہی اگر چہ لمحہ بھر ہی کیلئے کیوں نہ ہوتباہی ایمان اور بربادی اعمال کیلئے شرک سے کسی طرح کم نہیں۔

اور یہ بھی عیاں ہوا کہ اللہ کا سب سے بڑا دشمن اور باغی ابلیس ہے اور اس کے گلے میں لعنت اور بغاوت کے اس طوق کے ڈالے جانے کی وجہ شرک نہیں بلکہ گستاخی نبی ہے۔

ابلیس نے اپنی عبادت و ریاضت ہی کے بل بوتے پر ''عظمت نبوت'' پر حملہ کیا لیکن اسے ناکامی و نامرادی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا ''عظمت نبوت'' کے انکار میں جو کسر ابلیس نے چھوڑی تھی آج اس کی جماعت وہ کمی بڑی ذمہ داری کے ساتھ پوری کررہی ہے۔

تنقیص رسالت کے میدان میں ابلیس کے یہ ''دُم چھلے'' ابلیس کو بہت پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔

ابلیس نے تو حضرت آدم علیہ السلام کی عظمت پر حملہ کیا لیکن اس کے فرزندوں سے شاید ہی کسی نبی یا ولی کی عظمت و حرمت محفوظ رہی ہو جس بات کے اظہار نے ابلیس کا سب کچھ برباد کر کے رکھ دیا وہی بات آج ابلیس کے ان ''دم چھلوں'' کی زبان کی نوک پر ہے ان میں سے آج ہر کوئی وہی دھرا رہا ہے جسے ابلیس نے کہا تھا ابلیس نے بھی حضرت آدم علیہ السلام کی بشریت کو بہانہ بنا کر بالواسطہ آپ کی عظمت کو نشانہ بنایا آج اسکے پیروکار بھی رسولِ اعظم ﷺ کی بشریت کو بہانہ بنا کر آپ کی عظمت و تقدس کا مذاق اڑانے میں مصروف ہیں۔

آج پوری ڈھٹائی کے ساتھ ابلیس کے یہ پیروکار لوگوں کے دلوں سے ''عظمت رسول'' کو ختم کرنے کیلئے کہہ دیتے ہیں کہ قرآن میں آیا ہے کہ اللہ نے فرمایا۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ "(اے نبی) کہہ دو میں تمہاری مثل بشر ہوں"

(سورہ کہف آیت ۱۱۰)

اس آیت کے تحت یہ خود بھی اور لوگوں کو بھی جناب نبی کریم ﷺ کی ہمسری کیلئے برانگیختہ کرتے ہیں اگر کوئی وفادار غلام اپنے آقا ﷺ کی عظمت کے پیش نظر انہیں اس طرح کرنے سے جب باز رہنے کیلئے کہتا ہے تو جھٹ یہ لوگ یہی آیت پیش کر کے یہ کہتے ہیں کہ کیا قرآن میں یہ نہیں آیا کہ اللہ نے فرمایا کہ "اے نبی کہہ دو میں تمہاری مثل بشر ہوں"

بے شک قرآن کریم میں یہ موجود ہے قرآن کریم کی اس آیت کا انکار کوئی کافر ہی کرے گا۔ بات یہ نہیں کہ قرآن کریم میں یہ آیا ہے یا نہیں آیا بات عظمت نبوت کی ہے مجھے بتائیے ان لوگوں کا اس آیت کو پیش کرنے کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ بس جس طرح بھی ہوسکے لوگوں کو عظمت رسول ﷺ کا مذاق اڑانے کے واسطے تیار کیا جاسکے۔

ورنہ اس کے پیچھے اگر واقعی تبلیغ قرآن کا سچا جزبہ کارفرما ہوتا تو قرآن کریم کی اس آیت کی تبلیغ سے بھی یہ لوگ ہرگز پہلوتہی نہ کرتے کہ جس میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ط

"اور نہیں کوئی (جانور) چلنے والا زمین پر اور نہ کوئی پرندہ جو اڑتا ہے اپنے دو پروں سے مگر وہ امتیں ہیں تمہاری مثل"

(سورہ انعام آیت ۳۸)

جس طرح یہ لوگ اُس آیت کو حفظ کر کے خود کو اور اپنے ہر خاص وعام کو حضور رسالت مآب ﷺ کی مثل ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں لہذا اسی طرح ان تبلیغیوں کو چاہئیے کہ اس آیت کو سامنے رکھ کر اس تبلیغ اس طرح کیا کریں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ زمین پر موجود سب جانور اور فضاؤں میں اڑنے والے پرندے یہ سب کے سب ہماری ہی مثل امت ہیں لہذا مثل امت ہونے میں خنزیر قاسم نانوتوی جیسا بندر اشرف علی تھانوی جیسا گدھا خلیل انبیٹھوی جیسا اور یہ سارے الو، کوے، گدھ، چوہے اور غلاظت کے کیڑے ہم دیوبندیوں ہی کی

مثل ہیں اتنی جرأت کس دیوبندی میں ہوگی کہ وہ قرآن کریم کی اس آیت کے تحت یہ حقیقت بیان کرے......؟ یا پھر اس حقیقت کو کوئی وفادار امتی ہی بیان کرے تو مجھے بتایئے وہ کون سا دیوبندی ہوگا جواس کی بیان کردہ اس حقیقت کو سن کر چیخ نہ اٹھے گا؟ اور اُس پر غیظ و غضب کا اظہار نہ کرے گا؟ وہ لاکھ کہے کہ یہ قرآن میں آیا ہے یہ سب جانور اور پرندے ہماری مثل امت ہیں۔ لیکن وہ اُس کی ایک بھی نہ سنے گا اور مرنے مارنے کے واسطے تیار ہوجائے گا

آخر کیوں..........؟

اس لئے کہ آپ نے قرآن کریم کے بیان کیلئے جو پیرائیہ اختیار کیا اس میں ان حضرات دیوبند کی توہین عیاں ہے آج قرآن کریم اور احادیث کو بیان کرنے میں اسی پیرائے کو اختیار کرکے حضرات اہل اللہ بالخصوص حضور سید المرسلین ﷺ کی عظمت و حرمت کا مذاق اڑایا جارہا ہے اور خوب دل کھول کر تنقیص کی جارہی ہے اور سیدھے سادھے لوگوں کو یہ تاثر دیا جارہا ہے کہ ہم تو عین قرآن و حدیث کو بیان کررہے ہیں اور عام لوگ جب یہ دیکھتے ہیں کہ سامنے والا قرآن کریم کے تحت بات کررہا ہے تو یہ خاموش ہوجاتے ہیں انہیں یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہ قرآن وحدیث کا بیان کررہا ہے یا قرآن و حدیث کو بطور ہتھیار استعمال کرکے حضرات اہل اللہ کی عظمتوں اور حرمتوں کو مجروح کررہا ہے۔

غرض یہ کہ ابلیس کے ان پیروکاروں نے ''تنقیص نبوت'' اور توہین رسالت کے ایسے ایسے انداز اختیار کیئے ہوئے ہیں کہ عام آدمی سمجھ بھی نہیں پاتا کہ یہ کیا ہے مثال کے طور پر آپ امام الوہابیہ اور ہندوستان میں مذہب دیوبند کی بنیاد کی پہلی اینٹ رکھنے والے مولوی اسماعیل دھلوی کی ان عبارات ہی کو لے لیجئے کہ یہ اپنی کتاب تقویت الایمان میں کس شاطرانہ انداز میں تنقیص رسالت کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

''سب انبیاء اور اولیاء اسکے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں''

(تقویت الایمان صفحہ ۴۶)

دوسرے مقام پر لکھتا ہے کہ:

''اور یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے''

(تقویت الایمان صفحہ ۱۸)

ملاحظہ فرمائیے! اس شاطر نے کس طرح ایک فرضی ماحول بنا کر حضرات انبیاء و اولیاء کی عظمتوں اور حرمتوں کو شانِ خدا کے مقابلہ پر رکھ کر کس بے باکانہ اور بدتمیزانہ انداز میں حضرات اہل اللہ کو ذرہ ناچیز سے کمتر اور چمار سے زیادہ ذلیل بک ڈالا۔

اور اگر کوئی ان کی ان باتوں پر گرفت کرتا ہے تو اس کے چیلے تاویلیں کرنے لگ جاتے ہیں کہ ہمارے مضرت نے ہرگز حضرات اہل اللہ کی توہین نہیں کی بلکہ حضرت صاحب تو اللہ کی عظمت و شان بیان کر رہے ہیں الٹا یہ سمجھانے والوں ہی سے سوال کر ڈالتے ہیں کہ کیا انبیاء و اولیاء کی عظمت شانِ خدا کا مقابلہ کر سکتی ہے؟ کیا انبیاء و اولیاء کی شان کو شانِ خدا کے سامنے اتنی بھی حیثیت حاصل ہے کہ جتنی ایک ذرے کو صحرا کے سامنے حاصل ہوتی ہے؟

بے شک خدائے بزرگ و برتر کی عظمت و شان بہت بلند ہے ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ خالق کائنات کی عظمت و جلالت کے مقابل مخلوقات میں سے کسی کی عظمت و شان ہو ہی نہیں سکتی اللہ کی عظمت و جلالت کا انکار کوئی مسلمان کر ہی نہیں سکتا بات خدائے کائنات کی عظمت و شان کی نہیں بات تنقیص رسالت کی ہے کیا تنقیص رسالت کیئے بغیر اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان کا بیان نہیں ہو سکتا تھا؟

کل کی طرح آج بھی اس کے چیلے اپنے ''گرو'' کی ان بکواسات کو شانِ ربوبیّت کا بیان قرار دے رہے ہیں حالانکہ ان عبارتوں کے ایک ایک لفظ سے گستاخی رسول کا زہر ٹپک نہیں بلکہ بہہ رہا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے اس فن کار کی فنکاری کا ایک اور نمونہ۔

''اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے اگر چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتہ جبرئیل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے۔

(تقویت الایمان صفحہ ۲۹)

ایک بار ایک دیوبندی صاحب کے سامنے میں نے اسی عبارت کے متعلق کہا کہ اس

عبارت کا ایک ایک لفظ توہین نبوت پر مشتمل ہے وہ صاحب بڑے بدتمیزانہ لہجے میں بولے کیا تمہارا خدا کی قدرت پر ایمان نہیں کیا اللہ تعالیٰ آن کی آن میں کروڑوں جہاں پیدانہیں کرسکتا؟ کیا اللہ تعالیٰ ان کاموں کوکرنے سے عاجز ہے؟ تم ''ہاں'' یا ''نہ'' میں جواب دو۔

میں نے کہا ''ہاں'' یا ''نہ'' میں جواب دینے کا میں پابندنہیں اور نہ ہی اس طرح جواب دینے سے مسئلہ حل ہوگا کیونکہ آپ کی گفتگو سے اندازہ ہورہا ہے کہ جب تک آپ کو آپ ہی کی زبان میں جواب نہ دے دیا جائے اس وقت تک آپ نہیں مانیں گے۔

میں نے کہا بات خدا کی قدرت کی نہیں توہین رسالت کی ہے خدا کی قدرت کا انکار کرنے والا ہمارے نزدیک مسلمان ہی نہیں اگر خدا کی قدرت کو درمیان میں رکھ کر بات کی جائے تو پھر تو کسی کی بھی عزت وعظمت کا مذاق اڑانا کوئی مسئلہ ہی نہیں۔

اگر بات خدا کی قدرت کی ہے تو پھر آپ بھی دل وجگر تھام لیجئے کیونکہ ہم بھی خدا کی قدرت کا بیان کرنے والے ہیں بتایئے کیا خدا اس بات پر قادرنہیں کہ آنِ واحد میں وہ اسماعیل دھلوی سمیت بشمول آپ کے تمام چھوٹے بڑے دیوبندیوں کی شکلیں بگاڑ کر کسی کو بندر کسی کو چوہا اور کسی کو گدھا بنادے۔

مجھے بتایئے کیا خدا ایسا کرنے پر قادرنہیں صرف ہاں یا ''نہ'' میں جواب دیں؟

ان کے پاس جواب ہوتا تو دیتے ہمارے اس جواب سے وہ ''فبھت الذی کفر'' کے مصداق ہوچکے تھے غرض یہ کہ یہ لوگ خدا کی عظمت وجلالت کے بیان کیلئے جو پیرائیہ اختیار کرکے بات کرتے ہیں عام آدمی سمجھ بھی نہیں پاتا کہ ان لوگوں کا مقصد کیا ہے؟ خالص خدا کی عظمت وشان بیان کرنا یا اس کی آڑ لے کر حضرات انبیاء و اولیاء کی عظمتوں اور عزتوں کا مزاق اڑانا یہ لوگ بڑے خوبصورت انداز سے کبھی تو ان گستاخیوں کو تصوف کا رنگ، کبھی ان بے باکیوں کو توحید کا بیان، کبھی ان بے ادبیوں کو شانِ الوہیت کا بیان اور کبھی تو ان بکواسات کو خدا کی قدرت اور جلالت کا بیان قرار دیتے ہیں۔

یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ ہم جس زمانے میں پیدا ہوئے اور جس معاشرے میں ہم نے آنکھ کھولی ہے یہاں کے لوگوں نے ہر ایک شئے کا نام بدل کر کچھ کا کچھ رکھ دیا ہے۔

اپنی نفسانی اور طبیعت کی نواہشات کی تکمیل کا نام سنت، دل کے کینے اور منافقت کا نام مصلحت، خاندانی رسوم کی بجا آوری کا نام عزت و غیرت، تکبر کا نام عظمت، ظلم کا نام شجاعت، علم و حکمت سے دور رہنے کا نام معرفت، جناب نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہونے کو ریا اور منافقت، شریعت سے دور گمراہی کی ظلمت میں بھٹکنے کا نام طریقت، ملحد اور زندیق ہوجانے کا فنائے الوہیت، نفاق اور ریا کا نام اخلاص، سنت رسول ﷺ کو چھوڑ دینے اور اعمال صالحہ کو ترک کردینے کا نام تصوف، حضرات اہل اللہ سے عداوت و خصومت اور ان کی جناب میں زبان کی گستاخیوں کا نام خدا کی محبت، حضرات انبیاء و اولیاء کے فضائل و کمالات سے منکر ہوجانے کا نام ایمان اور اسلام، جناب نبی کریم ﷺ کی ہمسری اور آپ کی جناب میں گستاخی کو تقاضائے توحید، آپ کی عظمت و جلالت کے پیش نظر آپ کی تعظیم بجالانے کو کفر و شرک' عیاری اور مکاری کو دانائی اور دانائی کو سفاہت کہنا شروع کردیا ہے آج بڑی چالاکی اور مکاری کے ساتھ قرآن و حدیث کا رخ ''توہین نبوت'' کی جانب موڑ کر اسے درس قرآن اور درس حدیث کہنا شروع کردیا ہے۔

سچ پوچھئے تو زیر نظر کتاب میں نے ابلیس کے انہی پیروکاروں کی عیاری اور مکاریوں کو ظاہر کرنے کیلئے تصنیف کی تاکہ عام مسلمان بھی یہ جان جائیں کہ ہمارے ارد گرد موجود یہ لوگ توحید کے علمبردار نہیں بلکہ درس و تبلیغ اور توحید کی آڑ لے کر حقیقت میں ہمارے قلبی تعلق کو حضرات اہل اللہ بالخصوص ہمارے پیارے آقا حضور سید الکل ﷺ سے توڑنا چاہتے ہیں ہمیں ہمارے غم خوار آقا ﷺ سے بے گانہ کرنا چاہتے ہیں توحید و عظمت خداوندی کے بیان کا جھانسہ دے کر درحقیقت ہماری زبان کو حضرات انبیاء و اولیاء کی جناب میں گستاخ بنانا چاہتے ہمیں بھی ''بغض رسول'' کی اس آگ میں جھونکنا چاہتے ہیں کہ جس آگ میں یہ خود جل رہے ہیں ۔

یہ ان لوگوں کی خُفتہ بختی نہیں تو اور کیا ہے؟ کہ ان کی تمام تر توانائیاں صرف اور صرف

مرکزِ ایمان محور دین اور جان ایمان حضور سید کائناتﷺ کے فضائل و کمالات کو مٹانے میں صرف ہورہی ہیں لیکن یہ اپنے اس ناپاک مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ اس لئے کہ:

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

(امام اہلسنّت رحمۃ اللہ علیہ)

یہ بے وقوف لوگ، یہ نرے جاہل واعظین یہ بے عقل مولوی اور یہ بدمست اپنے علم پر مغرور عالم سوچتے کیوں نہیں کہ یہ ہم کیا کررہے ہیں کس کی عظمت و شان کو مٹانے کے خواب دیکھ رہے ہیں ان کی کہ جو خود سراپا شانِ خدا ہیں۔

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

آج اسلام کا بہانہ بناکر بانی اسلام کی عظمت پر حملہ آور ہونے کیلئے اسلام کے یہ دشمن لوگوں کو تیار کروار ہے ہیں لیکن ان عقل کے اندھوں کو یہ بات کون سمجھائے کہ:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
گر باو نرسیدی تمام بولہبی است

(ڈاکٹر اقبال)

اسلام کیا ہے؟ دین کیا ہے؟ روح قرآن کیا ہے؟ جانِ ایمان کیا ہے؟

جو رسول نے کہہ دیا کردیا اور پسند کرلیا خدا کی قسم اسی کا نام تو اسلام ہے۔

جو رسول علیہ السلام نے عطا کردیا واللہ یہی تو دین ہے رسول اللہﷺ کی عظمت و شان یہی تو روح قرآن ہے رسولﷺ کی تعظیم و توقیر یہی تو جان ایمان ہے۔

اس حقیقت سے بھلا کون انکار کرسکتا ہے؟ نماز جنت کی کنجی ہے اعمال صالحہ کے بغیر جنت

کی آرزو بے وقوفی ہے نیکیوں کے بغیر نجات کی تمنا کرنا عقلمندوں کا کام نہیں لیکن اس حقیقت کو بھی فراموش کرنا کسی مومن کا شیوہ نہیں کہ:

نماز اچھی، روزہ اچھا، حج اچھا، زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا۔
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

بے شک یہ حقیقت ہے کہ:

رسول کے بغیر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سب بے کار ہیں، رسول کے بغیر جہاد بے کار ہے، رسول کے بغیر خدا کو ماننا بے کار ہے، رسول کے بغیر قرآن پڑھنا بے کار ہے رسول کی عظمت و جلالت تسلیم کیئے بغیر درس قرآن اور تبلیغ اسلام بے کار ہے دین کی ترویج بے کار نیکیوں کا خرمن بے کار ہے رسول اللہ ﷺ کے بغیر اسلام کا تصور کیا ہی نہیں جاسکتا اس لئے کہ:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
گر باو نرسیدی تمام بولہبی است

دل خون کے آنسو روتا ہے، زبان الفاظ کا ساتھ دینے کے واسطے تیار نہیں ہوتی، روح کانپ اٹھتی ہے بدن لرزنے لگتا ہے جب......! بعض نام نہاد اسلام کے دعویداروں کی ان گستاخیوں کو ظاہر کرنے کا وقت آتا ہے کہ:

۱) شیطان کو تمام روئے زمین کا علم ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ (براہین قاطعہ)

۲) نبی کا علم غیب پاگلوں اور جانوروں جیسا ہے۔ (حفظ الایمان)

۳) اللہ کے روبرو انبیاء و اولیاء ذرہ ناچیز سے کمتر اور اس کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔ (تقویت الایمان)

۴) جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویت الایمان)

۵) نبی رسول سب ناکارہ ہیں۔ (تقویت الایمان)

٦) نبی کی تعظیم صرف بڑے بھائی جیسی کرو۔ (تقویت الایمان)

۷) رسول مر کر مٹی میں مل گئے۔ (تقویت الایمان)

۸) اعمال میں امتی نبی سے بڑھ جاتے ہیں۔ (تحذیر الناس)

۹) رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (تقویت الایمان)

۱۰) زندہ اور حیات ہونے میں جو خصوصیت رسول اللہ ﷺ کی ہے وہی دجال کی بھی ہے۔ (آب حیات)

۱۱) شیطان کا علم رسول اللہ ﷺ سے زیادہ ہے۔ (براہین قاطعہ)

آج ہمارا ضمیر ہم سے پوچھتا ہے ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ آخر یہ سب کیا ہے؟

جس رسول ﷺ نے جانوروں سے بدتر انسانوں کو آدمیت کا شرف بخشا۔

وہ رسول ﷺ کہ جس نے خانہ بدوش اور بھیڑ، بکریوں کے چرواہوں کو تہذیب کے درجۂ کمال پر پہنچا کر آنے والی نسلوں کا پیشوا بنایا وہ انسان کہ جس کی درندگی اور شقاوت کی یہ ادنیٰ سی مثال تھی کہ اپنے ہی ہاتھوں اپنی اولاد کو منوں مٹی تلے زندہ گاڑھ دیا کرتا تھا اسی درندہ صفت انسان کو امن و اخوت' محبت و الفت کا داعی و پیکر بنا دیا آج اسی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کے لاتعداد احسانات کا یہی بدلہ دینا تھا؟

جس رسول علیہ السلام نے محبت کے پھول بانٹے آج اسی کی طرف نفرت و عداوت کے خار کیوں بڑھائے جا رہے ہیں؟ جس نے ہمیں ہر چھوٹے سے شفقت اور ہر بڑے کا ادب کرنے کی تلقین فرمائی آج اسی کی بے ادبی کیوں کی جا رہی ہے؟ وہ رسول علیہ السلام کہ جس نے عام مسلمان کی بھی عزت و حرمت کی پاسداری کی نصیحت فرمائی آج اسی کی عزت و حرمت پر حملے کیوں کیئے جا رہے ہیں؟

آپ کو میں چند لمحات دے رہا ہوں آپ سوچیں پھر جواب دیں کہ امت کو اپنے رسول

سے بے گانہ کون کر رہا ہے؟ مسلمانوں میں باہمی کشیدگی کون پھیلا رہے؟ امت کو مختلف گروہوں اور فرقوں میں کون تقسیم کر رہا ہے؟ نفرت اور محاربت کی بات کون کر رہا ہے؟

وہ لوگ کہ جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کی شان میں گستاخیاں نہ کرو؟...... یا......

وہ لوگ ان نفرتوں کے ذمہ دار ہیں جو یہ گستاخیاں اور رسولِ اعظم کی جناب میں پوری ڈھٹائی کے ساتھ بازاری زبان استعمال کرتے ہیں؟ آپ پہاڑوں کے خانہ بدوش نہیں، دشت و جنگل کے چرواہے نہیں، اور نہ ہی صحرا کے بادیہ نشین آپ ویرانوں اور بیابانوں میں پھرنے والا • پراگندہ حال مجنون نہیں آپ گنجان آبادی اور فلک بوس عمارتوں والے شہر میں رہتے ہیں۔

آپ نے بھی بہت کچھ دیکھا ہوگا بہت کچھ سنا ہوگا مجھے بتایئے دنیا میں وہ کون سا مذہب ہے کہ جس کے ماننے والوں نے اپنے بانی مذہب یا پیشوائے مذہب کے حق میں ایسی زبان استعمال کی ہے کہ جو زبان اور بازاری الفاظ اسلام کے ان نام نہاد دعویداروں نے پیغمبر اسلام کی جناب میں استعمال کیئے ہیں؟

ہر مذہب والا اپنے بانی مذہب کو ہر ہر معاملے میں بے مثل و بے مثال تسلیم کرتا ہے کسی کو اپنے بانی مذہب کی مثل ماننے کے واسطے تیار ہی نہیں۔

یہ بدنصیبی تو انہی لوگوں کا مقدر بنی کہ علم کا معاملہ آیا تو شیطان کو رسولِ کائنات ﷺ سے زیادہ عالم بتادیا عمل میں امتی کو بڑھادیا اور جب ہمسری کی بات آئی تو ان لوگوں نے اپنے ہر خاص و عام کو یہ آیت رٹا دی ہے کہ:

''اے نبی کہہ دو میں تمہاری مثل بشر ہوں''

رسول کونین ﷺ کے حق میں جتنا بے باک اور گستاخ یہ لوگ واقع ہوئے ہیں شاید ہی کوئی اور ایسا ہوا ہو آج اگر کوئی وفادار امتی اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت و ناموس کے دفاع میں آگے بڑھتا ہے تو لوگ کہتے ہیں تفرقہ بازی نہ کرو، امن و امان کی فضا کو سبوتاژ نہ کرو نفرتیں نہ پھیلاؤ لوگوں میں باہم کشیدگی نہ پیدا کرو کسی کو برا نہ کہو سب اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں کسی کو

کچھ نہ کہو اچھے خاصے نمازی، قاری، حاجی، تبلیغی اور عالم کی دیگر نیکیوں اور اعمال صالحہ سے آنکھ بند کر کے محض ایک آدھ بات کی وجہ سے اسے کافر و گمراہ سمجھنا یہ اچھی بات نہیں ہمیں صرف اعمال پر توجہ دینی چاہئے اور اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہئے ان فرقہ وارانہ اختلافات پر نہیں۔

یہ محض ہم اپنے ذہن کی قیاس آرائیاں نہیں کر رہے بلکہ عین حقیقت بیان کر رہے ہیں۔ کہ ہمارے ارد گرد ایسے نام نہاد امن کے داعی بھی کثیر تعداد میں موجود ہیں جو پیغمبر اسلام علیہ السلام کی عظمت و شان اور ناموس کا دفاع کرنے والوں کو فرقہ پرست اور امن و امان کی فضا کو خراب کرنے کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں اگرچہ کوئی حضور سید عالم ﷺ کی جناب میں کیسی ہی گستاخی اور بے ادبی کا ارتقاب کیوں نہ کرے لیکن ان کے نزدیک ان گستاخ مولویوں کو کچھ نہ کہا جائے انہیں بے لگام چھوڑ کر ہر طرح کی بکواس کرنے دیا جائے اس لئے کہ ان مولویوں نے لاکھوں مسائل و احکاماتِ دینیہ کی تبلیغ و تدریس کی ہے لہٰذا ایک آدھ بات پر انہیں گمراہ سمجھنا صحیح نہیں۔ بلکہ ہمیں ان کی اس خدمت دین پر نظر رکھنی چاہئے۔

ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے کہ میں لاہور گیا ہوا تھا وہاں میں نے ایک مکتبہ میں ''انکشافات حق'' نامی ایک کتاب دیکھی جسے میں نے خرید لیا اس کتاب کو شاہد محمود ملک نام کے کسی غیر معروف صاحب نے لکھا ہے کتاب پڑھ کر اندازہ ہوا کہ موصوف دینی سمجھ بوجھ اور علم سے کورے ہیں اور دنیاوی علوم و فنون کے دلدادہ ہیں اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ تیراکی سیکھے بغیر بیچ دریا کودنا موت و ہلاکت کے سوا کچھ نہیں کچھ یہی حال اس کتاب کے مصنف کا بھی ہے کہ مصنف نے علم دین کے بغیر اپنی اس کتاب میں اسلام کے بعض بنیادی نظریات پر گفتگو کی ہے اور اسی عدم علم اور قلت فہم کی وجہ سے موصوف نے اپنی اس کتاب میں بڑی سنگین غلطیاں کیں ہیں۔ وہ کون کون سی غلطیاں ہیں؟ اگر ہم ان کی نشاندہی کر کے اور پھر اس پر تبصرہ کریں تو ہمارے موضوع کا رخ دوسری جانب مڑ جائے گا۔ بہرحال ہم یہاں صرف اپنے موضوع کی مناسبت سے چند غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

موصوف اپنی اس کتاب کے صفحہ ۲۴۳ پر لکھتے ہیں کہ:

''اگر چہ ہم غور نہیں کرتے تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم دیگر اسلامی علوم اور اعمال پر کم اور فرقہ وارانہ اختلافات پر زیادہ توجہ دیتے ہیں''

اگلے صفحے پر لکھتے ہیں کہ:

''حدیث مبارکہ کے مطابق بے شمار فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ ہی راہِ حق و نجات پر ہوگا اور یقین مانئے کہ ہر فرقے کا دعویٰ ہے کہ یہی وہ فرقہ ہے جس کی نشاندہی رسول ﷺ نے فرمائی کیا ایسا نہیں''

معلوم نہیں موصوف نے یہ کیا کہا؟ اور کیوں کہا؟ بہرحال ہم اتنا ضرور سمجھ چکے ہیں کہ موصوف یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ سارے ہی فرقے حق و ہدایت پر ہونے کے دعویدار ہیں لہٰذا اس صورت حال میں ہم کس کو صحیح سمجھ کر اس کے ساتھ وابستہ ہو جائیں اور کس کو غلط قرار دے کر اس سے علیحدہ ہو جائیں لہٰذا ان فرقوں کے چکّر میں پڑنا ہی نہیں چاہئے۔

لیکن ایسا کرنا بھی عقلمندی نہیں کیونکہ جہاں ہمارے اردگرد حق وہدایت کے جھوٹے دعویدار فرقے موجود ہیں تو وہاں ایک ایسا فرقہ بھی ہے جو فی الواقعہ اپنے ہدایت و نجات یافتہ ہونے کے دعوے میں سچا ہے لہٰذا سب کو غلط سمجھ کر ان سے اعلانِ لاتعلقی کرنا ہرگز صحیح نہیں کیونکہ اس طرح اس ہدایت و نجات یافتہ جماعت سے بھی علیحدگی لازم آتی ہے اور ہمارا اس طرح کرنا کسی بھی طرح مستحسن امر نہیں لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم اچھے اور برے میں تمیز کریں کھرے اور کھوٹے کو پرکھیں حق اور باطل کو سمجھنے کی سعی کریں سچ اور جھوٹ کو الگ الگ کریں اس لئے کہ ایک ہی جماعت سے وابستہ ہونا اور منسلک ہونا یہ نجات و جنت کیلئے بہت ضروری ہے اور نجات و مغفرت کا تمام تر انحصار بھی جماعت کے ساتھ وابستگی ہی میں ہے لہٰذا اس جماعت حقہ کو بھی دیگر فرقوں کی طرح سمجھنا یہ اپنے ہی ہاتھوں اپنی بربادی کا سامان کرنا ہے۔

صفحہ ۲۴۳ پر موصوف ایک اور بے تکی بات لکھتے ہیں کہ

''مختلف نام نہاد گروہوں کے جن علماء اور اماموں پر ہم تنقید کرنا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کیا ان کے علوم کا آدھا بلکہ ایک چوتھائی حصہ بھی ہمارے پاس ہے؟ اگر نہیں تو ہم ان کا غلط صحیح کیسے جانچ سکتے ہیں؟ ان علماء واماموں نے لاکھوں احکامات ومسائل کی وضاحت کی لیکن ہم ان پر عمل و بحث چھوڑ کر انکے اکا دکا اختلافی مسائل پر ہی کیوں گفتگو کرتے ہیں بلکل اس مکھی کی طرح جو تمام شفاف جسم کو چھوڑ کر جسم پر موجود چھوٹے سے گندے زخم پر ہی جابیٹھتی باقی تشریحات کو پس پردہ کیوں ڈال دیا جاتا ہے''

ان بے تکی عبارات، بے ڈھنگے الفاظوں اور بے موقع ومحل پیش کردہ اس مثال کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ جناب والا جنون زدہ نہیں تو آسیب زدہ ضرور ہیں۔

عزیزان من! آپ ہی بتایئے اس جاہل مصنف کی یہ بے سروپا باتیں کسی چیستان سے کیا کم ہیں؟ جب موصوف اپنے ذہنی وقلبی تاثرات کو اردو جملوں اور الفاظوں میں منتقل نہیں کرسکتے تھے تو کس پاگل نے انہیں کتاب لکھنے کا مشورہ دیا؟

بہرحال اگر موصوف کی ان عبارات کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ بات عیاں ہے کہ موصوف یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ جن مولویوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جناب میں جو گستاخیاں کیں ہیں ہمیں ان اکا دکا باتوں کو جواز بنا کر ان پر تنقید سے باز رہنا چاہئے اس لئے کہ ان عالموں نے لاکھوں مسائل واحکامات کا درس اور ان کی تبلیغ کی ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ جن باغیانانِ اسلام نے اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے بغاوت کرکے اسلام اور مسلمانوں میں افتراق وانتشار پیدا کرنے کی غرض سے امت کو مختلف گروہوں اور فرقوں میں تقسیم کرنے کی جو ناپاک کوششیں کیں اور کررہے ہیں اور اپنے اسی ناپاک مقصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی غرض سے نماز، روزہ، درس وتدریس، ذکر وتبلیغ کی آڑ لے کر عظمت خداوندی اور جناب نبی کریم ﷺ کی عصمت وحرمت پر وقتاً فوقتاً جو جملہ آور ہوتے رہتے ہیں انہیں ایسا کرنے کیلئے مکمل چھوٹ اور آزادی دے دی جائے انہیں کچھ نہ کہا جائے اس لئے کہ

یہ بہت بڑے عالم ہیں لیکن اس جاہل کو کون سمجھائے کہ بارگاہِ رسالت کے آداب و احترام کا معاملہ بڑا حساس ہے یہاں زبان کو بے لگام کرنا تو بڑی دور کی بات سانس کو بھی بڑی احتیاط سے لینے کا حکم ہے اس لئے کہ:

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہ شیشہ گری کا

ایمان ونجات کا اصل دارومدار ادب پر ہے نیکیوں پر نہیں تعظیم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہے علم کی تدریس وتبلیغ پر نہیں اگر علم وعبادت کسی کو برباد اور کافر ہونے سے بچاسکتے تو ابلیس کی لاکھوں برس کی عبادت اور زبردست علم وفضل اسے اللہ کے قہر وغضب سے بچالیتے لیکن ایسا نہیں ہے آپ کو اللہ تعالیٰ نے عقل وخرد سے نوازا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سمجھنے اور سوچنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے آپ سوچئے ابلیس کی چھ لاکھ برس اور ایک روایت کے مطابق تیس لاکھ برس عبادت کو کس جرم نے کتنے عرصے میں تباہ برباد کیا؟

فقط ایک ہی جرم نے ایک ہی لمحے میں اس کا سب کچھ ملیامیٹ کرکے رکھ دیا اور وہ جرم جناب آدم علیہ السلام کی تعظیم سے منہ پھیرنا ہی تھا کوئی بھی اس جرم سے قبل ابلیس کا جرم ثابت نہیں کرسکتا محض اسی جرم کی پاداش میں یہ راندۂ بارگاہِ خداوندی ہوا۔

غور فرمایئے! لاکھوں برس کی عبادت اور ایک عالم کے زبردست علم وفضل کو محض ایک ہی قصور کے عوض مردود قرار دے کر اس عبادت وعلم کے عابد وعالم کو ملعون قرار دے دیا گیا تو پھر رسول اعظم ﷺ کی جناب میں گستاخی اور بے ادبی کا ارتکاب کرنا (کہ جن کی جناب میں آواز اونچی کرنے پر قرآن کریم نے اعمال وایمان کی بربادی کا اعلان فرمایا) کتنی زیادہ تباہی کا ذریعہ ہوگی۔

تو اب اس حقیقت حال میں وہ کون سا مولوی ہوگا کہ جس کی دس پندرہ برس کی عبادت اور ''صرف ونحو'' کا چند کتب کا علم جناب رسالت مآب حضور سیدنا رسول اعظم ﷺ کے حضور گستاخی اور بے ادبی کرنے پر اسے کافر وملعون، مردود وجہنمی ہونے سے بچاسکے؟

یہاں ضمناً ہم یہ عرض کرتے چلیں کہ یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے مومن ہونے کیلئے تمام ضروریات دین کو تسلیم کرنا ضروری ہے ورنہ کوئی مسلمان ہو ہی نہیں سکتا اور کافر ہونے کیلئے صرف ایک ہی ضرورت دینیہ کا انکار کرنا کافی ہے مطلب یہ کہ مومن ہونے کیلئے سو فیصد ایمان لانا ضروری ہے لیکن کافر ہونے کیلئے سو فیصد کفر کرنا ضروری نہیں بلکہ ایک بات ہی سے کافر ہو جائے گا۔

لہٰذا مسلمان ہونے کیلئے اسلام کو پورا قبول کرنا ضروری ہے یہ اسلام ہے کوئی مذاق نہیں کہ کوئی کچھ بھی کہتا رہے یا اپنے علم و اعمال کے نشے میں بدمست کوئی مولوی جنابِ رسول اللہ ﷺ کی عظمت حرمت کا مذاق اڑائے تو ہم صرف علم و عبادت ذکر و تبلیغ کی وجہ سے اس کا اسلام کی قیود کو توڑنے اور حدود سے متجاوز ہونے پر اپنا منہ بند کیئے چپ چاپ تماشہ دیکھتے رہیں اور اس کی ان اکا دکا گستاخیوں کی وجہ سے اسے کچھ بھی نہ بولیں اس لئے کہ ہمارے پاس اس گستاخ مولوی کے برابر علم نہیں لہٰذا ہمیں صرف علم و اعمال ہی پر توجہ دینی چاہیئے اس جاہل مصنف کی اس رعایت کا سب سے زیادہ ابلیس مستحق ہے اس لئے کہ ابلیس کی بھی فقط ایک ہی گستاخی کی وجہ سے تکفیر اور اس پر تنقید کی جاتی ہے اور اس پر تنقید کرنا یہ جاہل مصنف بھی اپنا فرض سمجھتا ہوگا حالانکہ ابلیس کے علم کے برابر مصنف کے پاس علم تو کجا اس کا ایسا سوچنا بھی خام خیالی کے سوا کچھ نہیں اس لئے کہ ابلیس کے زبردست علم کے متعلق صرف اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ یہ فرشتوں کو پڑھایا کرتا تھا اور یقیناً یہ تو اس جاہل مصنف کو بھی تسلیم ہوگا کہ اس کے پاس ابلیس کے علم کا آدھا حصہ اور نہ ہی چوتھائی حصہ علم ہے۔ تو اب یہ جاہل ابلیس کا صحیح یا غلط ہونا کس طرح معلوم کرے گا؟

اگر یہ کہیں کہ ابلیس کا حضرت آدم علیہ السلام کیلئے سجدۂ تعظیمی بجالانے سے انکار پر غلط و گمراہ ہونا ظاہر ہو چکا ہے تو ہم اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ اس جاہل نے خود اس بات کا اعتراف کیا کہ محض اکا دکا باتوں کی وجہ سے کسی کی گرفت کرنا صحیح نہیں کہ یہ اُس مکھی کی طرح ہے کہ جو سارے شفاف جسم کو چھوڑ کر جسم پر موجود چھوٹے سے گندے زخم پر جا بیٹھتی ہے باقی تشریحات کو پس پردہ کیوں ڈال دیا جاتا ہے۔

لہٰذا مصنف ہوشیار ہوجائے ہم ان ہی کی پیش کردہ مثال کو انہی پر الٹ رہے ہیں کہ ابلیس نے لاکھوں برس عبادت کی لاکھوں احکامات و مسائل کا فرشتوں کے سامنے درس و بیان کیا لیکن اس کی اس لاکھوں برس کی عبادت سے آپ کا چشم پوشی کرتے ہوئے فقط ایک سجدے سے انکار کو جواز بناتے ہوئے اس پر تنقید کرنا یا اس کی تکفیر کرنا آپ کی مثال بالکل اس مکھی کی طرح ہے جو شفاف جسم کو چھوڑ کر جسم پر موجود چھوٹے سے گندے زخم پر ہی جا بیٹھتی ہے۔

یہ تو ہمارا اس جاہل کے وارد کردہ اعتراض پر ''ترکی بہ ترکی'' جواب تھا اور جہاں تک اس جاہل کے اس سوال کا تعلق ہے کہ ہم ان مولویوں کا صحیح ہونا یا غلط ہونا کیسے جانچیں گے؟ اگر اتنی واضح اور موٹی بات بھی اس جاہل کی عقل میں نہیں آئی تو کس پاگل نے اسے اس مسئلے کو چھیڑنے کا مشورہ دیا تھا جب اسے صحیح اور غلط میں امتیاز کرنے والے پیمانے اور کسوٹی ہی کا علم نہیں تو اسے کتاب لکھنے کے بجائے کسی چوراہے پر بیٹھ کر گندھک بیچنی چاہئے تھی۔

یہ بات ہر ذی فہم جانتا ہے کہ حق و باطل، غلط اور صحیح کو صرف اور صرف عقیدے ہی کی کسوٹی پر جانچیں گے۔ علم و اعمال پر ہرگز نہیں۔

اگر عقیدہ درست ہے تو پھر اس کا علم و اعمال، درس و تبلیغ سب ہی قابل قبول اور درست ہیں اور اگر عقیدہ صحیح نہیں تو پھر ایسے شخص کا نہ علم اور نہ ہی اعمال مقبول ہیں خواہ ایسے شخص نے لاکھوں مسائل کی تدریس و تبلیغ ہی کیوں نہ کی ہو صحت ایمان کے بغیر نیکیوں کے پہاڑ بے کار ہیں اور عقیدے کی درستگی کے ساتھ خواہ ایک ہی نیکی کیوں نہ ہو بہر حال مقبول اور نجات کیلئے کافی ہے حیرت ہے اس جاہل کو اتنی واضح اور بنیادی بات کیوں سمجھ میں نہیں آئی؟

خلاصۂ کلام یہ کہ کچھ گمراہی اور لادینیت گمراہ فرقوں اور ان کے سرغنوں نے پھیلائی اور جو تھوڑی بہت کسر رہ گئی تھی وہ ایسے جاہل مصنفین نے پوری کردی کہ جو لوگوں کو علم و اعمال ہی سے تعلق رکھنے کا مشورہ دے کر اپنی جہالت کی وجہ سے گمراہی کے گڑھے میں دھکیلنا چاہتے ہیں۔

ہم نے یہ کتاب بھی اسی مقصد کے تحت لکھی ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی یہ جان سکیں کہ

درس و تبلیغ، علم و عبادت میں مصروف رہنے والا ہر کوئی ضروری نہیں کہ دین کیلئے مخلص ہو یا اس کے ان اعمال و علم یا تبلیغ کا مقصد فقط لوگوں کو پکا سچا مومن بنانا ہو بلکہ اسی روپ کو اختیار کر کے بہت سے لوگوں کا مقصد لوگوں کو اعمال صالحہ درس و تبلیغ کا جھانسہ دے کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ کرنے اور بغاوت کرنے پر آمادہ کرنا بھی ہے لہذا ہمیں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے اور ہر نمازی' قاری' عالم یا درس و تبلیغ میں مصروف بظاہر نیک صورت شخص کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے سے گریز کرنا چاہئے اس لئے کہ:

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

اس کتاب پر ابتدائی کلام بہت طویل ہو چکا اب آخر میں اس کتاب کی طباعت واشاعت کے سلسلے میں تعاون پر میں اپنے مخلص ساتھی محمد شکیل قادری عطاری اور بالخصوص چیئرمین انجمن انوار القادریہ حضرت مولانا محمد الطاف قادری مدّظلہ العالی کا مشکور ہوں کہ جنھوں نے اپنی گونا گوں دینی مصروفیات کے باوجود میرے ساتھ بہت زیادہ تعاون کیا اللہ ربّ العزّت ان دونوں احباب کو خوش وخرم رکھے اور دنیا وآخرت کی بھلائیوں اور نعمتوں سے نوازے۔ امین

بحرمة السید المرسلین ﷺ

قرآن کریم اور احادیث نبویہ اور دیگر اقوال و دلائل کو نقل کرنے میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ صحیح درج ہوں اس کوشش کے باوجود پھر بھی اگر کہیں کوئی خامی رہ گئی ہو تو وہ میری ہی کوتاہی جانیئے گا لہذا اہل علم حضرات بالخصوص اکابرین اہلسنت سے مودبانہ عرض ہے کہ آپ میری لغزش و غفلت پر آگاہ ہونے کی صورت میں مجھے ضرور خبردار فرمائیں تاکہ اس کی تصحیح واصلاح کی جاسکے لہٰذا اب اجازت چاہنے سے قبل اتنا اور عرض کرنا ہے کہ جو کوئی بھی اس کتاب سے فائدہ اٹھائے وہ اپنی دعائے خیر میں اس گناہ گار کو ضرور یاد رکھے بالخصوص خاتمہ بالایمان کیلئے اس سیہ کار کو اپنی دعاؤں میں کبھی فراموش نہ فرمایئے اور میری طرف سے اپنے سمیت سارے مسلمانوں کے حق میں یہ دعا ہے۔

دنیا میں ہر آفت سے بچانا مولیٰ — عقبیٰ میں نہ کچھ رنج دکھانا مولیٰ
بیٹھوں جو در پاک پیمبر کے حضور — ایمان پر اس وقت اٹھانا مولیٰ

(امام اہلسنت)

محمد سراج رضوی
القادری الحنفی

۶ ذیقعد دوشنبہ ۱۴۲۲ ہجری
کراچی سندھ

رسولِ خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلاَثٍ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَاحِدَۃً قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَااَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ

''بنی اسرائیل بہتّر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ایک کے سوا سب جہنمی ہوں گے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ نجات پانے والا کون سا فرقہ ہے؟ فرمایا وہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں''

(جامع ترمذی شریف ابواب الایمان۔ مشکوٰۃ شریف باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

حدیث بالا میں یہ صراحت ہے کہ امت مسلمہ تہتّر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی نیز یہ کہ یہ سب کے سب فرقے جنت میں داخل نہیں ہوں گے بلکہ ان میں سے صرف ایک ہی فرقہ ایسا ہوگا جو جنتی ہوگا جنت یا جہنم میں جانے کا اصل سبب کیا ہے؟ آیئے قرآن و احادیث کی روشنی میں ملاحظہ کرتے ہیں قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَھُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلاًo

''جو ایمان لائے اور اچھے کام کیئے فردوس کے باغ ان کی مہمانی ہے''

(سورہ کہف آیت ۱۰۷)

سورۃ ابراہیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ

''اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیئے وہ (جنت کے) باغوں میں داخل کیئے جائیں گے''

(سورہ ابراہیم آیت ۲۳)

اب صرف دو احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابو ذر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَامِنْ عَبْدٍ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ثُمَّ مَاتَ عَلٰی ذٰلِکَ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّۃَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ ثَلاَثًا

''جس شخص نے بھی لا الہ الا اللہ کہا پھر اسی پر مر گیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا میں نے کہا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو میں نے پھر کہا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو میں نے تین بار یہی سوال کیا اور آپ نے یہی جواب دیا''

(مسلم شریف جلد اوّل۔ مشکوٰۃ شریف جلد اوّل)

دوسری حدیث:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَی النَّبِیَّ ﷺ رَجُلٌ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَاالْمُوْجِبَتَانِ فَقَالَ مَنْ مَّاتَ لَایُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَمَنْ مَّاتَ یُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا دَخَلَ النَّارَ

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! وہ کون سی دو چیزیں ہیں جو جنت یا دوزخ کو واجب کرتی ہیں؟ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا جس شخص کا خاتمہ ایمان پر ہو وہ جنت میں جائے گا اور جس شخص کا خاتمہ شرک پر ہو وہ جہنم میں جائے گا''

(مسلم شریف جلد اوّل کتاب الایمان)

ان دو آیات اور دونوں احادیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کسی بھی فرد یا فرقے کے جنتی اور جہنمی ہونے کا تمام تر دارومدار ایمان ہی سے وابستہ ہے اگر کوئی ایمان کی دولت سے مالا مال ہے تو وہ جنتی اور اگر کوئی خُفتہ بخت ایمان کی دولت سے محروم ہے تو وہ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگا بلکہ اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

لہٰذا حدیث شریف میں جن بہتر فرقوں کو جہنم کی وعید اور ایک فرقے کو جو جنت کی نوید دی گئی ہے اس کا تعلق بھی ایمان اور کفر ہی سے ہے یعنی ایک فرقہ ایمان والا ہوگا لہٰذا وہ جنتی ہوگا اور بہتر فرقے بے ایمان و گمراہ ہونگے لہٰذا وہ جہنمی ہونگے۔

جب یہ بات عیاں ہوگئی کہ ایمان جنت اور کفر جہنم کا ذریعہ ہے تو ہمیں کیسے معلوم ہو کہ ان فرقوں میں کون بے ایمان اور کون ایمان والا فرقہ ہے؟ آیئے قرآن کریم کی روشنی میں

صاحب ایمان کی نشانی ملاحظہ کرتے ہیں۔

الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَo اُولٰئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَھُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَمَغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌo

''وہ جو نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کریں یہی سچے مومن ہیں ان کیلئے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور بخشش ہے اور عزت کی روزی''

(سورہ انفال آیات ۳ تا ۴)

ان آیات سے معلوم ہوا نماز ادا کرنے والے ہی پکے سچے مومن ہیں نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ بخشش اور جنت کے بلند و بالا درجات بھی انہی کیلئے ہیں لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم صرف نماز پڑھنے والوں ہی کو مومن اور مسلمان سمجھیں لہٰذا جو بھی فرد یا فرقہ نماز ادا کرتا ہے صرف وہی ایمان والا ہے اور اللہ کی بخشش اور جنت کا حقدار ہے۔

اب جبکہ ایمان اور بے ایمان جنتی اور جہنمی کی کسوٹی کا ہمیں قرآن کریم سے علم ہو چکا تو آیئے اسی کسوٹی کو لے کر ان سارے فرقوں کو پرکھتے ہیں اور معلوم کرتے ہیں کہ کون سا فرقہ نمازوں کی پابندی کرتا ہے اور کون سا فرقہ نمازوں کا تارِک اور ان سے دور ہے؟

اگر ہم نماز کو کسوٹی بنا کر ان فرقوں کو پرکھنا شروع کر دیں تو شاید ہی ہمیں کوئی ایسا فرقہ نظر آئے جو نماز کا منکر ہو یا نماز ادا نہ کرتا ہو لہٰذا اس صورت حال میں سارے ہی فرقے ایمان والے ٹھہرتے ہیں اور سارے ہی جنت و بخشش کے حقدار قرار پاتے ہیں اگر ہم ان سارے فرقوں کو ایمان و ہدایت کا حامل قرار دیں تو پھر اس طرح دو خرابیاں لازم آتی ہیں۔

۱۔ یہ کہ حدیث شریف کی تکذیب لازم آتی ہے وہ اس طرح کہ حدیث شریف میں صرف ایک ہی فرقے کے جنتی ہونے کی صراحت ہے جبکہ نماز کی کسوٹی پر پرکھنے کے تحت سارے ہی جنتی قرار پاتے ہیں لہٰذا حدیث کی تکذیب ہوئی۔

۲۔ دوسری خرابی یہ لازم آتی ہے کہ نماز تو وہ دشمنانِ دین اور منافقین بھی پڑھا کرتے تھے

جو دن رات اسلام پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے درپے رہتے تھے اور جن کے کفر و نفاق پر قرآن و احادیث میں وافر دلائل موجود ہیں لہٰذا اس طرح یہ باغیانان اسلام بھی پکے سچے مومن قرار پاتے ہیں کیونکہ نمازوں کی پابندی یہ بھی کیا کرتے تھے بلکہ کتب احادیث بالخصوص صحاح ستہ میں تو بعض نمازیوں کے کفر و نفاق پر صریح احادیث بھی وارد ہیں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا۔

یَأتِیْ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ حُدَثَآءُ الْاَسْنَانِ سُفَهَآءُ الْاَحْلَامِ یَقُوْلُوْنَ مِنْ خَیْرِ قَوْلِ الْبَرِیَّةِ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ کَمَا یَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِیَّةِ لَایُجَاوِزُ اِیْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ فَاَیْنَمَا لَقِیْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَاِنَّ قَتْلَهُمْ اَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

''آخری زمانے میں ایک ایسی قوم آئے گی جو عمر کے لحاظ سے چھوٹے اور کم عقل (جاہل لوگوں پر مشتمل) ہوگی وہ رسول کائنات ﷺ کی احادیث بیان کریں گے لیکن وہ اسلام سے نکلے ہوئے ہونگے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے ان کا ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا تم جہاں بھی انہیں پاؤ وہیں قتل کر ڈالو کیونکہ قیامت کے روز ان کے قاتل کو ثواب ملے گا''

(صحیح بخاری شریف جلد دوم)

دوسری حدیث:

فَقَالَ عَلِیٌّ اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ یَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ اُمَّتِیْ یَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَیْسَتْ قِرَاءَتُکُمْ اِلٰی قِرَاءَتِهِمْ شَیْئًا وَلَاصَلٰوتُکُمْ اِلٰی صَلَاتِهِمْ شَیْئًا وَلَاصِیَامُکُمْ اِلٰی صِیَامِهِمْ شَیْئًا یَقْرَؤُوْنَ الْقُرْاٰنَ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهٗ لَهُمْ وَهُوَ عَلَیْهِمْ لَاتُجَاوِزُ صَلٰوتُهُمْ تَرَاقِیَهُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الاِسْلَامِ کَمَا یَمْرُقُ مِنَ الرَّمِیَّةِ

''حضرت علیؓ نے فرمایا اے لوگو! بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت سے کچھ لوگ ایسے نکلیں گے جو قرآن مجید پڑھیں گے اور تمہاری قرأت ان کی قرأت کے مقابلے میں کچھ بھی نہ ہوگی اور نہ تمہاری نمازیں ان کی نمازوں کے سامنے کچھ

ہونگی اور نہ تمہارے روزے ان کے روزوں کے مقابلے میں کچھ ہوں گے وہ ثواب سمجھ کر پڑھیں گے لیکن عذاب پائیں گے ان کی نماز ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی وہ اسلام سے نکل جائیں گے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے''

(سنن ابوداؤد کتاب السنۃ)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اعمال صالحہ بالخصوص نماز کی ادائیگی کو ایمان کیلئے کسوٹی مقرر کرنا یا اعمال صالحہ پر لوگوں کے کفر وایمان کو پرکھنا ہرگز صحیح نہیں اور نہ ہی اعمال صالحہ بالخصوص نماز کی ادائیگی سے کوئی مسلمان ہوجاتا ہے اور نہ ہی نماز نہ پڑھنے سے کوئی کافر ہوجاتا ہے۔ اگر ایسی بات نہ ہوتی تو حضور سید عالم ﷺ ان نمازیوں' روزہ داروں' قرآن کے قاریوں اور احادیث کے عالموں کو خارج از اسلام نہ فرماتے۔

معلوم ہوا جو گمراہ اور بے دین ہو اس کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہ نماز' روزے اور دیگر امور خیر کا تارک بھی ہو یا قرآن و حدیث کے علم سے کورا بھی ہو بلکہ ان حادیث میں یہ صراحت ہے کہ بعض گمراہ اور دین سے خارج لوگ بھی نماز' روزے کے سخت پابند اور قرآن و حدیث کے عالم ہوتے ہیں لہٰذا یہ تمام صورتحال اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ ہمارا کسی کے عقائد ونظریات سے آنکھیں بندکر کے محض قرآن و حدیث کے علم، درس و تبلیغ کے مشغلے یا نماز روزے کی ادائیگی یا ذکر وتلاوت کی کثرت یا دیگر اعمال صالحہ کے ڈھیر سے متاثر ہوکر اس کو مسلمان ہونے کی سند دے دینا یا اس کا راہِ ہدایت پر ہونے کا یقین کرلینا خود کو اپنے ہی ہاتھوں تباہی سے دوچار کروانا ہے۔ اسلئے کہ ایمان اور مسلمان ہونے کا دارومدار ان امور پر ہرگز نہیں لیکن سوال یہ ہے کہ ایمان کا دارومدار کس بات پر ہے؟ آخر وہ کون سی بات ہے کہ جس کے ہونے پر ایمان اور مسلمان ہونے اور اس بات کے نہ ہونے پر ایمان کے نہ ہونے کا یقین کیا جاسکے؟

آیئے اس راز کو جاننے کیلئے حدیث شریف کو ملاحظہ کرتے ہیں۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَایُؤمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

''حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ میں اسے اس کے والد' اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں''
(صحیح بخاری شریف۔ صحیح مسلم شریف)

معلوم ہوا ایمان کا تمام تر دارومدار محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہے اگر محبت رسول علیہ السلام ہے تو ایمان بھی ہے اگر محبت نہیں تو ایمان بھی نہیں۔

مطالع المسرّات میں ہے:

وَمَنْ لاَمَحَبَّةَ لَهٗ لاَاِيْمَانَ لَهٗ فَحُبُّهٗ ﷺ رُكْنُ الْاِيْمَانِ لاَيَثْبُتُ اِيْمَانُ عَبْدٍ وَلاَيُقْبَلُ اِلَّا بِمَحَبَّتِهٖ ﷺ

''جس کے دل میں حضور ﷺ کی محبت نہیں اس کا ایمان ہی نہیں پس حضور سید عالم ﷺ کی محبت ایمان کا رکن ہے کسی کا ایمان محبت رسول علیہ السلام کے بغیر نہ ثابت ہوسکتا ہے اور نہ ہی مقبول ہوسکتا ہے''

ایک اور مقام پر ہے۔

فَمُحَبَّةُ اللّٰهِ مَشْرُوْطَةٌ بِمَحَبَّةِ رَسُوْلِهٖ ﷺ اللہ تعالیٰ کی محبت کیلئے رسول ﷺ کی محبت شرط ہے۔

ایک اور مقام پر اسی کتاب میں ہے۔

فَاَصْلُ الْاِيْمَانِ مَشْرُوْطٌ بِاَصْلِ الْحُبِّ وَكَمَالُ الْاِيْمَانِ مَشْرُوْطٌ بِكَمَالِ الْحُبِّ

''اصل ایمان کیلئے اصل محبت شرط ہے اور ایمان کامل ہونے کیلئے حضور سید کائنات ﷺ کی کامل محبت شرط ہے''

ان تصریحات سے یہ بات عیاں ہوچکی ہے کہ جس کے دل میں حضور سید عالم ﷺ کی محبت مطلقاً نہ ہو وہ قطعاً مومن و مسلمان نہیں اور جس شخص کو آپ کی محبت میں کمال حاصل نہیں وہ مومن کامل نہیں۔

پس معلوم ہوا کسی کے ایمان و کفر کو پرکھنے کیلئے نماز نہیں بلکہ حُبِ رسول ﷺ ہی کو کسوٹی مقرر کیا جائے گا جو اس پیمانے پر پورا اترے گا وہی سچا مسلمان ہے۔ ورنہ وہ ہرگز مسلمان نہیں۔

مغزِ قرآن جانِ ایمان روح دیں
ہست حبِّ رحمۃ اللعالمین

لہٰذا یہ بات عیاں ہوگئی کہ حدیث شریف میں جن فرقوں کو جہنم کی وعید دی گئی یہ اس لئے نہیں دی گئی کہ یہ فرقے نماز، روزے، ذکر وتلاوت یا دیگر امور خیر کے تارک ہوں گے۔ بلکہ یہ وعید اس لئے دی گئی کہ ان فرقے والوں کے دلوں میں سرکار دو عالم ﷺ کی محبت نہیں ہوگی اور ان کے دل محبت رسول ﷺ سے خالی ہوں گے۔ صرف ایک ہی فرقہ محبت رسول علیہ السلام کی دولت سے مالا مال ہوگا لہٰذا صرف یہی ایمان والا اور جنت کا حقدار ہوگا۔

لیکن بات جہاں سے شروع ہوئی تھی وہیں واپس لوٹ گئی وہ اس طرح کہ ہمیں یہ اچھی طرح معلوم ہو چکا کہ جنت و مغفرت کیلئے ایمان شرط ہے اور ایمان کیلئے محبت رسول ﷺ لازم ہے اگر ایمان نہیں تو جنت و مغفرت نہیں مل سکتی اور اگر محبت رسول علیہ السلام نہیں تو پھر ایمان بھی ثابت نہیں ہوسکتا لہٰذا جس کے دل میں محبت رسول ﷺ ہے صرف اسی کے ایمان کا اعتبار کیا جائے گا اور حضور سید عالم علیہ السلام سے محبت کا دعویٰ تو سارے ہی فرقے کرتے ہیں اور محبت کا تعلق تو دل سے ہوتا ہے لہٰذا اس صورت حال میں ہمیں کیسے معلوم ہو کہ کس کے دل میں حضور سید عالم ﷺ کی محبت ہے اور کس کے دل محبت رسول علیہ السلام سے خالی ہیں۔ ہم کس کے دعوے کا اعتبار کر کے اسے محبت رسول علیہ السلام میں سچا قرار دیں اور کس کے دعوئے محبت کو رد کر کے اسے جھوٹا قرار دیں۔

اس اشکال کو رفع کرنے کیلئے ہم یہ عرض کریں گے کہ واقعی اس مقام پر آکر یہ مشکل درپیش ہوسکتی ہے لیکن اس مشکل سے وہی دوچار ہوگا جو معیار محبت سے ناواقف ہو ورنہ جسے معیار محبت پر آگاہی حاصل ہو وہ ہرگز اس پریشانی میں مبتلا نہیں ہوسکتا۔

اکابرین اسلام نے حضور سید عالم ﷺ کی محبت کی چند علامات بیان فرمائی ہیں لہٰذا جسے حضور سید عالم ﷺ سے محبت کا دعویٰ ہے اس میں یہ علامات ضرور پائی جائیں گی وہ علامات یہ ہیں۔

۱) آپ کی اطاعت کرنا یعنی جن کاموں کو آپ نے کرنے کا حکم فرمایا ہے ان امور کی ادائیگی میں مصروف رہنا اور جن امور سے آپ نے منع فرمایا ہے ان سے باز رہنا۔

۲) آپ کو ظاہری و باطنی تمام عیوب و نقائص سے پاک اور بے عیب تسلیم کرنا۔

۳) آپ کے ذکر شریف کو کثرت سے کرنا۔

۴) آپ کے ذکر کو سننے سے دل کا خوش ہونا۔

مطلب یہ ہے کہ جب آپ کی نعت شریف پڑھی جارہی ہو یا آپ کے فضائل و کمالات کا بیان کیا جارہا ہو ان کو سن کر جن لوگوں کے چہروں پر خوشی اور مسرت کے آثار ہوں اور جن لوگوں کے چہرے اس وقت پھول کی طرح کھل اٹھیں یا مسرت و وجد میں آکر ان فضائل و کمالات کو عطا فرمانے والے پروردگار عالم اور آپ ﷺ کے نام کا نعرہ بلند کریں تو یہ دل میں موجود حب رسول علیہ السلام ہی کی وجہ سے ہے اور جو لوگ آپ کے فضائل و کمالات، محامد ومحاسن سن کر غیظ و غضب کا اظہار کریں یا غصے اور طیش میں آکر آپ کی عظمت و شان کے بیان سے روکیں یا ان بیان کرنے والوں پر کفر و شرک کے ناپاک فتوے لگائیں تو ان لوگوں کے دلوں میں موجود بغضِ رسول میں کون ذی فہم شک کرسکتا ہے؟

۵) یہ بھی آپ کی محبت کی علامات میں سے ہے کہ آپ پر کثرت سے صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے۔

۶) آپ کی زیارت و ملاقات کا شوق اور تمنا رکھنا۔

۷) آپ کے اصحاب آپ کے اہل بیت اور آپ کی ازواج سے محبت رکھنا اور انہیں عزیز رکھنا۔

۸) آپ کے تبرکات اور آپ کی طرف منسوب چیزوں سے محبت کرنا مثلاً کعبہ شریف، مکۃ المکرّمہ، مدینۃ المنورہ، غارِ حرا، غارِ ثور، اُحد پہاڑ، غرض یہ کہ آپ کی طرف منسوب جمیع اشیاء سے محبت کرنا بالخصوص خاکِ مکہ و مدینۃ المنورہ سے بلکہ ان دونوں شہروں کی ہر شئے سے محبت کرنا محبت رسول علیہ السلام کی علامت ہے۔

۹) آپ کے دشمنوں سے عداوت رکھنا، اور نفرت کا اظہار کرنا اور ان سے دور رہنا یہ بھی

آپ کی محبت کی علامات میں سے ایک علامت ہے چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

لَاتَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ط اُولٰئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ

"جو لوگ اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو اللہ اور اسکے رسول کے ساتھ عداوت رکھنے والوں کے ساتھ محبت کرنے والا نہ پاؤ گے خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے یا بھائی یا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں یہی وہ لوگ ہیں جنکے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش فرمادیا"

(سورہ مجادلہ آیت ۲۲)

۱۰) آپ کی تعظیم وتوقیر ادب واحترام بجالانا۔

زرقانی علی المواہب میں ہے کہ:

وَمِنْ عَلَامَاتِ مَحَبَّتِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ تَعْظِيْمُهٗ عِنْدَ ذِكْرِهٖ وَاِظْهَارُ الْخُشُوْعِ وَالْخُضُوْعِ وَالْاِنْكِسَارِ مَعَ سِمَاعِ اسْمِهٖ ﷺ

"حضور ﷺ کی محبت کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کے ذکر شریف کے وقت آپ کی تعظیم کی جائے اور خصوصاً آپ کے نام مبارک کے سننے کے وقت خشوع وخضوع اور عاجزی وانکساری کا اظہار کیا جائے"

کسی بھی فرد یافرقے کا دعوئے محبت اس وقت تک قبول نہیں کیا جاسکتا کہ جب تک یہ علامات اس میں مجتمع نہ ہوں ان علامتوں کونظر انداز کر کے کسی کومحبتِ رسول میں سچا تسلیم کرنا کسی بھی طرح درست نہیں۔

ہر چند کہ یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی فرد یا فرقے کا محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سچا ہونے کیلئے اس میں ان سب علامات کا پایا جانا ضروری ہے لیکن اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ موخر الذکر علامت تو ازحد لازم ہے اور اسی پر محبت رسول کا دارومدار ہے گویا اسی دسویں علامت محبت کو کسوٹی اور بنیاد کی حیثیت حاصل ہے اس لئے کہ ادب ومحبت ایک ہی کیفیت کے دو نام ہیں۔

محبت کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور ادب کا تعلق ظاہری جسم سے ہوتا ہے یعنی دل کا بارگاہِ

رسالت میں خشوع وخضوع کی کیفیت سے دوچار ہونے کا نام محبت اور یہی باطنی کیفیت جب قلبی حجاب سے ظاہر ہوتی ہے تو تعظیم و ادب کی صورت اختیار کرلیتی ہے گویا قلبی خشوع وخضوع کا نام محبت اور ظاہری جسم کا اسی کیفیت سے دوچار ہونے کا نام تعظیم و ادب ہے پس اگر دل میں محبت رسول ﷺ ہوگی تو جبھی ظاہری جسم سے تعظیم و ادب ظاہر ہوگا اگر دل محبت رسول ﷺ سے خالی ہوتو ظاہری جسم سے تعظیم وتوقیر ظاہر نہیں ہوسکتی محبت ہے تو تعظیم بھی ہے اگر محبت نہیں تو ادب کی دولت مل ہی نہیں سکتی۔

غرض یہ کہ حضور سید عالم ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور ادب و احترام ہی وہ کسوٹی ہے جس پر حق و باطل جنتی و جہنمی، محبوب و مبغوض کو پرکھ کر الگ الگ کیا جاسکتا ہے لہٰذا اس کسوٹی پر کھرا اور اس پیمانے پر پورا اترنے والے ہی کا کلمہ اس کے مومن ہونے کیلئے اس کی نماز اور دیگر امور خیر اس کے جنتی ہونے کیلئے اور اس کے عقیدے کے صحیح ہونے کیلئے کافی ہیں۔ اور اگر کوئی بھی فرد یا فرقہ ادب و تعظیم سے منہ پھیرے ہوئے ہوتو اس کا ایمان و اعمال اور تمام نیک تعلیمات سب بے کار و مردود اور وہ خود لعنتی اور راندۂ بارگاہِ خداوندی ہے یہ کسی کے ذہن کا قیاس نہیں بلکہ قرآن کا اعلان ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَاتَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْنَ

"اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلاکر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہوجائیں اور تمہیں خبر نہ ہو"

(سورہ حجرات آیت ۲)

اس آیت کریمہ سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

پہلی بات یہ معلوم ہوئی کہ جناب نبی کریم ﷺ کی تعظیم اور آپ کا ادب ہم پر فرض ہے کیونکہ یہ قرآن سے ثابت ہے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آپ کی تعظیم وتوقیر کو بجالانا اور اس سے غافل ہونا یہ یکساں نہیں بلکہ آپ کی تعظیم بجالانا فرض اور یہ ایسا فرض ہے کہ اس فرض کے تارک کے ایمان و اعمال دونوں ہی برباد کردیئے جاتے ہیں۔اور اعمال کی بربادی اسی وقت ہوتی ہے جب کسی کا ایمان برباد ہوجائے چنانچہ علمائے کرام نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ اعمال کی بربادی فقط یمان کے سلب ہونے ہی کی صورت میں واقع ہوتی ہے۔

علامہ خفاجی فرماتے ہیں۔

وَلَایُحْبِطُ الْاَعْمَالَ اِلَّا الْکُفْرُ لِاَنَّ الْاَعْمَالَ اِنَّمَا تَتَقَبَّلُ مِنَ الْمُوْمِنِیْنَ لِاَنَّ الْعَمَلَ الْمَقْبُوْلَ ثَمْرَۃُ الْاِیْمَانِ وَھٰذَا مَذْھَبُ اَھْلِ السُّنَّۃِ اَنَّ الْمُحْبِطَ کُفْرٌ اَصْلِیٌّ اَوْطَارٍ بِرَدَّۃٍ

''اور اعمال کفر کی وجہ ہی سے برباد ہوتے ہیں اور اعمال صرف مومن ہی کے اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہوتے ہیں کیونکہ مقبول عمل ایمان کا نتیجہ ہوتا ہے اور یہ اہلسنّت کا مذہب ہے کہ اعمال کفر یا ارتداد کی وجہ سے ہی برباد ہوتے ہیں''

(شرح شفا جلد۴ ص ۳۸۷)

قرآن کریم میں بھی اسی طرح ارشاد ہوا ہے

وَمَنْ یَّکْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُہٗ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ○

''جومنکر ہوا ایمان سے اس کا عمل ضائع ہوگیا اور وہ آخرت میں نقصان والوں میں سے ہے''

(سورہ مائدہ آیت ۵)

پس ان تصریحات کی روشنی میں ثابت ہوا کہ جناب نبی کریم ﷺ کی تعظیم سے غفلت کرنے والا اور آپ کے ادب سے منہ پھیرنے والا کافر وملعون ہے اس لئے کہ جمیع اعمال کی بربادی کا سبب کفر ہے اور آپ کی تعظیم و احترام سے غفلت پر بھی اعمال کی بربادی کی وعید موجود ہے تو یقیناً آپ کی تعظیم سے غفلت برتنا بھی کفر ہے جبھی تو یہ وعید دی گئی۔

اپنی پلکوں سے درِ یار پہ دستک دینا
اونچی آواز ہوئی عمر بھر کا سرمایہ گیا

اور یہ بھی پیش نظر رہے کہ

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ''تعظیم نبوت'' ہی وہ پیمانہ ہے کہ جس پر پورا اترنے والے کی نمازیں' روزے' ذکر و تلاوت' درس و بیان اور کلمہ توحید مقبول ہے ورنہ سارے اعمال اس کے کسی کام کے نہیں نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ بے ادبی کا ارتکاب ایمان بھی برباد کروادیتا ہے لہٰذا جب کسی فرد یا فرقے کا ایمان ہی تباہ و برباد ہوجائے تو ایمان کے بغیر اس کی تمام تعلیمات باطل اور غلط ہونے کے سوا کچھ بھی نہیں اور جب ایمان و اعمال ہی تباہ و برباد قرار پائیں تو ایسے شخص کے جہنمی ہونے میں کسے شک و تردد ہوسکتا ہے؟ جگہ جگہ مسلمانوں کو کلمہ توحید کی تبلیغ کرنا ہرگز اسلام نہیں بلکہ ایمان و اسلام کا تمام تر دارومدار محبت رسول ﷺ پر ہے اگر محبت ہے تو ایمان بھی ہے اگر محبت نہیں تو کسی بھی فرد یا فرقے کا درس و تبلیغ دھوکے اور فریب کے سوا کچھ بھی نہیں۔

آخری کلام یہ ہے کہ جنت میں جانے کا بنیادی اور اصل سبب صرف اور صرف ایمان ہے اور ایمان کا دارومدار محبت رسول علیہ السلام پر ہے اور محبت رسول علیہ السلام کی دلیل و علامت جناب رسول کریم ﷺ کی تعظیم بجالانے میں ہے اگر ایمان نہیں تو جنت نہیں مل سکتی اور اگر محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں تو کوئی مومن اور مسلمان ہی نہیں اور اگر کوئی جناب رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر نہیں کرتا تو اس کے دل میں حضور ﷺ کی محبت ہو ہی نہیں سکتی۔

لہٰذا جو لوگ جگہ جگہ مسلمانوں کو کلمے کی تبلیغ کرنے والوں سے متاثر ہوکر انہیں ایمان و اسلام کی سند جو دے بیٹھتے ہیں وہ ان تمام باتوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنی اصلاح کریں اور کسی کے عقائد و ایمان کو نماز' روزے' ذکر و تلاوت درس و تبلیغ یا دیگر نیکیوں پر پرکھنے کے بجائے یا اعمال صالحہ کے پیمانے میں تولنے کے بجائے صرف اور صرف تعظیم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی کسوٹی پر پرکھنے کو لازم کریں اس لئے کہ قرآن کریم نے ہمارے لئے کسی کے بھی ایمان و

اسلام کو پر کھنے کیلئے اور تو لنے کیلئے اسی کسوٹی اور پیانے کی نشاندہی فرمائی۔

اب اگلے صفحات پر تعظیم وتوقیر کا ورق ورق پر پھیلا ہوا بیان ملاحظہ فرمائیں۔

تعظیم رسول ﷺ کا بیان

سابقہ صفحات میں آپ یہ پڑھ کر آرہے ہیں کہ نجات و ہدایت کا دارومدار صرف اور صرف ایمان ہی سے وابستہ ہے اور ایمان کا انحصار محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہے اور محبت تعظیم رسول علیہ السلام کے ساتھ منسلک ہے لہٰذا اگر کوئی ایمان کا دعویٰ کرے اور حضور ﷺ کی تعظیم بجالائے اور آپ کے ادب و احترام کو ہر ہر معاملے میں اہمیت دے تو بے شک اس کا ایمان و توحید کا دعویٰ صحیح اور قابل قبول ہے۔

لیکن اس کے برعکس کوئی حرماں نصیب سرکار رسالت مآب ﷺ کی تعظیم و توقیر کو یا آپ کے آثار و تبرکات کے ادب و احترام کو توحید کے منافی سمجھتے ہوئے شرک سے تعبیر کرے تو ایسے خفتہ بخت کے ملحد و مردود ہونے میں کون شک و تردد کرسکتا ہے؟

یہ کسی کا نافذ کردہ ذاتی مفروضہ اور ذہنی اختراع نہیں کہ جسے ماننا یا نہ ماننا ہمارے لئے یکساں اہمیت رکھتا ہو بلکہ حضور سید عالم ﷺ کی تعظیم و توقیر اور آپ کے ادب و احترام کی بجاآوری کیلئے خود رب کائنات نے قوانین نافذ فرمائے ہیں اور ضابطے مرتب کیئے ہیں۔ ان ضابطوں اور قوانین کی ادنیٰ سی بھی خلاف ورزی کرنے والے کو ایمان و اعمال کی تباہی و بربادی کی وعید شدید سنائی رب کائنات نے آپ کے ساتھ ہر ہر معاملے میں لوگوں کو ادب و احترام کا دامن سختی کے ساتھ پکڑنے کی تلقین فرمائی ہے۔

آپ کے در دولت پر حاضر ہونے والوں کو حاضری کا یہ ادب سکھایا کہ کوئی بھی آپ کو باہر سے ہرگز ہرگز آواز نہ دے اور آپ کو عام لوگوں کی طرح بلانے والوں اور گھر کے باہر سے آواز دینے والوں کو جاہل اور بے عقل قرار دیا اگرچہ وہ بہت بڑا مفسر، محدث، مجتہد یا عالم ہی کیوں نہ ہو مگر ادب کا خیال نہ کرنے والا بارگاہ ربّ العزّت میں جاہل و بے عقل کے سوا کچھ بھی نہیں۔

ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُهُمۡ لَایَعۡقِلُوۡنَ○

''بے شک جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں''

(سورہ حجرات)

گویا سرکار دو عالم علیہ السلام کا ادب وہ کسوٹی ہے جو عالم و جاہل کو الگ الگ کر دیتی ہے لہٰذا عالم وہی ہے جو آپ کا ادب کرے اور جاہل وہ ہے جو ادب و احترام کو ملحوظ نہ رکھے۔

آپ اگر کسی کو کھانے کی دعوت دیں تو آنے والوں کو یہ ادب سکھایا کہ عین وقت طعام پر جاؤ پہلے سے جا کر وہاں ہرگز انتظار نہ کرو اور جب کھانا کھا چکو تو وہاں بیٹھ کر باتوں کو طول نہ دو۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَاتَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنۡ یُّؤۡذَنَ لَکُمۡ اِلٰی طَعَامٍ غَیۡرَ نٰظِرِیۡنَ اِنٰهُ وَلٰکِنۡ اِذَا دُعِیۡتُمۡ فَادۡخُلُوۡا فَاِذَا طَعِمۡتُمۡ فَانۡتَشِرُوۡا وَلَامُسۡتَاۡنِسِیۡنَ لِحَدِیۡثٍؕ اِنَّ ذٰلِکُمۡ کَانَ یُؤۡذِی النَّبِیَّ فَیَسۡتَحۡیٖ مِنۡکُمۡ وَاللّٰهُ لَایَسۡتَحۡیٖ مِنَ الۡحَقِّؕ

''اے ایمان والو نبی کے گھروں میں اجازت کے بغیر نہ داخل ہوؤ بجز اس کے کہ تمہیں کھانے کیلئے بلایا جائے (اور) نہ کھانا پکنے کا انتظار کیا کرو لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو اندر چلے آؤ پس جب کھانا کھا چکو تو فوراً منتشر ہو جاؤ اور نہ وہاں جا کر دل بہلانے کیلئے باتیں کیا کرو بے شک یہ نبی کیلئے ایذا کا باعث ہیں وہ تمہارا لحاظ فرماتے ہیں اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا''

(سورہ احزاب آیت ۵۳)

آپ سے اگر کوئی اکیلے میں اور خلوت میں بات کرنا چاہے تو اسے یہ ادب سکھایا کہ وہ بات کرنے سے پہلے اللہ کی راہ میں کچھ صدقہ دے اس لئے کہ یہ کوئی معمولی بات نہیں اور نہ ہی اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کوئی عام بشر ہیں کہ جب تمہاری مرضی اور ضرورت ہو تو بات کرلو گویا ہم نے اکیلے میں بات کرنے کی خواہش کا اظہار اپنی حیثیت اور اوقات سے بڑھ کر قدم اٹھایا جبھی ہمارے لئے یہ ارشاد ہوا کہ

یٰاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اِذَا نَاجَیۡتُمُ الرَّسُوۡلَ فَقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیۡ نَجۡوٰکُمۡ صَدَقَةًؕ ذٰلِکَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ وَاَطۡهَرُؕ

''اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو یہ تمہارے لئے بہتر اور بہت ستھرا ہے''

(سورہ مجادلہ آیت ۱۲)

آپ کی محفل میں بیٹھنے والوں کو یہ حکم دیا کہ خوب دھیان اور یکسوئی کے ساتھ کان لگا کر آپ کی گفتگو کو سُنا جائے اِدھر اُدھر متوجہ ہونا یہ آپ کے ادب کے خلاف ہے اور اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو نہایت ہی ادب کے ساتھ عرض کرو ''اُنْظُرْنَا'' یعنی ہم پر دوبارہ نظرِ کرم فرمائیں۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوْا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ط وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ٥

''اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے''

(سورۃ بقرہ آیت ۱۰۴)

آپ کے ساتھ ہر معاملے میں ہمیں یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ ہم کسی بھی کام، یا کسی بھی معاملے یا آپ کے ساتھ چلنے کے دوران آپ سے ہرگز آگے نہ بڑھیں۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ٥

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سنتا جانتا ہے''

(سورہ حجرات آیت ۱)

ہمیں آپ کو مخاطب کرنے اور بلانے کیلئے یہ ادب سکھایا کہ خبردار آپ کو ہم اس طرح نہ پکاریں جیسے ہم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہیں۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا ط

''رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارا جاتا ہے''

(سورۃ نور آیت ۶۳)

مجلسِ مشاورت کا یہ ادب سکھایا گیا کہ اگر آپ کبھی مسئلے پر گفتگو کیلئے بلائیں اور سب جمع ہوں تو خبردار! بغیر آپ کی اجازت کے کوئی اٹھ کر نہ جائے اگر کوئی جانے کیلئے اجازت بھی

مانگے تو پھر بھی اجازت دینا نہ دینا آپ کی مرضی مبارک سے وابستہ ہے جسے چاہیں اجازت دیں اور جسے اجازت نہ دینا چاہیں وہ ہرگز محفل سے اٹھنے میں بااختیار نہیں۔

وَاِذَا کَانُوْ مَعَہٗ عَلٰی اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْھَبُوْا حَتّٰی یَسْتَاْذِنُوْہُ ط اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَکَ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ج فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْکَ لِبَعْضِ شَاْنِھِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْھُمْ

"اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام کیلئے حاضر ہوئے ہوں جس کیلئے جمع کیئے گئے ہوں تو نہ جائیں جب تک ان سے اجازت نہ لے لیں اور جو تم سے اجازت مانگتے ہیں وہی ہیں جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاتے ہیں پھر جب وہ تم سے اجازت مانگیں اپنے کسی کام کیلئے تو ان میں سے جسے تم چاہو اجازت دے دو"

(سورہ نور ٦٢)

معلوم ہوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بے اختیار نہیں ان کے سامنے ہم بے اختیار ہیں۔

اور اگر کوئی اپنے کسی ضروری کام کی غرض سے آپ کی محفل سے چپکے سے چلا جائے تو اسے دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی۔

قَدْ یَعْلَمُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْکُمْ لِوَاذًا ج فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖٓ اَنْ تُصِیْبَھُمْ فِتْنَۃٌ اَوْ یُصِیْبَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌo

"بے شک اللہ جانتا ہے جو تم میں سے چپکے نکل جاتے ہیں کسی چیز کی آڑ لے کر تو ڈریں وہ جو رسول کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا ان پر دردناک عذاب پڑے"

(سورہ نور آیت ٦٣)

آپ جو فیصلہ یا حکم فرمادیں اس کا ادب یہ سکھایا کہ دل کی گہرائیوں سے اسے تسلیم کرلیا جائے۔

فَلاَ وَرَبِّکَ لاَیُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْھَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لاَیَجِدُوْ فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo

"اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہونگے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ آپ حکم فرمائیں اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں

اور جی سے مان لیں''

(سورہ نساء آیت ٦٥)

وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ ط وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًاO

''نہ کسی مسلمان مرد کو اور نہ کسی مسلمان عورت کو یہ حق پہنچتا ہے اللہ اور اس کا رسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملے کا کچھ اختیار ہو۔ اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا بے شک وہ صریح گمراہی میں مبتلا ہوگیا''

(سورہ احزاب آیت ٣٦)

آیت بالا میں بھی یہ صراحت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ بے اختیار نہیں بلکہ ان کے سامنے ہم مجبور و بے اختیار ہیں امید ہے کہ اب ان لوگوں کا دماغ کا بخار اتر چکا ہوگا جو اپنے شیخ فرتوت کے اس عقیدے کو حرز جاں بنائے بیٹھے ہیں کہ

''جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں''

(تفویت الایمان صفحہ ٣٦)

آپ تو آپ' آپ کے بلانے اور طلب فرمانے کا یہ ادب اور احترام سکھایا خواہ کیسی ہی حالت میں کیوں نہ ہوں فوراً حکم پاتے ہی حاضر ہوجائیں اگرچہ نماز ہی میں کیوں نہ ہوں۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ ج

'' اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہوجاؤ جب رسول تمہیں بلائیں اس چیز کی طرف جو تمہیں زندگی بخشے''

(سورہ انفال آیت ٢٤)

سبحان اللہ! کیا شانِ محبوب ہے حکم دیا جارہا ہے کہ اللہ کے بلانے پر اور اسکے رسول کے بلانے پر حاضر ہوجاؤ لیکن کب......؟

ارشاد ہوا جب میرے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہیں بلائیں۔

معلوم ہوا رسول کے بغیر خدا تک پہنچنا تو بڑی دور کی بات۔ بلکہ رسول ﷺ کے بغیر قرب خداوندی کا سوچنا بھی خام خیالی کے سوا کچھ نہیں۔

آپ کو باپ کہنے سے اس لئے منع فرمایا کہ آپ کو رسول کہنے میں ادب زیادہ ہے۔

مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ الرَّسُوْلَ اللّٰہِ

''محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں وہ اللہ کے رسول ہیں''

(سورہ احزاب آیت ۴۰)

آپ کی شان بہت بلند ہے بھائی تو بھائی ''رسول'' کے مقابل آپ کو باپ کہنا بھی بے ادبی اور آپ کی شان میں گستاخی ہے۔(۱)

یہ آپ کی تعظیم ہی کی وجہ سے ہے کہ آپ کے ظاہری وصال فرماجانے کے بعد آپ کی ازواجِ مطہرات کو مسلمانوں پر حرام کردیا گیا نیز آپ ہی کی تعظیم کے پیش نظر آپ کی ازواج مطہرات سے کسی بھی چیز کو پردے کے پیچھے سے طلب کرنے کا حکم دیا۔

---

(۱) غور فرمایئے قرآن کریم کی یہ آیت واضح طور پر بتارہی ہے کہ اللہ کے نزدیک حضور سید عالم ﷺ کو باپ کہنے سے زیادہ رسول کہنا پسند ہے۔لیکن ان حرماں نصیبوں کا کیا کیا جائے جو جناب نبی کریم ﷺ کو بڑا بھائی کہنے پر مصر ہیں۔جیسا کہ اسماعیل دھلوی نے اپنی کتاب میں لکھا کہ:

''اولیاءٗ انبیاءٗ امامٗ امام زادےٗ پیر اور شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے'' (تقویت ایمان صفحہ ۴۹)

اسماعیل دہلوی کی اس خرافات کو عین قرآن کی منشاء قرار دینے کیلئے شاہ عبدالقادر نام کے ان ہی حضرات کے کوئی بزرگ ہیں موصوف نے اسماعیل دہلوی صاحب کی ان واہیات پر حاشیہ چڑھاکر یہ لکھا کہ: ''قرآن پاک میں ہے کہ ''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ'' سب مومن آپس میں بھائی ہیں۔ (حاشیہ تقویت ایمان)

اگر موصوف کا قرآن کریم کی آیت سے استدلال کو درست قرار دے کر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ قرآن نے مومن کو دوسرے مومن کا بھائی قرار دیا ہے لہٰذا جو مومن ہے وہ دوسرے مومن کا بھائی اور حضور علیہ السلام بھی مومن ہیں لہٰذا آپ بھی ہمارے بھائی ہوئے تو پھر انہیں چاہئے کہ یہ اللہ کو بھی بھائی کہا کریں اس لئے کہ قرآن کریم میں اللہ کو بھی مومن کہا گیا ہے۔

ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ ''وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں' بادشاہ نہایت پاک سلامتی دینے والا' امان بخشنے والا'' (سورہ حشر آیت ۲۳)

لہٰذا دیوبندی حضرات صرف حضرات انبیاء و اولیاء ہی کو بھائی کہنے پر اکتفا نہ کریں بلکہ ان بھائیوں کی فہرست میں اللہ کو بھی شامل کردیں اور اللہ کو بھی بھائی کہا کریں کیونکہ اللہ بھی مومن ہے اگر کوئی ان پر اعتراض کرے تو انہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں فوراً یہ آیت دلیل کے طور پر پیش کردیا کریں کہ ''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ'' سب مومن آپس میں بھائی ہیں اور اللہ بھی مومن لہٰذا ہمارا بھائی۔ (نعوذ باللہ من جھالتھم)

(مصنّف)

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝

''اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو اس میں زیادہ ستھرائی ہے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی اور تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ اللہ کے رسول کو ایذا دو اور نہ تمہیں اس بات کی اجازت ہے کہ انکے بعد کبھی ان کی ازواج سے نکاح کرو بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے''

(سورہ احزاب آیت ۵۳)

کوئی ان سے نکاح کر بھی کیسے سکتا ہے اس لئے کہ:

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

تمام مسلمانوں کو یہ ادب سکھایا گیا کہ ہمارا حبیب جو کچھ کہے بے چوں و چرا اس پر عمل کر گزرو اس میں اپنی عقل و قابلیت کو ہرگز دخل نہ دو۔

وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

''اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے''

(سورہ حشر آیت ۷)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے رحمت، مغفرت اور گناہوں سے معافی کے طلب گاروں کو یہ ادب سکھایا کہ اے رحمت و مغفرت کے طلب گارو! کہیں ایسا نہ ہو کہ منہ اٹھائے سیدھا ہماری بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ بلکہ ہمارے محبوب کریم کے پاس پہلے جاؤ ان سے سفارش اور وسیلے کی بھیک مانگو اور اگر میرا حبیب تمہاری سفارش کردے تو جبھی تم پر رحمتوں اور بخششوں کی بارش برسائی جائے گی۔

ایسا اس لئے فرمایا تاکہ آپ کی عظمت و رفعت کا سکہ چلتا رہے کوئی آپ کی تعظیم و ادب

کومسلمانوں کے دلوں سے ختم کرنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

''اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول انکی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے''

(سورہ نساء آیہ ۶۴)

آپ کی تعظیم و ادب کو اللہ تعالیٰ نے تمام عبادات پر تقدم بخشا۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝

''بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سنانے والا تاکہ اے لوگو! تم اللہ و رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو''

(سورہ فتح آیت ۹)

یہی نہیں بلکہ آپ کی تعظیم کو قرآن کریم کی اتباع سے بھی مقدم رکھا۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِىْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

''پس جو ایمان لائیں اس (رسول علیہ السلام) پر اور ان کی تعظیم کریں اور ان کی مدد کریں اور اس نور کی اتباع کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی فلاح پانے والے ہیں''

(سورہ اعراف آیت ۱۵۷)

ان دونوں آیات میں ہمیں تین کام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

پہلا کام یہ ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں دوسرا کام یہ ہے کہ ہم رسول کائناتﷺ کی تعظیم و توقیر کریں تیسرا کام یہ ہے کہ ہم خدمت دین، اتباع قرآن کریم اور صبح و

شام اللہ کی تسبیح بیان کریں یعنی دیگر عبادات ادا کریں ایمان کو سب سے مقدم رکھا اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان کے بغیر تعظیم مفید نہیں۔

اور حضور سرور کونین ﷺ کی تعظیم و توقیر کی بجا آوری کو تبلیغ دین، اتباع قرآن اور تمام عبادات سے مقدم رکھا اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے ادب اور آپ کی تعظیم کی بجا آوری کے بغیر شب و روز کی تلاوت، عمر بھر کی عبادت اور زمانے بھر کی فضیلت سب بے کار اور مردود ہو جاتی ہیں لہذا ہمیں غفلت سے آنکھ کھول دینی چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ ذرا سی

ے اُونچی آواز ہوئی عمر بھر کا سرمایہ گیا

آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والوں کو گفتگو کرنے کا یہ ادب سکھایا کہ جب وہ کوئی بات کریں تو خبردار! آواز اونچی نہ ہونے پائے ورنہ عمر بھر کے اعمال اور ایمان کے برباد ہونے کی خبر تک نہ ہو سکی ہوگی۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْنَO

" اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو"

(سورہ حجرات آیت ۲)

معلوم ہوا سرکار رسالت مآب ﷺ کی بارگاہ کا ادب و احترام اور آپ کی تعظیم کا پورا پورا لحاظ و پاس رکھا جائے ورنہ خرمن اعمال اور چمن ایمان کو خاک سیاہ میں تبدیل ہونے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

گفتگو کرنے والوں میں سے جو پست آواز سے کلام کرتے ہیں وہی ادب و احترام کرنے

والوں میں سے ہیں اور انہی کے اعمال و ایمان اور انہی کو بخشش و مغفرت کی بشارت سے نوازا گیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰیط لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌo

''بے شک جو لوگ اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں رسول اللہ کے پاس یہی وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کیلئے پرکھ لیا ہے ان کیلئے بخشش اور بڑا ثواب ہے''

(سورہ حجرات آیت ۳)

قرآن کریم کی ان تمام آیات نے یہ بات عیاں کردی کہ حضور سید عالم کی تعظیم و توقیر ادب و احترام اور آپ کا اجلال و اکرام ہم پر فرض ہے نیز یہ کسی انسان کا اپنا ذاتی مفروضہ نہیں بلکہ خود رب کائنات نے اس کی تعلیم ارشاد فرمائی۔

لہٰذا ہماری بھلائی اسی میں ہے کہ ہم ان ضابطوں، قوانین اور رب کائنات کی طرف سے ملنے والی اس تعلیم کے تحت ہی اپنے شب و روز گزاریں اور اگر ہم نے اپنی عقل وعلم پر ناز و فخر کرتے ہوئے قرآن کریم کی آیات سے گستاخی رسالت پر استدلال کیا یعنی آیات کے ایسے معنٰے بیان کیئے کہ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ ہو فقط ہم اپنے باطل نظریات اور فاسد اعتقادات کو صحیح اور عوام الناس سے ان کی درستگی کی سند حاصل کرنے کی ہوس کا شکار ہوں تو پھر تباہی اعمال اور بربادی ایمان کو ہمارا مقدر بننے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

اب اس موضوع پر چند احادیث پیش کی جاتیں ہیں۔

حضرت عُروَہ بن مسعود اسلام قبول کرنے سے قبل صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کرام کی تعظیم رسول ﷺ سے بہت زیادہ متاثر ہوئے اور آکر صحابہ کرام کے طرز عمل کے متعلق اپنی قوم سے کہنے لگے۔

وَاللّٰہِ لَقَدْ وَ فَدْتُّ عَلَی الْمُلُوْکِ وَوَفَدْتُّ عَلٰی قَیْصَرَوَ کِسْریٰ وَالنَّجَاشِیِّ وَاللّٰہِ اِ رَاَیْتُ مَلِکاً قَطُّ تَعَظَّمَہٗ اَصْحَابُہٗ مَایُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا

"(اے میری قوم) خدا کی قسم! مجھے (بڑے بڑے) بادشاہوں کے درباروں میں جانے کا اتفاق ہوا ہے میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار بھی دیکھے ہیں خدا کی قسم میں نے ہرگز کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے چاہنے والے لوگ اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی تعظیم محمد (ﷺ) کے صحابہ محمد (ﷺ) کی کرتے ہیں"

(صحیح بخاری شریف جلد۲ زرقانی علی المواہب)

مزید انہی سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ:

وَاِذَا اَمَرَهُمُ ابْتَدَرُوْا اَمْرَهٗ وَاِذَا تَوَضَّاءَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وُضُوْئِهٖ وَاِذَا تَكَلَّمَ خَفِضُوْآ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ وَمَا يَحِدُّوْنَ النَّظْرَ اِلَيْهِ تَعْظِيْمًا لَّهٗ وَاِنَّهٗ قَدْ عَرَضَ عَلَيْكُمْ خُطَّةَ رُشْدٍ فَاقْبَلُوْهَا

"اور جب وہ کوئی حکم کرتے ہیں تو وہ تعمیل کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کے پانی پر وہ اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپس میں لڑ پڑیں گے اور جب وہ بات کرتے ہیں تو سب اپنی آوازیں پست کر لیتے ہیں اور ان کی تعظیم و ادب کی وجہ سے کوئی ان کی طرف تیز نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا (لہٰذا اے میری قوم) انہوں نے تم پر رشد و ہدایت کا کام پیش کیا ہے تو تم اس کو قبول کرلو"

(صحیح بخاری شریف جلد دوئم)

توحید کے ان سچے محافظوں کا ایک اور طرز عمل ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَجْلِسُ مَعَنَا فِى الْمَسْجِدِ يُحَدِّثُنَا فَاِذَا قَامَ قُمْنَا قِيَامًا

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور سید عالم ﷺ مسجد میں ہمارے ساتھ باتیں کرتے پھر جب آپ (جانے کیلئے) کھڑے ہوتے تو ہم بھی سب آپ کے ساتھ کھڑے ہوجاتے"

(مشکوٰۃ شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک ضعیف العمر شخص نبی کریم ﷺ سے ملاقات

کرنے آیا لوگوں نے اسے جگہ دینے میں دیر کی تو نبی کریم نے فرمایا:

لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَیُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا

''وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے چھوٹوں پر رحم نہ کیا اور بڑوں کی تعظیم نہ کی''

(جامع ترمذی جلد اوّل صفحہ ۹۰۱)

غور فرمایئے! عمر کے لحاظ سے ضعیف شخص جو کہ معاشرے میں تعظیم کا مستحق ہوتا ہے۔ اس کی تعظیم میں معمولی سی کوتاہی برتنے والوں پر حضور علیہ السلام ناراضگی کا اظہار فرما کر ان سے اعلانِ لاتعلقی فرما رہے ہیں اور جنہیں اللہ رب العزت نے عظمت وعزت کی بلندیاں عطا فرمائی ہوں تو ان کی تعظیم وتوقیر سے منہ پھیرنے والوں اور جو ان کی تعظیم کو بجالانے والوں پر شرک و بدعت کے فتوے لگا کر لوگوں کے دلوں سے ان نفوس قدسیہ کی تعظیم کا جذبہ ختم کرنے کی ناپاک جسارت کریں تو ان خفتہ بختوں پر اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام کا کس قدر غضب نازل ہوتا ہوگا؟ جس کا اندازہ اوپر کی حدیث سے لگایا جاسکتا ہے۔

منصب اور مقام کے لحاظ سے اپنے سے بلند اور افضل لوگوں کا ادب اور ان کی تعظیم کا حکم خود حضور سید عالم ﷺ نے ہمیں دیا۔

حضرت سعد بن معاذ ؓ کو حضور سید عالم ﷺ نے اپنی بارگاہ میں طلب فرمایا جب وہ آئے تو آپ نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا۔

قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ اَوْ قَالَ خَیْرِکُمْ فَقَعَدَ عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ

''اپنے سردار یا فرمایا اپنے بہتر آدمی (کی تعظیم) کیلئے کھڑے ہو جاؤ پس وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آ بیٹھے''

(صحیح بخاری شریف جلد ۲ کتاب الاستئذان)

اگر کسی کے سردار ہونے کی وجہ سے اس کی تعظیم کیلئے کھڑا ہونا روا ہے تو حضور سید عالم اس اعزاز واکرام کے سب سے زیادہ لائق ہیں کہ آپ تو تمام مخلوقات کے سردار ہیں۔

اور جہاں تک بہتر اور آپ کے افضل ہونے کا تعلق ہے تو اس کیلئے اتنا ہی کہہ دینا کافی

ہے کہ:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

لہٰذا آپ کی تعظیم و توقیر کیلئے تعظیماً کھڑا ہونا تو بدرجہ اولیٰ ضروری اور لازم ہے۔

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

''میں کہتا ہوں کہ اہل فضل کی آمد کے وقت تعظیماً کھڑا ہونا مستحب ہے اس کے متعلق احادیث موجود ہیں۔ اور اس کی ممانعت میں صراحت کے ساتھ کوئی چیز ثابت نہیں''

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ:

''اس حدیث سے اہل علم و فضل اور اشراف لوگوں کیلئے تعظیماً قیام کرنے پر جمہور علماء کا اتفاق و اجماع ہے۔''

(اشعۃ اللمعات جلد۴)

علامہ بدر الدین محمود عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

''اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سلطان یا حاکم مسلمانوں کے سردار کی تعظیم کا حکم دے اور سلطان کی مجلس میں اہل فضل کی تعظیم کرنا اور ان کی تعظیم کیلئے اٹھنا جائز ہے اور تمام لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے سردار کی تعظیم کریں''

(عمدۃ القاری جلد۲۲)

علامہ علاؤ الدین الحصکفی حنفی لکھتے ہیں:

''آنے والے کی تعظیم کیلئے اٹھنا جائز ہے بلکہ مستحب ہے'' جیسا کہ عالم کے سامنے پڑھنے والے طالبعلم کو تعظیماً کھڑا ہونا مستحب ہے''

(درمختار)

امام حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''امام بیہقی نے فرمایا ہے کہ تعظیم اور تکریم کے قصد سے قیام کرنا جائز ہے جیسا کہ انصار نے حضرت سعد کیلئے تعظیماً قیام کیا۔''

(فتح الباری شرح صحیح بخاری)

ان تمام تصریحات سے ثابت ہوا کہ ایسا کوئی شخص جو کسی بھی وجہ سے کسی شرف و بزرگی یا کسی بھی فضیلت کا حامل ہو تو اس کیلئے تعظیماً قیام کرنا جائز ہے اور اسی پر علمائے اسلام کا اجماع ہے"

حضرت امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

مِنْ تَعْظِیْمِ الصَّحَابَةِ لَهٗ ﷺ لَمَّا اَذِنَتْ قُرَیْشٌ لِعُثْمَانَ ؓ فِی الطَّوَافِ بِالْبَیْتِ حِیْنَ وَجَّهَهٗ اِلَیْهِمْ فِی الْقَضِیَّةِ اَبٰی وَقَالَ مَاکُنْتُ لِاَفْعَلَ حَتّٰی یَطُوْفَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

"صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضور سید عالم ﷺ کی تعظیم جو کی ان میں سے منجملہ یہ بھی ہے کہ (جب حضرت عثمان کو آپ نے حدیبیہ سے صلح کے معاملے میں مکہ بھیجا تو) کفار قریش نے حضرت عثمان کو طواف کعبہ کرنے کو کہا تو آپ نے طواف کعبہ سے انکار کردیا اور فرمایا جب تک حضور سید عالم ﷺ اس کا طواف نہیں کریں گے میں طواف نہیں کروں گا"

(کتاب الشفاء جلد۲)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا انْظُرْنَا

"اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو حضور ہم پر نظر رکھیں"

(سورہ بقرہ آیت۱۰۴)

"راعنا" کی ممانعت کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ:

نُهُوْا عَنْ قَوْلِهَا تَعْظِیْمًا لِلنَّبِیِّ ﷺ

"حضور سید عالم ﷺ کی تعظیم اور تکریم ہی کی وجہ سے صحابہ کرام کو "راعنا" کہنے سے منع فرمایا گیا"

(کتاب الشفاء جلد۲)

صحابہ کرام کا آپ کے حق میں ادب و احترام کا یہ حال تھا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ سے مروی ہے کہ:

كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَعُوْنَ بَابَهٗ بِالْاَظَافِرِ

''جناب نبی کریم ﷺ کے صحابہ آپ کے دروازے پر ناخنوں سے دستک دیتے تھے''

(نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض جلد۳)

حضرت علامہ حسین بن ابراہیم مکی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضور سید عالم ﷺ کیلئے تعظیماً کھڑا ہونے کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

اِسْتَحْسَنَهٗ كَثِيْرٌ مِّنَ الْعُلَمَآءِ وَهُوَ حَسَنٌ لِمَا يَجِبُ عَلَيْنَا تَعْظِيْمُهٗ ﷺ

''اس (قیام تعظیمی) کو بہت سے علماء نے مستحسن رکھا اور وہ بہتر ہے کیونکہ ہم پر حضور سید عالم ﷺ کی تعظیم واجب ہے''

(اقامۃ القیامۃ)

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

تَعْظِيْمُ النَّبِيِّ ﷺ بِجَمِيْعِ اَنْوَاعِ التَّعْظِيْمِ الَّتِىْ لَيْسَ فِيْهَا مُشَارَكَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى فِى الْاُلُوْهِيَّةِ اَمْرٌ مُسْتَحْسِنٌ عِنْدَ مَنْ نَوَّرَ اللّٰهُ اَبْصَارَهُمْ

''نبی کریم ﷺ کی تعظیم جمیع تعظیم کی اقسام کے ساتھ ہر طرح مستحسن امر ہے بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں مشارکت نہ ہو ان ہی کے نزدیک (یہ تعظیم روا ہے کہ) جن کی آنکھوں کو اللہ تعالیٰ نے نور بخشا ہے''

(جوہر منظم۔ اقامۃ القیامۃ)

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

فَاَوْجَبَ اللّٰهُ تَعَالٰى تَعْزِيْرَهٗ وَتَوْقِيْرَهٗ وَاَلْزَمَ اِكْرَامَهٗ وَتَعْظِيْمَهٗ

''اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم ﷺ کی حرمت اور توقیر کو واجب قرار دیا اور ان کی تکریم و تعظیم کو لازم فرمایا ہے''

(کتاب الشفا جلد۲)

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

قَدْ قَالَ لِیْ سَیِّدِی اَبُوْ مُحَمَّدٍ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی لَمَّا دَخَلَ مَسْجِدَ الْمَدِیْنَۃِ مَاجُبِلْتُ فِیْ الْمَسْجِدِ اِلَّا الْجُلُوْسَ فِیْ الصَّلٰوۃِ اَوْ کَلامًا ھٰذَا مَعْنَاہُ وَمَا زَلْتُ وَاقِفًا ھُنَاکَ حَتّٰی رَحِلَ الْمَرْکَبَ

"مجھ سے میرے سردار ابو محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا میں جب مسجد مدینہ (یعنی مسجد نبوی) میں داخل ہوا (تو سرکار دو عالم ﷺ کے ادب کی وجہ سے) نماز کے قعدہ کے علاوہ نہ بیٹھا (وہاں جتنے بھی عرصے رہا) برابر کھڑا رہا جب تک قافلے نے کوچ نہ کیا"

(کتاب الشفاء۔اقامۃ القیامۃ)

کَانَ مَالِکٌ رضی اللہ عنہ لَایَرْکَبُ دَابَّۃً بِالْمَدِیْنَۃِ وَ کَانَ یَقُوْلُ اَسْتَحْیِی مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی اَنْ اَطَاتُوْبَۃً فِیْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِحَافِرِ دَابَّۃٍ

"امام مالک رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں سواری پر سوار نہ ہوتے تھے اور فرماتے مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ جس زمین میں حضور سید عالم ﷺ آرام فرماہیں اور میں اسے جانوروں کے سُم سے روندوں"

(کتاب شفاء۔اقامۃ القیامۃ)

امام یوسف بن اسماعیل النبھانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"امام مالک پر حکومت وقت نے تشدد کیا جس کی وجہ سے آپ کے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کے جوڑ اکھڑ گئے تھے اور وہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے خلیفۃ المسلمین کا سفیر ان کے پاس خچر لے کر آیا تاکہ آپ اس پر سوار ہو کر خلیفہ کے پاس تشریف لے جائیں تو آپ نے اس پر سوار ہونے سے انکار کر دیا اور ارشاد فرمایا یہ (مدینہ طیبہ) وہ مقدس زمین ہے کہ جہاں میرے دل کے چین حضور سرور کونین ﷺ کے مبارک قدم لگے ہیں میں اپنے اندر ہرگز اتنی جرأت نہیں رکھتا کہ اس مقدس زمین کو خچر کے سموں سے پامال کروں دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اور ان کا سہارا لے کر شہر کے باہر خلیفۃ المسلمین کے پاس اس حال میں پہنچے کہ ان کے قدم زمین پر رگڑ کھاتے ہوئے جا رہے تھے"

(شواہد الحق صفحہ ۱۱۷)

گویا آپ کے مبارک قدم آئندہ آنے والی نسلوں کیلئے بارگاہ عزت مآب ﷺ کے ساتھ اپنی عقیدت و محبت ادب و احترام کے نہ مٹنے والے نقوش قائم کرتے جارہے تھے۔

اسی بات کو بریلی کے تاجدار قافلۂ عشق و محبت کے عظیم سالار نے اس طرح سمجھایا ہے۔

حرم کی زمین اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقعہ ہے او جانے والے

اور امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہمیں اس طرح تلقین فرمائی ہے کہ:

مِنْ اِعْظَامِهٖ وَاِكْبَارِهٖ ﷺ اِعْظَامُ جَمِيْعِ اَسْبَابِهٖ وَاِكْرَامُ مَشَاهِدِهٖ وَاَمْكِنَتِهٖ مِنْ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ وَمَعَاهِدِهٖ وَمَالَمَسَهٗ ﷺ اَوْ عُرِفَ بِهٖ

''حضور سید عالم ﷺ کی تعظیم و توقیر میں سے یہ بھی ہے کہ وہ تمام چیزیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نسبت رکھتی ہیں ان کی تعظیم کی جائے اور مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے جن مقامات کو آپ نے مشرف فرمایا ان کا بھی ادب و احترام کیا جائے اور جن جگہوں میں آپ نے قیام فرمایا اور وہ ساری چیزیں کہ جن کو آپ کے دست مبارک نے چھوایا وہ آپ کے کسی عضو سے مَس ہوئیں یا آپ کے نام سے پکاری جاتی ہیں۔ ان سب کی تعظیم و تکریم کی جائے''

(کتاب الشفا جلد ۲)

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی ذات بہت اَرفَع و اعلیٰ ہے ہم پر تو ان چیزوں کا ادب و احترام بھی واجب ہے کہ جن کو آپ سے منسوب ہونے کا شرف حاصل ہوا جیسا کہ ابھی آپ نے حضرت امام قاضی عیاض کی تصریح ملاحظہ فرمائی اور یہی حکم ہمیں قرآن کریم بھی ارشاد فرماتا ہے کہ ہم ان تمام چیزوں کا ادب و احترام کریں ملاحظہ فرمایئے۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ

''اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کیلئے اس کے رب کے یہاں یہ بہتر ہے''

(سورہ حج آیت ۳۰)

اس آیت میں ہمیں ان چیزوں کی تعظیم کی تلقین فرمائی گئی کہ جن چیزوں کو رب کائنات

نے کوئی اعزاز بخشا ہو یا ان اشیاء کو بارگاہِ ربوبیّت میں حرمت عظمت حاصل ہو۔

دوسری آیت ملاحظہ فرمایئے۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ o

''اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے''

(سورہ حج آیت ۳۲)

یہاں ہمیں شعائر اللہ کی تعظیم اور ادب کرنے کا عندیہ دیا گیا۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ:

وَشَعَائِرِهٖ اَلَّتِیْ جَعَلَهَا اَمَارَات بَیْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ

''جن چیزوں سے حق و باطل میں فرق اور ان کی شناخت ہو سکے وہ سب چیزیں شعائر اللہ میں داخل ہیں''

اب آیئے چند شعائر اللہ کی نشاندہی جو قرآن کریم نے ارشاد فرمائی اسے ملاحظہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ

''بے شک صفا و مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں''

(سورہ بقرہ آیت ۱۵۸)

صفا اور مروہ مکہ مکرمہ میں موجود دو پہاڑوں کے نام ہیں اور وہ اللہ کے شعائر میں داخل اور یہ دونوں اور ان میں موجود سب کچھ تعظیم و احترام کے لائق ہے اور یہ بات بھی سب پر عیاں ہے کہ ان دونوں پہاڑوں کو حضرت سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ حضرت سیدتنا ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مبارک قدموں سے نسبت حاصل ہے کہ وہ یہاں دوڑیں تھیں۔

غور فرمایئے صفا و مروہ ان کے پتھر اور ان کی خاک اس لئے شعائر اللہ میں داخل ہیں کہ انہیں اللہ کی ایک نیک بندی اور ولیہ کے قدموں کو چومنے کا شرف حاصل ہے اور اسی وجہ سے ان کی تعظیم لازم اور ان دونوں پہاڑوں کی بے ادبی کو حلال سمجھنا کفر تو پھر وہ مدینہ منورہ کہ جسے ایک آدھ بار نہیں بلکہ بار بار حضور سرور کائنات ﷺ کے مبارک قدموں کو بوسے دینے کا شرف

حاصل ہوا تو پھر مدینہ طیبہ کے گلی، کوچے، درو دیوار دشت وصحرا نیز آپ کے دیگر آثار وتبرکات شعائر اللہ میں داخل کیونکر نہ ہوں گے؟

صفا اور مروہ کو ایک ولیہ کی وجہ سے عظمت وعزت کی بلندیاں حاصل ہوجائیں۔ تو ہر کوئی اسے روا سمجھنے میں کوئی تامل محسوس نہ کرے تو پھر جس مدینہ منورہ کی زمین کو سب سے افضل رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے شرف و بزرگی، عظمت وفضیلت حاصل ہوئی تو اسی مدینہ طیبہ کی تعظیم وتکریم سے آج لوگوں کو کیوں روکا جارہا ہے؟ کیوں آج مسلمانوں سے مسلمانوں کے نبی محترم کے آثار وتبرکات کی تعظیم بجالانے پر دلیل کا مطالبہ کیا جارہا ہے؟

اگر صفا و مروہ کی تعظیم وتکریم کے وجوب کی دلیل حضرت سیدتنا ہاجرہ کی نسبت ہے تو پھر حضور سید عالم ﷺ کے آثار وتبرکات کی تعظیم وتکریم کے وجوب پر اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ یہ آثار وتبرکات آپ کی طرف منسوب ہیں۔

مزید قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللهِ

"اور قربانی کے فربہ جانوروں کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں میں سے بنایا ہے"

(سورہ حج آیت ۳۶)

ذرا توقف فرمایئے اور سوچئے قربانی کے یہ جانور یعنی اونٹ، گائے وغیرہ اللہ کے شعائر میں داخل اور ان کی تعظیم واجب تو پھر حضرات انبیاء و اولیاء کے آثار وتبرکات، ان سے منسوب مقامات، ان کی عبادت گاہیں اور ان کے مزارات شعائر اللہ میں کیونکر داخل نہ ہونگے؟ ان سب اشیاء کی تعظیم اور ان کا ادب کیونکر واجب اور لازم نہ ہوگا؟ ان کی بے ادبی کرنا کیسے جائز ہوسکتی ہے؟ یا ان اشیاء کے ادب و احترام کو توحید کے منافی سمجھنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

پس ہمارے اکابرین کا طرز عمل اس بات پر دلیل ہے کہ حضرات اہل اللہ کی طرف منسوب آثار وتبرکات ان کی عبادت کے مقامات اور ان کے مزارات خاص کر حضور سید عالم ﷺ کے تمام آثار وتبرکات بالخصوص مدینہ طیبہ بھی شعائر اللہ میں داخل ہے جبھی تو امام

مالک ﷺ نے مدینہ طیبہ کے ادب و احترام کا اتنا اہتمام والتزام کیا۔

حضرت امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

وَاعْلَمْ اَنَّ حُرْمَةَ النَّبِیِّ ﷺ بَعْدَ مَوْتِہٖ وَتَوْقِیْرِہٖ وَتَعْظِیْمِہٖ لَازِمٌ كَمَا كَانَ حَالُ حَیَاتِہٖ وَذَالِکَ عِنْدَ ذِکْرِہٖ وَذِکْرِ حَدِیْثِہٖ وَ سُنَّتِہٖ وَسَمَاعِ اسْمِہٖ وَسِیْرَتِہٖ ﷺ

''جان لو! بے شک نبی کریم ﷺ کی عزت و حرمت اور آپ کی تعظیم و توقیر آپ کے انتقال کے بعد بھی اسی طرح لازم ہے جس طرح آپ کی ظاہری حیات میں ضروری اور لازم تھی اس (تعظیم) کا اظہار بالخصوص آپ کے ذکر اور آپ کی حدیث کی تلاوت اور آپ کی سنت اور آپ کے نام اور آپ کی سیرت کے سننے کے وقت (ضرور) ہونا چاہئے''

(کتاب الشفاء جلد۲)

یہ حضور سید عالم ﷺ کی تعظیم اور آپ کا ادب اور احترام ہی تھا کہ ہمارے اکابرین اسلام ہر ہر معاملے میں آپ کی خاطر تعظیم و احترام کو بجالانے میں بڑی سختی کے ساتھ اہتمام فرماتے۔

حضرت امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ:

كَانَ مَالِکُ بْنُ اَنَسٍ لَایُحَدِّثُ بِحَدِیْثِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اِلَّا وَھُوَ عَلٰی وَضُوْءٍ

''حضرت امام مالک ﷺ (حضور سید عالم ﷺ کی تعظیم و تکریم ہی کی وجہ سے) بغیر وضو حدیث شریف بیان نہیں فرماتے تھے''

(کتاب الشفاء جلد۲)

اور حدیث شریف کے درس کی خاطر آپ نیا لباس زیب تن فرماتے' خوشبو لگاتے' غسل فرماتے اور ایک اونچے تخت پر بڑے باوقار انداز سے جلوہ افروز ہوتے اور حدیث شریف کی تعظیم ہی کی وجہ سے آپ اس تخت پر درس حدیث کے علاوہ نہ بیٹھتے تھے حضرت مطرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں جب اس کی وجہ امام مالک سے پوچھی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

اُحِبُّ اَنْ اُعَظِّمَ حَدِیْثَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ

''میں چاہتا ہوں کہ اسطرح جنابِ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی تعظیم کروں''

امام حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ:

حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا کہ:

مَاوَضَعْتُ فِی کِتَابِ الصَّحِیْحِ حَدِیْثًا اِلَّا اغْتَسَلْتُ قَبْلَ ذٰلِکَ وَصَلَّیْتُ رَکْعَتَیْنِ

''بخاری شریف میں ہر حدیث لکھنے سے پہلے میں نے غسل کیا اور دو رکعت نماز پڑھی''

(فتح الباری شرح صحیح بخاری)

امام قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''جب آپ کا ذکر کیا جائے یا آپ کا نام لیا جائے یا سنا جائے تو ادب و احترام برقرار رکھا جائے تواضع' عاجزی اور انکساری کا اظہار کیا جائے کیونکہ ہر محبّ اپنے محبوب کا ذکر ادب و احترام اور تواضع سے کرتا ہے جیسا کہ صحابہ کرام آپ کا ذکر نہایت خشوع وخضوع سے کرتے یہاں تک کہ ان کے رونگھٹے کھڑے ہوجاتے اور ان پر گریہ طاری ہوجاتا یونہی اکثر تابعین کی حالت تھی، تابعین کے بعد مشائخ و علمائے عظام اور عشاق نہایت محبت و شوق بصد ادب و احترام سے ذکر کرتے''

(جواہر البحار جلد ۳)

قرأت حدیث کے وقت کسی کیلئے تعظیماً کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

''امام ابن الحاج قدس سرہ نے ''المدخل'' میں فرمایا کہ یہ اس لئے ہے کہ اس میں حضور سید عالم ﷺ کے آداب احترام پر دوسرے کو ترجیح ملتی ہے اور غیر کی طرف توجہ کرنے سے آپ ﷺ کی حدیث میں رکاوٹ لازم آتی ہے جو کہ ادب و احترام کی کمی کا مشعر ہے خاص کر بدمذہب کیلئے کھڑا ہونا (سخت) سوئے ادبی ہے جب کہ سلف صالحین کی یہ حالت تھی کہ احترام حدیث نبوی ﷺ کی خاطر نہ تو حدیث چھوڑتے اور نہ ہی کسی قسم کی حرکت کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر ان کے جسم پر کوئی تکلیف پہنچ جاتی وہ اس تکلیف پہنچنے پر مکمل تحمل و برداشت کا مظاہرہ کرتے۔

(جواہر البحار جلد ۳)

حضرت امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ ''حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ'

امام مالکؒ، اور بزرگوں کی ایک جماعت بے وضو قرأت کو مکروہ جانا کرتے تھے“

حضرت علامہ ابن ابی اویس قدس سرہ سے جب اسی بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا۔

”مجھے یہ بہت پسند ہے کہ حدیث رسول علیہ السلام کی عظمت برقرار رہے اسی لئے میں باوضو اور باوقار طریقہ سے حدیث بیان کرتا ہوں“

(جواہر البحار جلد۳)

”اور امام اعمشؒ کی تو یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب آپ بے وضو ہوجاتے تو تیمّم کرلیتے تھے امام نبہانی فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک و تردد نہیں کہ حضور سید عالمﷺ کے ذکر پاک، حدیث پاک، اسم گرامی اور آپ کی سیرت پاک کے سننے کے وقت ویسا ہی احترام، تعظیم اور توقیر لازم ہے جیسی کہ آپ کی مجلس مبارک میں حاضری کے وقت ہوتی تھی“

(جواہر البحار جلد۳)

غور فرمایئے ہمارے اکابرین حضور سید عالمﷺ ہی کے ادب و احترام کے پیش نظر احادیثِ نبویہ کی عظمت برقرار رکھتے تھے۔

لیکن ہم جس معاشرے میں شب و روز گزار رہے ہیں ہمارے اردگرد ایسے ”شقی القلب“ لوگوں کی کمی نہیں جو احادیث نبویہ ہی کو عظمت نبوت اور حرمت رسالت پر حملہ آور ہونے کیلئے بطور ہتھیار استعمال کرتے ہیں اور احادیث نبویہ وہ اسی ناپاک ارادے سے بیان کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہوجائیں کہ غیر اللہ کی تعظیم بالخصوص حضرات انبیاء و اولیاء کا ادب و احترام انسان کو شرک کے گڑھے میں گرادیتا ہے۔

احادیث نبویہ کی عظمت و ادب تو کجا یہ اپنے شب و روز ہی اس نکتے کی تبلیغ میں صرف کررہے ہیں کہ ”نبی“، ”ولی“ کی تعظیم فقط بڑے بھائی جیسی کرو۔ معاذ اللہ

ہم نے قرآن و احادیث، اکابرین اسلام کے واقعات و ارشادات کی روشنی میں یہاں تک قدرے تفصیل کے ساتھ تعظیم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کلام کیا ہے اب اسی سلسلے میں ہم جو

آپ کو سمجھانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ غفلت کی نیند سے بیدار کرنے کیلئے ہمارے لئے حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کا واقعہ ہی کافی ہے

ابلیس جس نے لاکھوں برس عبادت میں اور ریاضت میں گزارے ذکر و اذکار، درس و تبلیغ میں صرف کیئے جسے معلم الملکوت کی مسند پر بٹھایا گیا جس کے آگے پیچھے حصول علم و برکت کیلئے ملائکہ صفیں باندھ کر پھرا کرتے۔

لیکن اس کے باوجود آن واحد میں آسمانِ عزت کی بلندیوں سے غار ذلت کی پستیوں میں کیوں پھینکا گیا؟ اس کی وجہ کیا تھی؟

کون نہیں جانتا کہ اس ظالم نے فقط ایک لمحے کیلئے تعظیم نبی سے منہ پھیرا پھر جو اس کا حشر ہوا وہ سب کے سامنے ہے۔

قرآن کریم نے اس واقعہ کو متعدد مقامات پر بیان کیا کسی بات کو بار بار دہرانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کوئی اس بات سے غافل نہ رہے۔

کسی جرم کی پاداش میں کسی کو ملنی والی سزا کا بار بار ذکر کرنا یہ اسی لئے ہوتا ہے کہ تا کہ دوسروں پر اس جرم کی حساسیت اور نزاکت مخفی نہ رہے اور دوسرا کوئی اس جرم کا ارتکاب نہ کر بیٹھے۔

لہٰذا قرآن کریم میں حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کے واقعے کو بار بار دہرانے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ہمیں گستاخی رسالت کے جرم کی نزاکت کا احساس ہوجائے اور ہم یہ جرم کرنے کی جرأت نہ کرسکیں اور ہماری آنکھیں کھل جائیں نیز ہم پر یہ راز بھی کھل جائے کہ لمحے بھر کا یہ جرم لاکھوں برس کی عبادت و ریاضت، درس و تبلیغ اور جہاں بھر کی فضیلت کو ملیامیٹ کر کے رکھ دیتا ہے نبی کی شان سے منہ پھیرنے والے کی عمر بھر کی نیکیوں اور زمانے بھر کی فضیلتوں کو حرفِ غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیا جاتا ہے۔

گستاخیِ رسول کے باعث لمحے بھر کیلئے چلنی والی بادصَرصَر اعمال صالحہ کی فصل اور ایمانِ کاملہ کے باغ کو خاک سیاہ بنا کر رکھ دیتی ہے۔

وہ ابلیس جو کبھی عابد تھا' زاہد و عالم تھا' معلم الملکوت تھا' ولی کامل تھا گستاخی نبوت کے بعد اب وہ کچھ بھی نہیں رہا۔

پہلے حصول علم و برکت کیلئے فرشتے جس کے آگے پیچھے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے۔

لیکن اب عام انسان کو بھی ارشاد ہو رہا ہے کہ اس سے پناہ مانگو...... اللہ اکبر!!

ایک عالم کو اور عابد و زاہد کو بے ادبی کہاں سے کہاں لے گئی ابلیس کو ملعون و مردود قرار دے کر جنت سے دھتکار دیا گیا اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنمی بنا دیا گیا۔

ابلیس کی ذلت و رسوائی اور بربادی کا سبب ''عظمت نبوت'' ہی اس لئے اس نے جناب آدم اور حضرت آدم علیہ السلام کے جانشینوں یعنی حضرات انبیاء اور وارثین انبیاء حضراتِ اولیاء کرام ہی کو حریف سمجھا اور بارگاہِ ربّ العزت میں یہ ظالم قسم کھا بیٹھا کہ:

لَاَقۡعُدَنَّ لَهُمۡ صِرَاطَكَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ٥

''میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر ان (کو گمراہ کرنے) کیلئے بیٹھوں گا''

(سورہ اعراف آیت ۱۶)

ہمیں جبھی تو فرمایا گیا ہے کہ ہم نماز کی ہر رکعت میں اللہ سے سیدھی راہ پر استقامت کی دعا کیا کریں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ ہم یوں عرض کریں کہ:

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ٥ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ

''ہم کو سیدھا راستہ چلا راستہ ان کا جن پر تو نے انعام کیا''

انعام کس پر کیا؟ ان کی بھی نشاندہی قرآن کریم نے کردی ارشاد ہوا۔

اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ

''اللہ کا انعام ہے انبیاء پر صدیقین پر شہداء پر اور صالحین پر''

(سورہ نساء ۶۹)

بات وہیں لوٹ کر آ گئی کہ اس ملعون نے انہی لوگوں کو گمراہ کرنے کی قسم کھائی کہ جو حضرات انبیاء و اولیاء کے معتقدین ہیں گویا اس کو دوسرے پیرایئے میں یوں سمجھئے کہ اس مردود

نے یہ قسم کھائی کہ میں انہی لوگوں کو گمراہ کروں گا جو تیرے انبیاء و اولیاء کی طرف آئیں گے۔

لہٰذا اس نے انہی حضرات کو اپنا حریف سمجھا اور اپنی تباہی و بربادی کا ذمہ دار انہی حضرات کو قرار دیا جس طرح پلک جھپکتے ہی اس کا سب کچھ برباد ہوگیا لہٰذا اسے بھی کسی کے ذخیرہ اعمال اور سرمایۂ ایمان کو برباد کروانے کا آسان نسخہ اور ذریعہ ہاتھ آ گیا اور وہ فقط یہی تھا کہ لوگوں کو عظمت نبوت پر حملہ آور ہونے کیلئے برانگیختہ کیا جائے۔

چوری، زنا، شراب نوشی، نمازوں کا ترک، قتل و خونریزی، بغاوت و فساد وغیرہ نافرمانیوں سے اسے وہ کچھ حاصل ہوتے ہوئے نظر نہ آیا جو اس نے فقط ایک لمحے کی گستاخی نبوت کے بدلے میں ملتے دیکھا تو اس کی رال ٹپکی اور اس نے بھی فقط اسی ایک نکتے پر خاص توجہ دینے کی ٹھان لی۔

اور اب اس کا سارا زور فقط لوگوں کو یہی باور کرانے میں صرف ہورہا ہے کہ ''نبی و رسول'' کچھ بھی نہیں بس ہر معاملے میں صرف ''اللہ ہی اللہ''

یہ وہی توحید تھی کہ جس کے اقرار و اظہار نے اسے مؤحد کی مسند نہیں ملحد ہونے کی سند دے ڈالی۔

ابلیس نے بھی ''عظمت نبوت'' اور نبی کی تعظیم و تکریم کو توحید کے منافی قرار دیا اور آج وہ اپنے اسی عقیدے اور نظریے کی تبلیغ اپنی چھوڑی ہوئی جماعت سے بڑے زور و شور سے کروارہا ہے اس کے چیلے اپنے ''گرو'' سے ملنی والی توحید کو بڑی عرق ریزی سے پھیلانے میں مصروف ہیں اور اپنے ''معنوی پدر'' کے مشن کو بڑی محنت سے پھیلارہے ہیں اس کے چیلے لوگوں کے دلوں کے تعلق کو حضرات انبیاء و اولیاء سے توڑ رہے ہیں لوگوں کی زبانوں کو ان حضرات کی جناب میں گستاخ بنارہے ہیں اور لوگوں کو حضرات انبیاء و اولیاء کی عظمتوں اور حرمتوں پر حملہ آور ہونے کیلئے آمادہ کرکے یہ تاثر دے رہے ہیں کہ ایسا کرنا عین توحید ہے حضرات اہل اللہ کی عظمتوں کا مزاق اڑانے کے مکروہ فعل کو یہ لوگ توحید کا تقاضہ قرار دے رہے ہیں اس سے بھی بڑھ کر قابل نفرت

اور مکروہ ان مولویوں، محرروں اور واعظین کی آوازیں اور تحریریں ہیں جو خود کو توحید کا محافظ ظاہر کر کے قرآن کریم اور احادیث نبویہ کو حضراتِ انبیاء و اولیاء کی عظمتوں اور حرمتوں سے جنگ کرنے کیلئے بطور ہتھیار استعمال کرتے ہیں اور جو قرآن و حدیث کا مطالعہ ہی اس ناپاک ارادے سے کرتے ہیں کہ انہیں کوئی ایسی آیت یا حدیث مل جائے تا کہ عظمت نبوت کو گھٹانے کا ذریعہ ہاتھ آجائے اور اس طرح وہ اپنے باطل نظریات اور فاسد عقائد کا پرچار کر سکیں۔

یقیناً وہ بڑے بدبخت لوگ ہیں جو اپنی شقاوت باطنی اور قساوت قلبی کے ہاتھوں مجبور ہو کر حضرات انبیاء و اولیاء بالخصوص جناب نبی کریم ﷺ کیلئے بازاری الفاظ بڑی بے حیائی اور بے باکی سے اپنی تقریروں اور تحریروں میں استعمال کرتے ہیں صفحات کی سیاہی کے ساتھ اپنے نامہ اعمال کو بھی سیاہ کرنے میں شب و روز مصروف ہیں لوگوں کو شرک سے بچانے کا جھانسہ دے کر بارگاہ رسالت میں گستاخ بنانے میں مصروف ہیں۔

ملاحظہ فرمایئے ایسے ہی ایک بازاری، بے حیا اور ضمیر کے سوداگر کا عقیدۂ رذیلہ۔

" بمقتضائے ظلمٰت بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ" از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بهتر است وصرف همت بسوئے شیخ وامثال آن از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندین مرتبه بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است که خیال آن باتعظیم واجلال بسوید ای دل انسان می چسپد بخلاف خیال گاؤ وخر که نه آنقدر چسپیدگی می بود ونه تعظیم بلکه مهمان و محقر می بود واین تعظیم واجلال غیر که درنماز ملحوظ و مقصود می شود بشرک میکشد"

(صراط مستقیم فارسی صفحہ ۹۵)

''صراطِ مستقیم'' نامی کتاب فارسی زبان میں ہے اس وقت ہمارے سامنے مختلف مکتبوں کی طرف سے شائع شدہ اس کتاب کے دو نسخے رکھے ہوئے ہیں ایک نسخے میں یہ عبارت صفحہ ۹۵ پر اور دوسرے نسخے میں یہی عبارت صفحہ ۸۶ پر مرقوم ہے بہر حال کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ عبارت اصل کتاب سے من وعن نقل کی گئی ہے ان لوگوں کی طرف سے اس کا اردو ترجمہ بھی کیا

جاچکا ہے اب آیئے اس ترجمہ شدہ کتاب سے اس عبارت کو ملاحظہ کرتے ہیں۔

" بمقتضائے ظلمٰت بعضها فوق بعض "زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا انہی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگادینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے کیونکہ شیخ کا خیال تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ لے جاتی ہے"

(صراط مستقیم اردو صفحہ ۱۶۹)

آپ نے اردو کا محاورہ ''ننگ و ناموس کو خیر باد کہنا'' تو سنا ہوگا اگر نہیں سنا تو اس عبارت میں جو زبان استعمال کی گئی ہے اس زبان میں کلام کرنے والے کو آپ کیا کہیں گے؟

بہر حال آپ کچھ بھی کہیں یا سمجھیں ہمارے ہاں ایسی زبان استعمال کرنے والے ہی کے متعلق یہ محاورہ بولا جاتا ہے اور مزید یہ کہ ایسی باتیں کرنے والا ہمارے یہاں بے حیا تصور کیا جاتا ہے بہر حال ہم اس بحث کو طول دینا نہیں چاہتے کہ وہ اور کیا کیا سمجھا جاتا ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ وہ اچھا نہیں سمجھا جاتا۔

آپ ملاحظہ فرمائیں یہ ہے ایمان سوز اور کفر افروز ابلیسی توحید کا ایک نمونہ کہ جس کی آڑ لے کر ابلیس کے یہ چیلے حضرات انبیائے کرام اور اولیائے عظام بالخصوص حضور سرور کونین ﷺ کی عظمت پر دل میں چھپے ''بغض رسول'' کے زہر میں بجھا بجھا کر اپنے عقائد و نظریات کے زہریلے تیروں کو پھینکنے میں مصروف ہیں۔

الفاظوں کو اگر زبان مل جاتی تو وہ خود ہی اپنے پڑھنے والوں کو اس کے دل میں موجود بغض رسول کو چیخ چیخ کے آشکارا کردیتے اسکے الفاظ خود ہی اس کے ماتھے پر ''گستاخِ رسول'' ہونے کی مہر ثبت کردیتے۔ کسی کو اس کی بغاوت آشکارا کرنے کی ہرگز زحمت نہ اٹھانا پڑتی۔

آپ اسی عبارت کو ہی لے لیجئے کہ نمازی کو وساوس سے اور شرک سے بچنے کا کتنا

خطرناک مشورہ دیا جارہا ہے لوگوں کو توحید کے نام پر دھوکہ دے کر کتنے عیارانہ اور مکارانہ طریقے سے بہکایا جارہا ہے اور نمازی کو کتنا غلیظ مشورہ دیا جارہا ہے کہ اگر کسی نمازی کو دورانِ نماز زنا کا خیال آجائے تو وہ اپنی بیوی سے مجامعت کا تصور جمالے۔

کتنی بے شرمی کی بات ہے کہ کوئی ہاتھ باندھے اپنے رب کے حضور کھڑا نماز ادا کررہا ہو اسے یہ مشورہ دیا جارہا ہو کہ جب تمہیں نماز میں زنا کا خیال آئے تو تم فوراً اپنی بیوی سے مجامعت کا خیال کرلو کیونکہ یہ خیال زنا کے خیال سے بہتر ہے۔

اگر واقعی اس نظریہ کے پیچھے نمازی کو وساوس اور برے خیالات ۔سے بچانے کا سچا جذبہ کارفرما ہوتا تو موصوف نمازی کو ہر قسم کے خیالات دوران نماز ذہن میں لانے سے بڑی سختی سے منع کردیتے اس لئے کہ اگر نماز میں زنا کا خیال برا ہے تو بیوی سے مجامعت کا خیال کیونکر نماز کی قبولیت کا سبب ہوسکتا ہے؟

بہرحال یہ تو موصوف اور اس کے چیلے ہی بہتر جانتے ہوں گے کہ نماز کے اندر زنا و مجامعت زوجہ کے خیالات ان کیلئے کتنے لطف و سرور کا باعث ہیں اور ان کیلئے نماز میں کتنا خشوع وخضوع کا سامان فراہم کرتے ہونگے معلوم نہیں کہ ان لوگوں کو زنا کے خیالات سے پیچھا چھڑانے کی یہ ترکیب کیوں سوجھی؟

اندر کی بات تو کافی حد تک باہر والے بھی سمجھ چکے ہوں گے کہ آخر یہ لوگ ان خیالات میں کیوں ڈوب جاتے ہیں ان دونوں باتوں سے تعلق ہے جبھی تو خیالات کا جہاں آباد ہے۔

ایسی نماز اور ایسے خیالات موصوف اور اس کے چیلوں ہی کو مبارک......!

خیر اگر بات چل نکلی ہے تو ضمناً ہم اس ''رنگین'' مزاج توحیدی کا ایک اور نظریہ بھی پیش کیئے دیتے ہیں لیجئے ملاخطہ فرمایئے موصوف اپنی دوسری رسوائے زمانہ کتاب ''تقویت الایمان'' میں بڑی عجیب وغریب بات لکھتے ہیں کہ:

''اس دنیا میں سب گناہ گاروں نے گناہ کیئے ہیں کہ فرعون بھی اس دنیا میں تھا اور ہامان

بھی اس میں بلکہ شیطان بھی اس میں ہے پھر یوں سمجھے کہ جتنے گناہ ان سب گناہ گاروں سے ہوئے ہیں سو ایک آدمی وہ سب کچھ کرلے لیکن شرک سے پاک ہو تو جتنے اس کے گناہ ہیں اللہ صاحب وتنی ہی اس پر بخشش کرے گا''

چند سطور نیچے لکھتے ہیں کہ:

''سو جان لینا چاہئے کہ جس کی توحید کامل ہے اس کا گناہ وہ کام کرتا ہے کہ اوروں کی عبادت وہ کام نہیں کرسکتی''

(تفویت الایمان صفحہ ۲۱'۲۲)

چلئے جناب جان ہی چھوٹ گئی بس صرف توحید پکی کرنے پر توجہ دیں اور گناہوں پر کمر بستہ ہوجائیں کیونکہ جس کی توحید پکی ہوگی اس کا گناہ وہ کام کرتا ہے کہ اوروں کی عبادت وہ کام نہیں کرسکتی۔

اب بتایئے اگر ایسے ہی رنگین مزاج مبلغین توحید جنم لیتے رہے تو پھر ڈھونڈھے سے بھی کوئی نمازی نہیں ملے گا سارے ہی توحید کامل کرکے سیدھا شراب و شباب کی محفلوں کا رخ کرتے ہی ملیں گے مجھے بتایئے اس توحیدی کی اس رعایت کے بعد نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج' جہاد' ذکر و تلاوت یا دیگر اعمال صالحہ کو کرتا ہو کیا آپ کسی کو دیکھ پائیں گے......؟ ہرگز نہیں

اس لئے کہ موصوف کے اسی اصولِ فضول کے تحت سارے ہی بخشش و رحمت کے حصول کیلئے فرعون' ہامان اور شیطان کو گناہوں کے میدان میں چاروں شانے چت کرنے کی ترکیبیں سوچ رہے ہوں گے ہر کوئی گناہوں کی دوڑ میں ان سے آگے نکلنے میں نت نئے حربے استعمال کرنے پر کمر بستہ نظر آئے گا تو پھر ایسے میں کسی کو ضرورت ہی کیا پڑی ہے کہ وہ بخشش کے اس ذریعے کو چھوڑ کر مسجدوں کا رخ کرے؟

موصوف کی یہ بات تو خاص طور پر نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ:

''جتنے اس کے گناہ ہیں اللہ صاحب وتنی ہی اس پر بخشش کرے گا''

مطلب یہ ہوا کہ بخشش گناہوں کے تناسب سے ہوگی جو جتنا گناہوں کے میدان میں

کامیاب ہوگا اسے رحمت اور بخشش بھی اتنی ہی ملے گی اگر گناہ کم تو بخشش بھی کم اور اگر گناہ زیادہ تو رحمت بھی زیادہ اس پر اگر ہم اتنا مزید اضافہ کردیں تو کیا حرج ہے کہ اگر کسی کی حرماں نصیبی نے مزید رنگ دکھایا اور گناہوں کی دوڑ میں وہ فرعون' ہامان اور شیطان کو پیچھے چھوڑنے میں کامیاب ہوگیا تو پھر بخشش و رحمت میں اضافہ بھی اسے مبارک۔

اب دوسری طرف آیئے اگر کوئی بالکل ہی گناہوں سے تہی دامن رہا تو معلوم نے موصوف کے نزدیک اس بچارے کا کیا حشر ہوگا؟

بہر حال یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ ہر شئے اپنی ''ضد'' سے پہچانی جاتی ہے جیسے رات کی ''ضد'' دن ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کی پہچان ہیں اسی اصول کے تحت اس بات کو سمجھنے میں اب کوئی دشواری باقی نہیں رہ سکتی کہ اگر گناہ کے تناسب سے بخشش عطا کی جائیگی اور داخل جنت کیا جائے گا تو پھر یہ لازم آئے گا کہ نیکیوں کے تناسب سے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اس لئے کہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ نیکیاں اور گناہ ہر دو صرف بخشش ہی کا ذریعہ بنیں اگر جنت میں داخلے کا ذریعہ گناہ ہونگے تو پھر جہنم میں لے جانے کا سبب نیکیاں ہونگی اگر موصوف کے اس اصول کو مزید طول دیں تو پھر حضرات انبیاء علیہم السلام تو بالکل ہی بخشش و عطا کے مستحق نہیں بنتے اس لئے کہ بخشش تو گناہوں کے تناسب پر منحصر ہے اور یہ نفوس قدسیہ تو گناہوں سے معصوم اور بالکل پاک و صاف ہوتے ہیں لہٰذا اس اصول کے تحت یہ حضرات بخشش خداوندی کے کیسے مستحق ٹھہر سکتے ہیں؟ نعوذ باللہ من جھالتہٖ

بہر حال کسی کیلئے یہ خبر خوشی کا باعث ہو یا نہ ہو کم از کم اس کے چیلوں کو تو ''گل چھرّے اڑانا اور خوشی سے بغلیں بجانا چاہئے'' اس لئے کہ اس جاہل مصنف کے عقائد و نظریات اپنا کر پہلے ہی یہ لوگ فرعون' ہامان اور شیطان کو ''توہین نبوت'' کے میدان میں چاروں شانے چت کر بیٹھے ہیں باقی رہے اور گناہگار تو انہیں گناہوں کی دوڑ میں پیچھے چھوڑنا گویا ان کیلئے اب بائیں ہاتھ کا کام ہے۔

یہ تو حضرت ملک الموت علیہ السلام کی آمد کے بعد نظر آ ہی جائے گا کہ بخشش اور رحمت کا ذریعہ گناہ بنتے ہیں یا نیکیاں بنتی ہیں جس کے جتنے گناہ ہیں آیا اسے بخشش اتنی ملتی ہے یا عذاب؟ یہ تو قبر میں نظر آ ہی جائے گا۔

لیکن اس کے چیلوں کیلئے ہم یہ مشورہ ضرور دیں گے کہ وہ اب مسلمانوں کو مسلمان کرنے کا سلسلہ بند کر دیں اور اپنے آنجہانی حضرت کی تعلیمات اور چھوڑی ہوئی فضولیات کی تبلیغ شروع کر دیں اور پھر وہ منظر کیسا ہوگا جب یہ لوگ قریہ قریہ، گاؤں گاؤں، شہر شہر بستر اٹھائے اپنے حضرت کی اس بات کی تبلیغ کرتے نظر آئیں گے کہ:

''جتنے اس کے گناہ ہیں اللہ صاحب وتنی ہی اس پر بخشش کرے گا''

ہماری طرف سے پیشگی ہی ایسی تبلیغ اور حصولِ بخشش کا یہ ذریعہ انہی کو مبارک......!

آیئے قرآن کریم میں خود رب کائنات کا رحمت و بخشش کے حصول کا بتایا ہوا ذریعہ ملاحظہ فرمایئے۔

لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ ؕ وَلَا یَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ○

''جنہوں نے نیک اعمال کیئے ان کیلئے نیک جزا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور نہ چھائے گا۔ ان کے چہروں پر (رسوائی) کا غبار اور نہ ذلت (کا اثر) یہی لوگ جنتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے''

(سورہ یونس ۲۶)

اس آیت مبارکہ میں صاف صاف فرما دیا گیا کہ جو نیک اعمال کرے گا جنت اور نیک جزا اسی کیلئے ہے۔

دوسری آیت ملاحظہ فرمائیں۔

وَالَّذِیْنَ كَسَبُوا السَّیِّاٰتِ جَزَآءُ سَیِّئَةٍ ۢ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِیَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّیْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ○

'' اور جنھوں نے برے کام کیئے تو برائی کی سزا بھی اسی جیسی ہوگی اور ان پر ذلت چھارہی ہوگی اور اللہ کے عذاب سے انھیں بچانے والا کوئی نہیں ہوگا گویا ڈھانپ دیئے گئے ہیں ان کے چہرے کالی رات کے کسی ٹکڑے سے وہی دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے''

(سورہ یونس آیت ۲۷)

اس آیت میں صاف صاف بتادیا گیا کہ گناہ بخشش کا نہیں بلکہ ذلت کا سبب بنتے ہیں۔ لہٰذا جس کے جتنے گناہ ہونگے وہ اسی قدر ذلت میں مبتلا اور عذاب سے دوچار ہوگا۔

ایک طرف آپ اس ''رنگین مزاج'' موحد کی توحید اور حصولِ بخشش کا نسخہ و ذریعہ رکھئے اور خالق کائنات کے اس فیصلے کو سامنے رکھئے اور بتایئے ان دونوں میں زمین و آسمان کے مابین فرق سے بھی زیادہ فرق ہے یا نہیں؟

جو ذات رحمت و بخشش سے نوازے گی اس کے یہاں نیکیاں بخشش اور گناہ عذاب کا سبب ہیں اور جسے اپنے انجام ہی کا علم نہیں وہ دوسروں کیلیئے بھی یہ نسخہ تجویز کررہا ہے کہ گناہ جتنے ہونگے ''اللہ صاحب رحمت بھی وتنی ہی کرے گا''

اب فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ آپ کس کی مان کر کیا کرنا چاہیں گے؟

یہاں سے ہم پھر قطع کیئے ہوئے سلسلہ کلام کو جوڑتے ہیں اور اپنے اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں کہ اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب میں جو یہ لکھا کہ:

''بمقتضائے ظلمٰت بعضها فوق بعض'' زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے۔ شیخ یا انہی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت ماب ہی کیوں نہ ہوں اپنی ہمت کو لگادینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے کیونکہ شیخ کا خیال تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ ہی تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ لے جاتی ہے۔

(صراط مستقیم)

یہ سب کا سب نظریہ کفر والحاد کے سوا کچھ نہیں۔

آپ ملاحظہ فرمایئے کہ نادان لوگوں کو شرک کے گڑھے سے بچانے کا جھانسہ دے کر اوندھے منہ ''گستاخئ رسول'' کے عمیق اور اندھے کنویں میں گرانے کا کتنا گھناؤنا طریقہ اختیار کیا جارہا ہے نماز میں حضور سید عالم ﷺ کا تصور یا آپ کی تعظیم بجالانا یہ توحید کے منافی ہے یا عین توحید ہے؟ یہ آئندہ صفحات میں آپ پڑھ ہی لیں گے۔

لیکن یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ ایک طرف آپ عقل و ایمان کے اس دشمن کا یہ فاسد و باطل نظریہ رکھئے اور دوسری طرف اسلام کے ان سچے جاںنثاروں کا عقیدہ اور یہ عمل رکھئے اور بتایئے کہ توحید کی حفاظت کون کررہا ہے اور عقیدہ توحید کی بنیادوں کو کمزور اور مسلمانوں کو ''عظمت رسول'' سے دور کون لے جارہا ہے۔

امام بخاری اپنی ''الجامع الصحیح'' میں روایت نقل کرتے ہیں کہ:

اَنَسُ بُنُ مَالِکِ نِالْاَنُصَارِیُّ وَکَانَ تَبِعَ النَّبِیَّ ﷺ وَخَدَمَهٗ وَصَحِبَهٗ اَنَّ اَبَابَکْرٍ کَانَ یُصَلِّیْ لَهُمْ فِیْ وَجْعِ النَّبِیِّ ﷺ اَلَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْهِ حَتّٰی اِذَا کَانَ یَوْمُ الْاِثْنَیْنِ وَهُمْ صُفُوْفٌ فِی الصَّلٰوةِ فَکَشَفَ النَّبِیُّ ﷺ سِتْرَ الْحُجْرَةِ یَنْظُرُ اِلَیْنَا وَهُوَ قَآئِمٌ کَاَنَّ وَجْهَهٗ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ ثُمَّ تَبَسَّمَ یَضْحَکُ فَهَمَمْنَا اَنْ نَفْتَتِنَ مِنَ الْفَرَحِ بِرُؤْیَةِ النَّبِیِّ ﷺ فَنَکَصَ اَبُوْبَکْرٍ عَلٰی عَقِبَیْهِ لِیَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَارِجٌ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاَشَارَ اِلَیْنَا النَّبِیُّ ﷺ اَنْ اَتِمُّوْا صَلٰوتَکُمْ وَاَرْخَی السِّتْرَ فَتُوُفِّیَ مِنْ یَّوْمِهٖ ﷺ

''حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو نبی کریم ﷺ کے پیروکار، خادم اور صحابی تھے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کو نبی کریم ﷺ کی علالت کے ایام میں نماز پڑھایا کرتے تھے کہ جس (علالت) میں آپ نے وصال فرمایا یہاں تک کہ جب پیر کا روز ہوا اور وہ نماز میں صف بستہ تھے۔ تو نبی کریم ﷺ نے حجرے کا پردہ ہٹایا اور ہماری

'' طرف دیکھنے لگے۔ (اور) آپ (اپنے حجرے میں) کھڑے تھے گویا آپ کا چہرہ

قرآن کا ورق تھا۔ پھر (آپ نے) تبسم ریزی فرمائی ہم نے مصمم ارادہ کرلیا کہ ازراہ مسرت نبی کریم ﷺ کا دیدار کرتے رہیں پس حضرت ابو بکر نے یہ گمان کیا شاید آقائے دو عالم ﷺ نماز کیلئے تشریف لانے کا ارادہ رکھتے ہیں لہٰذا (وہ مصلائے امامت سے) پیچھے ہٹنے لگے لیکن آپ نے ہماری طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز پوری کرو اور پردہ گرادیا نبی کریم ﷺ نے اسی روز وصال فرمایا۔

(صحیح بخاری شریف جلد اوّل کتاب الاذان)

بخاری شریف ہی میں دوسرے مقام پر یہ بھی ہے کہ:

وَهَمَّ الْمُسْلِمُوْنَ اَنْ يَّفْتَتِنُوْا فِيْ صَلاتِهِمْ فَرَحًا بِالنَّبِيِّ ﷺ حِيْنَ رَاٰوْهُ فَاَشَارَ بِيَدِهٖ اَنْ اَتِمُّوْا ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَاَرْخَى السِّتْرَ

''صحابہ کرام نے ارادہ کیا کہ رسول خدا ﷺ کی زیارت اور دیدار کی خوشی میں نماز کوتوڑ دیں تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز کو پورا کرو پھر آپ حجرہ مقدس میں تشریف لے گئے اور پردہ گرادیا''

(بخاری شریف جلد ابواب التہجد)

بخاری شریف کی ایک اور حدیث ملاحظہ فرمایئے کہ ایک بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی کام سے تشریف لے گئے آپ کی تشریف آوری میں دیر ہوگئی یہاں تک کہ نماز کا وقت ہوگیا آگے حدیث شریف کا اصل متن ملاحظہ فرمایئے۔

فَجَآءَ الْمُؤَذِّنُ اَبٰى اَبِىْ بَكْرٍ فَقَالَ اَتُصَلِّىْ لِلنَّاسِ فَاُقِيْمَ قَالَ نَعَمْ فَصَلّٰى اَبُوْ بَكْرٍ فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسُ فِى الصَّلٰوةِ فَتَخَلَّصَ حَتّٰى وَقَفَ فِى الصَّفِّ فَصَفَّقَ النَّاسُ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ لَّايَلْتَفِتُ فِىْ صَلٰوتِهٖ فَلَمَّا اَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيْقَ اِلْتَفَتَ فَرَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنِ امْكُثْ مَكَانَكَ فَرَفَعَ اَبُوْ بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى مَااَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ ذَالِكَ ثُمَّ اسْتَاْخَرَ اَبُوْبَكْرٍ حَتّٰى اسْتَوٰى فِى الصَّفِ وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ مَّامَنَعَكَ اَنْ تَثْبُتَ اِذْ

اَمَرْتُکَ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ مَّاکَانَ لِاِبْنِ اَبِیْ قُحَافَۃِ اَنْ یُّصَلِّیْ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ

''تو مؤذن (حضرت بلال) نے حضرت ابو بکر کے پاس آ کر کہا کہ کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھا دیں گے؟ تو (آپ نے) فرمایا ہاں! چنانچہ اقامت کہی گئی پس حضرت ابو بکر نماز پڑھانے لگے تو رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور لوگ نماز میں تھے آپ آئے اور صف میں کھڑے ہو گئے لوگوں نے تالیاں بجائیں جب کہ حضرت ابو بکر صدیق نماز میں ادھر ادھر متوجہ نہیں ہوتے تھے جب لوگوں نے زیادہ تالیاں بجائیں تو وہ متوجہ ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر رہو پس حضرت ابو بکر صدیق نے ہاتھ اٹھا کر آقائے کائنات ﷺ کے اس حکم پر اللہ تعالیٰ کی حمد ادا کی اور پھر پیچھے ہٹے اور صف میں آ ملے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آگے بڑھ گئے۔ پس نماز پڑھی اور نماز سے فارغ ہو کر فرمایا اے ابو بکر! تمہیں کس چیز نے اپنی جگہ پر رہنے سے روکا؟ جبکہ میں نے حکم دیا تھا حضرت ابو بکر عرض گزار ہوئے ''ابو قحافہ کے بیٹے کیلئے یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ رسولِ خدا ﷺ کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھے''

(صحیح بخاری شریف ابواب التہجد)

ان احادیث کے تحت ہم چند باتیں عرض کریں گے:

پہلی بات تو یہ کہ اس تیرہ بخت کے نزدیک نماز میں جناب نبی کریم ﷺ کا خیال اور تصور لانا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں غرق ہونے سے اس لئے بدتر ہے کہ حضور علیہ السلام کا جب خیال آئے گا تو یقیناً تعظیم کا جذبہ بھی دل میں بیدار ہوگا اور نماز میں غیر اللہ کی یہی تعظیم شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔

عقل و فہم سے عاری اس شخص کو یہ راز کیسے سمجھایا جائے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تصور پاک اور آپ کی تعظیم شرک سے بچا کر خدا سے واصل کروا دیتی ہے اور آپ کی تعظیم ہر حالت میں ہم پر خدائے کائنات نے فرض کر دی ہے اگر چہ کوئی نماز ہی کیوں نہ پڑھ رہا ہو اس لئے کے عین نماز کی حالت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم بجا لانا اور آپ کے تصور میں ڈوب جانا یہ دونوں کام حضرات انبیاء کے بعد سب سے افضل لوگوں نے اور ان لوگوں میں

سب سے افضل ترین صحابی حضرت ابو بکر صدیق نے کیئے۔

تمام صحابہ کرام نہ صرف آپ کے خیال، وتصور میں کھوگئے بلکہ حدیث میں یہ صراحت موجود ہے کہ عین نماز ہی کی حالت میں وہ آپ کے رخِ روشن کے دیدار میں ایسے کھوگئے کہ انہوں نے دیدار کی خوشی میں نماز کو توڑنے کا ارادہ کرلیا تھا لیکن حکم رسول نے انہیں ایسا کرنے سے باز رکھا حدیث شریف سے معلوم ہورہا ہے کہ اگر انہیں حضور سید عالم ﷺ نماز مکمل کرنے کا اشارہ نہ فرماتے تو صحابہ کرام کیلئے نماز مکمل کرنا ممکن نہ تھا۔

وَهَمَّ الْمُسْلِمُوْنَ اَنْ يُّفْتَتِنُوْا فِيْ صَلَاتِهِمْ فَرَحًا بِالنَّبِيِّ ﷺ حِيْنَ رَاٰوْهُ فَاَشَارَ بِيَدِهٖ اَنْ اَتِمُّوْا

''صحابہ کرام نے ارادہ کیا کہ رسولِ خدا ﷺ کی زیارت اور دیدار کی خوشی میں نماز کو توڑ ڈالیں لیکن آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز کو پورا کرو''

حدیث شریف سے اس بات کی صراحت ہوجاتی ہے کہ اگر حکم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام آڑے نہ آتا تو صحابہ کرام دیدار رسول علیہ السلام کی خاطر نماز چھوڑ دیتے توڑ دیتے۔

یہاں تو دیوبند کا فاضل اس بات کا رونا رورہا ہے کہ نماز کی حالت میں حضور علیہ السلام کا خیال نہیں لانا چاہئے یعنی نماز کیلئے تصور کو ترک کرنا عین توحید ہے لیکن صحابہ کرام کو جو توحید اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام کی بارگاہ سے عطا ہوئی ان کے نزدیک جناب رسول اللہ ﷺ کی خاطر نماز کو چھوڑ دینا عین توحید اور ایمان تھا۔

به بیں تفاوتِ راه از کجاست تابه کجا

اس شخص کے نزدیک عین نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم بجالانا شرک ہے جبکہ صحابہ کرام نے عین نماز ہی کی حالت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم بجالائی جبھی تو انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق کو جناب رسول اللہ ﷺ کی آمد کی اطلاع دی اور پھر حضرت ابو بکر صدیق عین نماز ہی کی حالت میں مصلائے امامت سے آقائے کائنات ﷺ کی تعظیم وعظمت ہی کے پیش نظر پیچھے ہٹ آئے۔

صحابۂ کرام کو اگر جناب رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ادا کرنا مقصود نہ تھی تو عین نماز کی حالت میں ان کا یہ طرز عمل اور کیا معنیٰ رکھتا ہے؟

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق صحابۂ کرام یہ اعتراف کرر ہے ہیں کہ آپ نماز میں کہیں اور متوجہ نہ ہوتے تھے گویا نماز کی حالت میں کہیں اور متوجہ ہونا آپ نماز کی قبولیت اور آداب کے منافی سمجھتے تھے لیکن نماز ہی کی حالت میں آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف متوجہ ہوئے آپ کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے یہ طرز عمل اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ آپ نماز کی خاطر سرکار دو عالم ﷺ کی تعظیم اور ادب سے غفلت و کوتاہی کو نہ صرف قبولیت نماز کے بلکہ ایمان و توحید کے بھی منافی سمجھتے تھے اور عین نماز میں بھی ''عظمت رسول'' کے پیش نظر اس کوتاہی کو کسی طرح بھی اپنی آخرت کے حق میں بہتر نہ سمجھتے تھے نیز حدیث شریف میں ہے کہ نہ صرف صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف متوجہ ہوئے بلکہ نماز ہی کی حالت میں آپ کی طرف دیکھا بھی۔

وہ حجرہ اقدس جہاں ایام علالت میں آقائے کائنات ﷺ جلوہ افروز تھے۔ وہی حجرہ آج گنبد خضراء کے روپ میں قبلہ ایمان اور قرار اہل ایمان بنا ہوا ہے اور خدائے بزرگ و برتر کے انوارات و برکات کا مرکز بنا ہوا ہے۔

وہ حجرہ مقدسہ مسجد کے قبلہ والی سمت نہیں بلکہ مشرقی جانب ہے لہذا اس طرف حضور علیہ السلام کی طرف دیکھنا نہ صرف آنکھوں بلکہ چہروں کو بھی قبلے سے پھیرے بغیر ممکن نہ تھا اور حدیث شریف میں ہے کہ صحابہ کرام نے دیدار رسول علیہ السلام کی خاطر نماز کو توڑ دینے کا ارادہ کیا لیکن حضور علیہ السلام نے انہیں ایسا کرنے سے اشارہ فرما کر منع کر دیا۔ حضور علیہ السلام کا صحابہ کرام کو اشاروں سے سمجھانا اور صحابہ کرام کا آپ کے اشاروں کو سمجھنا اور دیکھنا یہ ساری صورتِ حال اس بات کو واضح کرتی ہے کہ تمام صحابہ کی نظریں عین نماز کی حالت میں جائے سجدہ پر نہیں بلکہ آپ کے رخِ روشن پر مرکوز تھیں اور اس وقت صحابہ کرام کے چہرے کعبے کی طرف نہیں بلکہ

اپنی شرقی جانب رونق افروز اللہ کے حبیب ﷺ اور کعبہ کے کعبہ کی طرف پھرے ہوئے تھے۔

کوئی ذی فہم اس حقیقت کا انکار نہیں کرسکتا کہ طاعت و عبادت، ایمان و اسلام کا حقیقی قبلہ تو آپ کی ذات ہی ہے کسی خاص سمت کو متعین کر کے اللہ کی عبادت کرنے کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ خدا صرف اسی ہی سمت ہے خدا کیلئے کسی جہت و سمت کا تعین کرنا اکابرین اسلام نے اس نظریہ پر کفر و الحاد کا فتویٰ دیا ہے۔

کعبۃ اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے میں بھی ہر مسلمان کی یہی نیت ہوتی ہے کہ ہمیں کعبۃ اللہ رخ پر نماز پڑھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور اس رخ پر نماز پڑھنا اللہ کے حکم کی تعمیل کر کے اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے اور حقیقی نیکی یہ نہیں کہ انسان کسی خاص سمت منہ کر کے عبادت کرے بلکہ اصل نیکی یہی ہے کہ انسان کی نظریں اللہ کے رسول علیہ السلام پر مرکوز رہیں اور اس بات کے انتظار میں رہے کہ کب کیا حکم ہو تا کہ میں اسے بجالاؤں خود قرآن کریم اس بات پر شاہد ہے کہ:

لَيْسَ الْبِرَّاَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

''مشرق اور مغرب کی طرف تمہارا منہ کرلینا نیکی نہیں''

(سورہ بقرہ ۱۷۷)

یہ حقیقت ہے کہ اصل میں نیکی کا تعلق ایمان اور قلب کی خاص کیفیت سے ہے چنانچہ آپ بھی اس مسئلہ سے واقف ہوں گے کہ کوئی ایسے مقام پر ہو جہاں اسے رخ قبلہ معلوم نہ ہوسکے تو جس سمت اس کا دل جم جائے نماز پڑھ لے نماز ہوجائے گی۔

پس معلوم ہوا اگر جسم کا قبلہ یا اس کا رخ معلوم نہ ہوسکے تو پھر دل کے قبلے کی طرف متوجہ ہونا لازم ہے ثابت ہوا نیکی کا حقیقی تعلق صرف دل سے ہی ہے دل کا اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام کی طرف متوجہ ہونا ہی اصل نیکی ہے نہ کہ جسم کو خاص سمت پھیرنے کا نام اصل نیکی ہے تحویل، قبلہ میں بھی ایک حکمت یہی پوشیدہ تھی تا کہ رب کائنات ہم پر عبادت و نیکی کا حقیقی مفہوم عیاں فرمائے چنانچہ ارشاد ہوا کہ:

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ۔

''اور جس قبلہ پر آپ تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے''

(سورہ بقرہ آیت ۱۴۳)

گویا تحویل قبلہ کا حکم ایک کسوٹی تھی جس نے کھرے کھوٹے کو الگ الگ کر دیا ایمان کی سند اسی کو ملی جس نے قبلے سے منہ پھیر کر رسول اللہ پر نظریں مرکوز لیں اور ملحد وہی قرار پایا جو جناب رسول اللہ سے پھر کر قبلہ رخ ہی کھڑا رہا۔

اس صورت حال کے پیش نظر صحابۂ کرام اور بالخصوص حضرت ابو بکر صدیق سے یہ کب ممکن تھا کہ وہ دل کے قبلے سے پھر کر جسم کے قبلے کی طرف رخ کیئے کھڑے رہتے؟

مزید یہ کہ اگر واقعی ایسا کرنا توحید کے منافی تھا تو حضور علیہ السلام کو صحابۂ کرام کو سمجھانا ضروری تھا کہ وہ آئندہ ایسا کرنے سے باز رہیں۔

لیکن صحابہ کرام کے اس طرز عمل پر واقف ہونے کے باوجود آپ صحابہ سے یہ ارشاد نہیں فرمارہے کہ اے میرے صحابہ کیا میں نے تمہیں توحید کا درس نہیں دیا؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ نماز خالص اللہ کی عبادت ہے اور اللہ کی عبادت کی ادائیگی کے وقت غیر اللہ کی طرف دھیان کرنا یا اس کی تعظیم کرنا یہ شرک ہے اور تم نے تو حد ہی کر دی کہ خیال تو خیال بلکہ نماز میں قبلے سے چہروں کو پھیر کر میرے دیدار میں مشغول ہو گئے۔ اے صحابہ کیا تمہیں میری یہ حدیث یاد نہ رہی نمازی نماز میں یہ یقین رکھے کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے اور تم لوگ مجھے دیکھنے میں مصروف ہو گئے۔

صحیح ہے میری تعظیم کرو لیکن خبردار نماز کی حالت میں میری تعظیم نہ کرنا کہ یہ شرک ہے چلو جو ہوا سو ہوا وہ تو شکر ہے کہ میں نے اپنی ظاہری حیات کے آخری دن تمہیں شرک کرتے پکڑ لیا ہے ورنہ میرے بعد تم لوگ کیا کیا نہ کرتے چلو سب واپس کلمہ توحید پڑھو اور نئے سرے سے مسلمان ہو جاؤ۔

نہیں! نہیں! آقائے کائنات نے اسلام کے ان سچے پیروکاروں اور توحید کے ان سچے

علمبرداروں کا جب یہ طرز عمل دیکھا تو مسکرائے کہ جو توحید انہیں میں نے سمجھائی تھی اس پر یہ سختی کے ساتھ کاربند ہیں اول حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے اسی روز وصال فرمایا گویا آخری لمحات میں آپ کا صحابہ کرام کے اس طرز عمل سے خوش ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ عین نماز کی حالت میں دل و دماغ کو آپ کے خیالات سے معطر کرنا اور عین نماز میں آپ کی تعظیم بجالانا یہ شرک نہیں عین توحید ہے یہ شرک نہیں عین ایمان ہے یہ شرک نہیں بلکہ اس طرح ذات خداوندی کی رضا اور قرب خداوندی کا سامان کرنا ہے اور مزید یہ کہ آپ ﷺ اس طرح کرنے پر خوش ہوئے اگر یہ شرک ہوتا تو ضرور بانی اسلام ایسا کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمادیتے یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ آپ گناہوں پر اور شرکیہ کاموں پر خوشی کا اظہار فرمائیں۔ معاذ اللہ

دیوبند کے شیخِ فرتوت نے اپنے قول باطل کی یہ توجیہہ کی ہے کہ شیخ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل سے چمٹ جاتا ہے جبکہ بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کرلے جاتی ہے۔

اس شخص کی پیش کردہ یہ توجیہہ انتہائی لغو اور بے ہودہ ہے کیونکہ یہ بات ہر ذی فہم اور صاحب علم جانتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے تصور کے وقت آپ کیلئے دل میں جو تعظیم پیدا ہوتی ہے اس تعظیم کا فقط یہی ایک سبب ہے کہ آپ اللہ کے رسول، خلیفہ اور نائب اعظم ہیں پس ہر صاحب ایمان آپ کی تعظیم اسی عظمت و رفعت کے پیش نظر بجالاتا ہے اور یہی تعظیم ہم پر فرض ہے اور یہی فرض اپنے ادائیگی کے سلسلے میں زمان و مکان، تمام حالات و کیفیات سے مستثنیٰ ہے ہر صاحب ایمان پر اس فرض کی ادائیگی ہر حال، ہر جگہ، ہر وقت ضروری ہے تعظیم کی یہ شق ہرگز شرک نہیں اس میں نماز یا غیر نماز کی تخصیص کرنا جہالت کے سوا کچھ نہیں۔ ہر حالت میں یہ تعظیم جائز ہے۔

اس کے برخلاف اگر کوئی آپ کو معبود و مسجود یا اللہ تعالیٰ کی کسی بھی صفت میں شریک مان کر آپ کی تعظیم بجالائے تو یقیناً یہ تعظیم شرک ہے چاہے ایسی تعظیم کوئی نماز میں بجالائے یا نماز

کے باہر بہر حال یہ شرک اور ایسا شخص مشرک ہے۔

لیکن تعجب تو اس شخص پر ہے کہ تعظیم رسول علیہ السلام اس کے نزدیک صرف نماز میں شرک ہے نماز کے باہر شرک نہیں اس کوڑھ مغز کو کون یہ بات سمجھائے کہ جو فعل نماز میں شرک کا حکم رکھتا ہے وہی نماز سے باہر بھی شرک ہی کہلائے گا۔

یہاں پر اس کے علاوہ اور کیا بات صادق آسکتی ہے کہ:

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اسے منظور ہے بڑھانا تیرا

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ○

''اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے''

(سورہ حج آیت ۳۲)

جو لوگ آیاتِ قدرت' اور شعائر اللہ کی تعظیم کرتے ہیں اس تعظیم کو اللہ تعالیٰ نے تعظیم کرنے والوں کے دلوں میں خوفِ خدا اور محبت الٰہی کے موجود ہونے کی علامت قرار دی۔

ہم پچھلے صفحات میں یہ عرض کر چکے ہیں کہ صفا و مروہ بھی شعائر اللہ میں سے ہیں۔ اور احادیث میں یہ صراحت موجود ہے کہ صفا و مروہ کی عظمت اور سبب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک ولیہ جناب اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یکے بعد دیگرے پانی کی تلاش میں ان دونوں پہاڑوں پر بے قرار ہوکر دوڑیں تھیں بس یہی وہ سبب ہے جس نے کوہِ صفا اور کوہِ مروہ کو شعائر اللہ میں داخل کردیا اور اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں پہاڑوں کو معظم اور مکرم بنادیا۔

مختصر یہ کہ آج اگر کوئی نمازی نماز میں تلاوت کے دوران یہ آیت تلاوت کردے کہ

''بے شک صفا اور مروہ شعائر اللہ میں سے ہیں''

تو ظاہر ہے کہ صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کی طرف ذہن بھی جائے گا اور ان کا خیال فوراً

نماز میں آ جائے گا اور اس کے ساتھ یہ آیت بھی ہمارے سامنے آ جائے گی۔

''جوشعائر اللہ کی تعظیم کرتے ہیں یہ ان کے دلوں کی پرہیزگاری سے ہے''

اب اس صورت حال میں کون کہہ سکتا ہے کہ اس مقام پر دل میں خود بخود صفا و مروہ کی تعظیم کا جذبہ یا احترام کا خیال نہ آئے گا؟ ظاہر ہے جب صفا اور مروہ کا ذکر آئے اور پھر اس کے ساتھ ان کی تعظیم کا حکم سامنے آئے تو یقیناً دل میں ان کیلئے تعظیم کا جذبہ بیدار ہوگا تو وہ کون سا نمازی ہوگا جو اس موڑ پر آ کر شرک سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائے؟

دوسری بات اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے یہ ارشاد فرمائی کہ:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰاهِمَ مُصَلًّی ط

''اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ''

(سورہ بقرہ آیت ۱۲۵)

فِیْهِ اٰیٰتٌم بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ج

''اس میں (یعنی مسجد حرام میں) کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ''

(سورہ آل عمران ۹۷)

کون نہیں جانتا کہ مسجد حرام میں رکھا ہوا وہ پتھر کہ جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقدس پیر کا نقش ہے وہی تو مقام ابراہیم کہلاتا ہے اور ہمیں اسی مبارک نقش کے سامنے نماز ادا کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اس پتھر کے قریب نماز پڑھنے کا حکم اسی لئے دیا گیا ہے کہ اس پتھر کو بارگاہ رب العزت میں عظمت و تکریم حاصل ہے اور اس عظمت کا سبب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک پیر کا نقش مبارک ہے لہٰذا اس کے معظم ہونے کا سبب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات ٹھہری۔

کوئی بھی نمازی جب قرآن کریم کے اس حکم کے پیش نظر مقام ابراہیم پر نماز ادا کرے گا تو یہ امر لازمی ہے کہ اس نقش مبارک سے اس کا ذہن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم اور قدم سے آپ کے مبارک وجود پر جائے گا کوئی بھی نمازی اس مبارک نقش کو دیکھنے کے بعد یا قرآن

کریم کے اس حکم کو سننے کے بعد نماز ہی میں یہ خیال لائے بغیر رہ ہی نہیں سکتا اور یہ سوچے بغیر آگے بڑھ ہی نہیں سکتا کہ جس پیر کا ''نقش پا'' بارگاہ رب العزت میں اتنا معظم ہے کہ اسے اپنے گھر میں رکھ کر ہمارے لئے اپنی کتاب میں یہ حکم ارشاد فرمادیا کہ ہم اس کے سامنے نماز ادا کریں تو وہ قدم پھر اس قدم کا پورا جسم بارگاہ رب العزت میں کتنا معظم اور لائق تکریم ہوگا؟

مجھے بتایئے مقام ابراہیم پر نماز ادا کرنے واال وہ کون سا ایسا نمازی ہوگا جو تصورات و خیالات کی اس شاہراہ سے نہ گزرے؟ اور جب آپ کیلئے آپ کی عظمت وحرمت کے پیش نظر دل و دماغ میں ایسے خیالات وتصورات کسی کے ذہن میں آئیں تو کون اس حقیقت سے انکار کرسکتا ہے کہ عین نماز کی حالت میں آپ کی تعظیم وتکریم کا جذبہ دل میں بیدار نہ ہو؟ ظاہر ہے ان خیالات وتصورات کا سبب آپ کی عظمت بنی تو ان تصورات کے بعد آپ کی تعظیم کیونکر دل میں پیدا نہ ہوگی؟

قرآن کریم میں سینکڑوں آیات اور سینکڑوں مقامات پر اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم ﷺ کی عظمت و جلالت آپ کی فضیلت و بلندی اور تمام مخلوقات پر برتری کو بہت ہی دلکش انداز والفاظ میں بیان فرمائی ہے نمازی ان آیات کو جب تلاوت کرے گا یا ان مقامات پر پہنچے گا تو آپ کے تصور میں مستغرق ہوئے بغیر کیسے رہ سکتا ہے؟ خاص کر جب وہ عین نماز میں قعدہ کی حالت میں ''اَلسَّلامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُه'' پر پہنچے گا تو اس کے دل و دماغ کو حضور سید عالم ﷺ کے خیالات وتصورات کا مسکن بننے سے کون باز رکھ سکتا ہے؟

یقیناً ضرور اس کی توجہ آپ کی طرف جائے گی اب وہ کون سا نمازی ہوگا کہ نماز میں ان سینکڑوں آیات و مقامات پر پہنچنے کے بعد آپ کا تصور اور خیال لائے بغیر ہی گزر جائے یا آپ پر ''تشہد'' میں سلام عرض کرتے وقت آپ کے تصور سے محظوظ ہوئے بغیر ہی آگے بڑھ جائے؟

اس شرک پھوڑا کے پاس شرک سے بچنے کا یہی ایک راستہ رہ جاتا ہے کہ یہ قرآن کریم کی ان آیات ہی کا انکار کردے کہ جن آیات میں حضرات انبیاء کرام بالخصوص حضور سید

المرسلین ﷺ کا ذکر اور آپ کی عظمت، وفضیلت کا بیان ہوا ہے نیز آپ کی تعظیم واحترام ہی سے منہ موڑ لے اب اگر اسے نماز میں خیال آ بھی گیا تو یہ عظمت وتعظیم کی وجہ سے نہیں آئے گا بلکہ حقارت وتوہین کی وجہ سے آئے گا اس بات کی یہ پہلے ہی صراحت کر چکا ہے کہ جو خیال حقارت کی وجہ سے نماز میں آئے وہ دل سے چمٹتا نہیں اور اس کے نزدیک یہ شرک بھی نہیں لہٰذا یہ اسی طرح اگر نماز پڑھے تو پھر شرک سے بچ سکتا ہے ورنہ بصورت دیگر شرک کے گڑھے میں اسے گرنے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

لیکن اس طرح کرنے سے بھی اس کی جان نہیں چھوٹ سکتی اس لئے کہ حضور سید عالم ﷺ کی عظمت وفضیلت کا انکار کرنا یا آپ کی تعظیم سے منہ پھیرنا اگر چہ ایک لمحہ کیلئے ہی کیوں نہ ہو کفر ہے اور **معاذ اللہ** آپ کے تصور پاک کو حقارت کے ساتھ اپنے دل و دماغ میں لانا یہ بھی کفر ہے اور ایسا کرنے والا کافر ومرتد ہے جب ایمان ہی نہ رہا تو کیسی نماز کیسی عبادت؟

اس کیلئے تو مصیبت ہی یہی ہے کہ اگر تعظیم کی وجہ سے خیال آتا ہے تو یہ مشرک ہو جائے گا۔ اگر حقارت کی وجہ سے یہ آپ کا تصور لائے گا تو کافر ہو جائے گا تو اس طوق سے اپنی گردن یہ کیسے چھڑا سکتا ہے؟ اگر یہ شرک سے بھی بچنا چاہتا ہے اور کفر سے بھی بچنا چاہتا ہے تو اس کی تیسری صورت یہ ہے کہ یہ نماز میں ''تشہد'' ہی نہ پڑھے لیکن اس طرح نماز ہی نہیں ہوگی کیونکہ تشہد پڑھنا ضروری ہے ورنہ نماز ہی نہ ہوگی۔

اب بتایئے اس تمام صورتحال میں اس کی نماز کیسے ہوگی؟ اگر حضور سید عالم ﷺ کی عظمت کے پیش نظر خیال آئے گا تو یہ مشرک ہو جائے گا اگر حضور علیہ السلام کی حقارت کے پیش نظر خیال لائے گا تو یہ کافر ہو جائے گا اگر التحیات کو نہیں پڑھتا تو اس صورت میں بھی اس کی نماز باطل ہو جائے گی غرض یہ کہ یہ کچھ بھی کرے اس کی نماز صحیح ادا ہو ہی نہیں سکتی جب اس کی اپنی نماز نہیں ہو سکتی تو اس کے پیچھے کسی اور کی کیا ہوگی؟

چوتھی صورت یہ ہے کہ کفر وشرک سے بچنے کیلئے اسے نماز ہی ترک کرنی پڑے گی لیکن اس طرح بھی بات نہیں بنے گی کیونکہ نماز چھوڑنا بھی مشرکین اور کافرین کی صفت ہے چنانچہ ملاحظہ فرمائیے۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ○

''اور نماز قائم کرو اور مشرکین سے نہ ہو جاؤ''

(سورہ روم آیت ۳۱)

حدیث شریف میں ہے:

بَيْنَ الْكُفْرِ وَالْاِيْمَانِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ

''ایمان اور کفر کے درمیان نماز ترک کرنے کا فرق ہے''

(ترمذی شریف)

بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ

''انسان اور اسکے کفر و شرک کے درمیان نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے''

(مسلم شریف جلد اول، ابن ماجہ)

اب بتایئے نماز ترک کرنے کی صورت میں بھی بات بنتی نظر نہیں آ رہی اب وہ کون سی راہ باقی ہے جس پر چلتے ہوئے یہ کفر و شرک یا عذاب سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائے؟ اتنا ہم پورے وثوق اور یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ اس نے اپنے حلق سے بڑا نوالہ منہ میں جو ڈالا ہے اس نوالے کو یہ اور اس کے تمام مرید مل کر بھی زور لگالیں تب بھی اس کے حلق سے نیچے اتارنے میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے اس کا یہ فاسد نظریہ اس کے حلق میں کانٹے کی طرح یونہی پھنسا رہے گا اور اسے اس سے خلاصی نہ مل سکے گی۔

ضمناً بات بہت دور نکل گئی ہمارا کلام اس بحث میں ہو رہا تھا کہ نمازی نماز کی حالت میں غیر اللہ کے خیالات و تصورات سے کیسے بچنے میں کامیاب ہو سکتا ہے؟ لیکن تاوقت ابھی کوئی ایسی صورت نہیں بنی کہ نمازی عین نماز میں غیر اللہ کے خیالات کو دل و دماغ میں لانے سے بچ رہے۔ سب جانتے ہیں کہ ہم نماز میں کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں کعبہ شریف کی طرف منہ کرنا اور اس کے رخ نماز پڑھنا یہ کعبہ شریف کے معظم اور مکرم ہونے اور بارگاہ رب العزت میں اسے عظمت و عزت حاصل ہونے کی دلیل ہے اگر یہ بات نہیں تو پھر دنیا میں

خوبصورت اور دلکش عمارتوں کی ہرگز کمی نہیں اگر اللہ نے ماتھے کی آنکھوں سے کسی کو محروم نہ رکھا ہو تو اس نے ظاہری شکل و حالت میں عمارت کعبہ سے بھی خوبصورت اور قیمتی عمارتیں ضرور دیکھی ہونگی لیکن اس کے باوجود ان عمارتوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا ہرگز حکم نہیں اس لئے کہ اگرچہ دیگر عمارتیں خوبصورت سے خوبصورت ترین سہی بہتر سے بہترین سہی لیکن معزز و معظم ہونے میں کعبہ شریف کی عمارت تک تو کجا گرد راہ تک بھی نہیں پہنچ سکتیں۔

غرض یہ کہ نماز میں کعبہ شریف کی طرف متوجہ ہو کر رخ کرنا یہ اس کی تعظیم کی وجہ سے ہے اب اگر کوئی نماز کی حالت میں کعبے کے اس اعزاز اور عظمت پر دھیان کرے گا تو یہ خیال اسے لازمی طور پر کعبہ شریف کی تعظیم پر آمادہ کرے گا اور کعبہ شریف بھی غیر اللہ ہی ہے۔

اگر نماز کی حالت میں غیر خدا کی طرف توجہ کرنا شرک ہے تو پھر ہمیں کعبہ رخ متوجہ ہونے کا حکم دے کر خود رب کائنات نے شرک کرنے کا موقعہ فراہم کیا ہے اور اس توجہ کے بعد اگر غیر خدا کیلئے تعظیم کا جذبہ پیدا ہو گیا تو پھر کعبہ شریف کا خیال لانا بھی درست نہیں اس لئے کہ کعبہ شریف کا خیال تعظیم کے بغیر آ ہی نہیں سکتا اور اس طرح کعبہ شریف بھی نمازی کو شرک میں مبتلا کروا سکتا ہے اور اس تمام تر شرک کی ذمہ داری اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام پر عائد ہوگی۔ **العیاذ باللہ**

اس لئے کہ نہ ہمیں کعبہ شریف کی عظمت و حرمت کا درس دیا جاتا نہ کعبہ شریف کو عظمت دی جاتی نہ ہمارے دلوں میں اس کی عظمت بیٹھتی نہ اس کی تعظیم کا جذبہ پیدا ہوتا اور نہ ہی ہم سے شرک ہوتا۔ **نعوذ باللہ من ذالک**

حالانکہ کوئی بھی صاحب ایمان ہر اس شئے کی تعظیم اور اس کا تصور اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا ہے کہ جس شئے کو اللہ کی بارگاہ میں عظمت و عزت حاصل ہے ان میں کوہ صفا اور کوہ مروہ، مقام ابراہیم علیہ السلام اور کعبہ شریف خاص طور پر داخل اور شامل ہیں ان کی تعظیم ہر حال اور ہر وقت بجالانا ضروری ہے یہ شرک نہیں بلکہ عین توحید و ایمان ہے ان کے خیال و تصور سے اور تعظیم سے نماز و ایمان پر ہرگز کوئی مکروہ اثر نہیں پڑتا یہ بات اس فاضل موحد اور اس کی

توحیدی جماعت کے نزدیک بھی تسلیم شدہ ہے۔

لیکن وائے رے! ان فاضلانِ دیوبند کی حرماں نصیبی کہ ان کے نزدیک فقط اللہ کے حبیب ﷺ کا مبارک تصور اور آپ کی تعظیم ہی شرک کا سبب ہے۔

"ایں چہ بولہبی است"

حالانکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عین نماز میں فقط آپ کی عظمت کے پیش نظر تعظیماً آپ کے آگے کھڑا ہونے سے انکار کیا اور تمام صحابۂ کرام نے آپ کی تعظیم وعظمت ہی کے پیش نظر حضرت ابو بکر صدیق کو آپ کی آمد کی اطلاع دی اور اسی بات کو یہ شرک سے تعبیر کررہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ نفوس قدسیہ جو کمالِ ایمان کے آخری درجے پر متمکن ہیں جنہوں نے کفر وشرک کی جڑیں اکھاڑ کر پھینک دیں اور جنہوں نے کفر وشرک کی ظلمتوں کو نور اسلام سے کافور کرکے رکھ دیا جنہوں نے اسلام کی خاطر اپنی جان، مال اور اولاد کو بھی قربان کرنے سے دریغ نہ کیا وہ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام کی خاطر اپنی عزت و ناموس کی بھی پرواہ نہ کی اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے آنے والی نسلوں کا مقتدا اور ان کے سروں پر آنے والی نسلوں کی رہنمائی کا تاج رکھا اس کے باوجود یہ نفوس قدسیہ توحید کو پورا نہ سمجھ سکے اور شرک سے کما حقہٗ محفوظ نہ رہ سکے توحید کی معرفت جو اس فاضل موحد کو حاصل ہوئی صحابہ کرام کو اس کی ہوا بھی نہ لگی۔ نعوذ باللہ من ذالك

"بریں عقل و دانش بباید گریست"

اسی جماعت کے ایک معتمد وکیل انور شاہ صاحب جو کہ دیوبند کے سابقہ شیخ الحدیث رہ چکے ہیں لکھتے ہیں کہ:

''حضرت صدیق اکبر فاتحہ شریف پڑھنے کے بعد آنحضور کی توقیر کی خاطر پیچھے ہٹ آئے اور آنحضور نے قرأت وہیں سے شروع فرمائی جہاں پر صدیق اکبر نے چھوڑی تھی''

اور مزید لکھا کہ ''میں نے یہ روایت گیارہ کتب حدیث میں دیکھی ہے''

(عرف شذی جلد اوّل)

لیکن پھر بھی حال یہ ہے کہ

سدریں ہیں نہ سدریں گے قسم کھائی ہے

اس کے باوجود یہ لوگ اپنے ''بڑے میاں'' کے باطل نظریئے پر سختی سے کاربند ہیں ابھی تک ان لوگوں کو شرک اور تعظیم میں کوئی فرق نظر نہ آیا ابھی تک یہ اپنے اسی فاضل امام کی تقلید کا طوق اپنی گردنوں میں ڈالے ہوئے ہیں اور اس کی اسی کتاب کو اردو ترجمے میں منتقل کروا کر عام آدمی کو بھی انہی باطل عقائد و نظریات اور ''حسد رسول'' کی آگ میں جھونکنا چاہتے ہیں کہ جس میں جل جل کر مصنف کتاب دنیا سے رخصت ہوگیا اور جس میں یہ خود جل رہے ہیں۔

ان کے رئیس المؤحدین کے نزدیک تعظیم رسول علیہ السلام کو نماز کی خاطر چھوڑ دینا توحید ہے اور صحابۂ کرام کے نزدیک حضور رسالت مآب ﷺ کی تعظیم اور آپ کے آرام کی خاطر نماز چھوڑ دینا بلکہ جان دے دینا عین توحید ہے۔

کون اس بات کو نہیں جانتا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے نماز عصر فقط حضور سید عالم ﷺ کے آرام پر قربان کردی حالانکہ اسی نماز کی بڑی تاکید آئی ہے۔

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلٰوتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ۝

''سب نمازوں کی حفاظت کرو خصوصاً صلوٰۃ الوسطیٰ (عصر) کی اور اللہ کی بارگاہ میں خشوع اور خضوع کے ساتھ قیام کرو''

(سورہ بقرہ آیت ۲۳۸)

حضرت علی نے اس تاکیدی حکم کے باوجود فقط رسولِ کریم علیہ السلام کی عظمت کے پیش نظر آپ کو اپنی گود سے بیدار کرنا کسی بھی لحاظ سے اپنی نماز، ایمان اور آخرت کے حق میں بہتر نہ سمجھا اور نماز عصر بالکلیہ ہی ترک فرمادی۔

نیز نماز سے بھی حفظ جان اہم فریضہ ہے یہ مسئلہ سب جانتے ہوں گے کہ جہاں جان کا خطرہ ہو وہاں نماز پڑھنا منع ہے لیکن ادھر آیئے ابو بکر صدیق کا طرز عمل دیکھئے آپ نے غارِ ثور میں حضور ﷺ کی نیند اور عظمت پر اپنی جان بھی قربان کرنے سے دریغ نہ کیا اور غار کے ایک

سوراخ میں فقط اسی نیت سے پیر رکھا کہ شاید اس کے اندر کوئی زہریلا جانور موجود نہ ہو اور حضور سرور کائنات ﷺ کے آرام میں مخل نہ بن جائے اور پھر وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا واقعتاً اس میں ایک زہریلا سانپ موجود تھا جس نے باہر نکلنے کی غرض سے آپ کے پیر میں ڈسنا شروع کیا اور آپ نے فقط عظمت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے پیش نظر اپنے پیر کو حرکت کرنے سے باز رکھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ کے رسول علیہ السلام کے آرام میں خلل پڑ جائے اور آپ کی تعظیم و احترام میں کہیں کمی واقع نہ ہو جائے امام اہلسنّت نے کیا خوب اس بات کو سمجھایا ہے کہ:

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

اگر اس کور باطن کی دیدۂ بصیرت کو بغض وعناد نے اندھا نہ کر دیا ہوتا تو کتب حدیث میں انہیں یہ بھی نظر آ جاتا کہ اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور اسی اثناء میں اسے اللہ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام یاد فرمالیں تو نماز کو وہیں سے چھوڑ دینا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو جانا لازم ہے صحیح بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث میں یہ حدیث موجود ہے کہ:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُعَلّٰی قَالَ كُنْتُ اُصَلِّیْ فَدَعَانِیَ النَّبِیُّ ﷺ فَلَمْ اُجِبْهُ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ اِنِّیْ كُنْتُ اُصَلِّیْ قَالَ اَلَمْ يَقُلِ اللهُ اِسْتَجِيْبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ

"حضرت سعید بن المعلّٰی ؓ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا تو (اس اثنا میں مجھے) نبی کریم ﷺ نے بلایا۔ لیکن میں نے جواب نہ دیا (جب میں نماز پڑھ چکا تو حاضرِ بارگاہ ہو کر عرض گزار ہوا) یارسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا آپ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا کہ "اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ جب تمہیں رسول (علیہ السلام) بلائیں"

(صحیح بخاری شریف جلد ۳ کتاب التفسیر، مشکوٰۃ شریف)

غور فرمایئے! ہمیں تو یہاں توحید کے بعض اجارہ دار یہ درس دے رہے ہیں کہ نماز کو جناب نبی کریم ﷺ کی خاطر ترک کرنا تو بڑی دور کی بات بلکہ نماز میں آپ کا خیال بھی کسی شرک کرنے سے کم نہیں۔

لیکن اسلام اور توحید کے ان سچے محافظوں کو جو توحید بارگاہِ رسالت سے عطا ہوئی اس کا تقاضا یہی ہے کہ نماز چھوڑنا پڑے تو چھوڑ دو لیکن رسول کا دامن چھٹنے نہ پائے نماز کے اندر ہوتے ہوئے بھی اگر سرکارِ دوعالم ﷺ کا بلاوا آ جائے تو نہ صرف اس طرف توجہ دینا ضروری ہے بلکہ آپ کے حکم کی تعظیم و تعمیل بھی واجب اور نماز پڑھتے رہنا ممنوع ہے۔

برتر از عرش مقامِ رسولِ عربی است
اصل عبادت احترامِ رسولِ عربی است

(ڈاکٹر اقبال سے معذرت)

مگر نجدی توحید کے اس علمبردار کے نزدیک ادھر خیال کرنا ہی شرک ہے لہٰذا نماز چھوڑ کر تعمیلِ حکم کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس کی توحید کے مطابق لاکھ آپ کسی کو بلائیں تو کیا ہوا؟ آپ کے بلانے پر سنی کو ان سنی کر دینا چاہئے آپ کی طرف ہرگز ہرگز خیال کو جانے نہیں دینا چاہئے ورنہ شرک ہو جائے گا۔ کانوں میں کپڑے ٹھونس دینے چاہئے تا کہ معلوم ہی نہ ہو سکے کون بلا رہے ہیں اور کون نہیں بلا رہے۔

مختصر یہ کہ اس حدیث شریف میں یہ صراحت ہے کہ اگر کسی کو حضور سید المرسلین ﷺ اپنی بارگاہ میں طلب فرمائیں وہ کیسی ہی حالت میں کیوں نہ ہو اگرچہ نماز ہی میں کیوں نہ ہو اس پر فوراً دربارِ رسالت میں حاضری دینا واجب ہے اور نماز کو وہیں سے چھوڑ دینا لازم ہے۔

چنانچہ اکابرین اسلام نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ

قَالَ صَاحِبُ التَّوْضِيحِ صَرَّحَ اَصْحَابُنَا فَقَالُوْا مِنْ خَصَائِصِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّهٗ لَوْ دَعَا اِنْسَانًا وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ وَجَبَ عَلَيْهِ الْاِجَابَةِ وَلَا تَبْطُلُ صَلٰوتُهٗ

''صاحب توضیح نے فرمایا کہ ہمارے علماء نے صراحتًا فرمادیا ہے کہ سرورِ عالم ﷺ کی خصوصیات میں سے یہ امر بھی ہے کہ آپ کسی شخص کو پکاریں (یعنی اپنی طرف متوجہ فرمائیں) اور وہ نماز میں

ہوتو اس پر بارگاہِ نبوی میں حاضری دینا واجب ہے اور نماز چھوڑ کر بارگاہِ رسالتمآب میں حاضری دینے سے اسکی نماز باطل نہیں ہوگی''

(عمدۃ القاری جلد سابع)

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی لکھتے ہیں کہ

''آپ کے بلانے پر نماز توڑنے کو آپ کے خصائص میں شمار نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ نماز کو توڑنا تو اور بھی کئی صورتوں میں ضروری ہوجاتا ہے مثلاً اندھے کو کنویں میں گرنے سے بچانے کیلئے چوری ہوتے وقت اپنے مال کو بچانے کیلئے وغیرہ وغیرہ ان صورتوں میں نماز کو توڑا جاسکتا ہے لیکن آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے دراصل یہ ہے کہ آپ کے بلانے پر حاضر ہونا اور نماز کو چھوڑ دینا نماز کیلئے مفسد نہیں بلکہ جہاں سے نماز چھوڑ کر گیا تھا واپسی پر وہیں سے شروع کرے''

(تفسیر مظہری جلد ۳)

بخاری شریف کی ایک اور حدیث ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَلَمْ يَزَلْ قَآئِمًا حَتّٰى هَمَمْتُ بِاَمْرِ سَوْءٍ قُلْنَا وَمَا هَمَمْتَ قَالَ هَمَمْتُ اَنْ اَقْعُدَ وَ اَذَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

''حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک رات میں نے نمازِ تہجد باجماعت ادا کی تو آپ نے اتنا زیادہ قیام فرمایا کہ میں نے برا ارادہ کیا لوگوں نے پوچھا آپ نے کیا ارادہ کیا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور رسولِ خدا ﷺ حالتِ قیام میں رہیں''

(صحیح بخاری شریف جلد اوّل ابواب التہجد)

فقہائے کرام نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ نماز تہجد سمیت دیگر نوافل باوجود قیام پر قادر ہونے کے بیٹھ کر ادا کرنے جائز ہیں اور حدیث شریف میں بھی اسی طرح آیا ہے صحیح مسلم شریف میں ہے کہ

عَنْ عَائِشَه رَضِی اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّیْ لَيْلاً طَوِيْلاً فَاِذا صَلّٰی قَآئِمًا رَكَعَ قَآئِمًا وَاِذَا صَلّٰی قَاعِداً رَكَعَ قَاعِداً

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات گئے تک قیام کرتے جب کھڑے ہوکر نماز پڑھتے تو کھڑے ہوکر رکوع کرتے اور جب بیٹھ کر نماز پڑھتے تو بیٹھ کر رکوع کرتے''

(صحیح مسلم شریف جلد اوّل)

معلوم ہوا ہر قسم کے نوافل قیام پر قدرت ہونے کے باجود بیٹھ کر ادا کئے جاسکتے ہیں اس میں کوئی برائی نہیں۔

لیکن اس کے باوجود حضرت ابن مسعود ؓ کا نمازِ تہجد میں قیام ترک کرنے کے ارادے کو برا کہنا کیا معنٰی رکھتا ہے؟

علامہ نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ

''حضرت عبد اللہ ابن مسعود محض رسول اللہ ﷺ کے ادب کی وجہ سے نماز میں نہ بیٹھے''

(شرح مسلم للنووی جلد اوّل

علامہ دشتانی مالکی نے بھی ''اکمال اکمال المعلّم'' میں اسی طرح لکھا ہے۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ

''حضرت عبد اللہ ابن مسعود کا نماز میں بیٹھنے کو بری بات کہنا اس وجہ سے تھا کہ یہ امر (رسول اللہ ﷺ) کی تعظیم و ادب کے خلاف تھا''

(عمدۃ القاری جلد سابع)

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ

''نفلی نماز میں قیام پر قدرت ہونے کے باوجود بیٹھنا جائز ہے اس کے باوجود حضرت ابن مسعود کا نماز میں اپنے بیٹھنے کو بری بات قرار دینا اس لئے تھا کہ جناب نبی کریم ﷺ کھڑے رہیں اور وہ بیٹھ جائیں یہ بات ادب کے خلاف تھی''

(ارشاد الساری جلد ثانی)

یہ شخص نماز میں غیر خدا بالخصوص نبی کریم علیہ السلام کے تصور پر اس لئے سینہ کوبی کررہا ہے کہ اس طرح آپ کیلئے دل میں تعظیم کا جذبہ پیدا ہوگا اور نماز میں غیر اللہ کی تعظیم شرک ہے یہاں تو اس کا اس بات پر ماتم ہے لیکن دوسری طرف ملاحظہ فرمائیے صحابہ کرام عین نماز کی حالت میں نہ صرف آپ کے تصور و خیال سے اپنے دل و دماغ کو معطر رکھتے تھے بلکہ عین نماز میں بھی آپ کی تعظیم و توقیر سے وہ غافل نہ ہوتے تھے آپ کی تعظیم کو وہ نماز کی حالت میں بھی بجالاتے ان کے نزدیک یہ عین توحید و ایمان تھا پس صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ طرز عمل اور اکابرین امت کی تصریحات سے یہ بات عیاں اور روشن ہوگئی کہ حضور سید عالم ﷺ کے ادب اور آپ کی تعظیم سے ہمیں کسی بھی وقت اور کسی بھی حالت میں غافل نہیں رہنا چاہئے نماز کو بہانہ بناکر آپ کی تعظیم سے لمحہ بھر ہی کیلئے غفلت برتنا یا نماز میں آپ کی تعظیم کو شرک سے تعبیر کرنا یہ ہمارے ایمان و آخرت کے حق میں کسی طرح بھی مناسب اور بہتر نہیں بلکہ ہمیں نماز سے قبل ہی اپنے دل و دماغ میں آپ کے خیالات و تصورات کو بسالینا چاہئے جیسا کہ صحابہ کرام کیا کرتے تھے صحابہ کرام نماز سے قبل ہی یہ ذہن لے کر پہلی صف میں کھڑے ہوتے کہ انہیں بوقت سلام سب سے پہلے حضور سید عالم ﷺ کا دیدار ہوجائے حضرت براء بن عازب سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں۔

اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اَحْبَبْنَا اَنْ نَّكُوْنَ عَنْ يَمِيْنِهٖ يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ

''جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو اس بات کے متمنی ہوتے کہ ہم آپ کے دائیں جانب کھڑے ہوں تاکہ بوقت سلام آپ ہماری طرف متوجہ ہوں اور سب سے پہلے ہمیں آپ کا دیدار حاصل ہوجائے''

(مشکوۃ باب التشہد فی الدعاء)

یہاں حضور علیہ السلام کی طرف نماز میں خیال لے جانے سے منع کیا جارہا ہے اور صحابہ کو دیکھئے وہ خیال اور تصور رسول کے ساتھ ہی نماز شروع کرتے دائیں جانب میں بائیں جانب کی نسبت ثواب زیادہ ہے لیکن غور فرمائیے صحابہ حصول ثواب کیلئے نہیں بلکہ دیدار رسول اور حصول زیارت کی خاطر دائیں جانب کھڑے ہوتے تھے آخر اس کی وجہ کیا تھی کہ وہ سب نیکیوں اور

ثواب پر حضور سید عالم ﷺ کے دیدار اور آپ کی ذات سے قلبی لگاؤ اور آپ کی تعظیم کو ترجیح دیتے تھے؟ بس اتنا ہی کہنے پر ہم اکتفا کریں گے۔

نماز اچھی، روزہ اچھا، حج اچھا زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

آپ دہلی کے اس باغی کا عقیدہ اور نظریہ ایک طرف رکھیئے اور دہلی ہی کے ایک وفادار امتی کی یہ تمنا سامنے رکھیئے۔

کاش که اندر نمازم جاشود پہلوئے تو
تابه تقریب سلام افتد نظر برروئے تو
(اشعۃ اللمعات ۱۴۱۴ صفحہ)

بتایئے کیا ان دونوں میں زمین و آسمان کے مابین فرق سے بھی زیادہ فرق نہیں؟
اب آیئے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ہی کا دوسرا عقیدہ ملاحظہ فرمایئے۔

بعضے از عرفا گفته اند که خطاب بجهت سریان حقیقت محمدیه است در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آن حضرت در ذات مصلّیان موجود و حاضر است پس مصلی باید که ازین معنی آگاه باشد و ازیں شهود غافل نبود تابا انوار قرب و اسرار معرفت متنور و فائض گردد۔

"بعض اولیائے کاملین نے فرمایا ہے کہ تشہد میں "السلام علیك ایها النبی" بطور خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ علیہ السلام موجودات کے ہر ذرّہ میں اور ممکنات کے ہر فرد میں جاری و ساری ہے لہٰذا سید عالم ﷺ نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں نمازی کو چاہئے کہ وہ اس امر سے آگاہ ہو جائے اور اس شہود (یعنی حضور علیہ السلام کے حاضر و موجود ہونے) سے غافل نہ ہوتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرب سے اور معرفت کے انوار و

اسرار سے منور اور فیضیاب ہو"

(اشعۃ اللمعات جلد اوّل صفحہ۴۰۱ فارسی)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

وَاَحۡضِرۡ فِیۡ قَلۡبِکَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَشَخۡصَهُ الۡکَرِیۡمَ وَقُلۡ سَلاَمٌ عَلَیۡکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحۡمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُهٗ وَلۡیُصَدِّقۡ اَمَلَکَ فِیۡ اَنَّهٗ یَبۡلُغُهٗ وَیَرُدُّ عَلَیۡکَ مَاهُوَ اَوۡفٰی مِنۡهُ

(اے نمازی جب تو قعدہ میں بیٹھے تو)" اپنے دل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر جان کر کہہ "السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" اور یہ کہ تمہاری امیدیں اور آرزوئیں اس معاملے میں سچی ہوں اور راسخ (پکی) ہوں کہ تمہارا سلام حضور کو پہنچ رہا ہے اور سرکار دو عالم علیہ السلام تجھے جو جواب دے رہے ہیں وہ تیرے سلام کی نسبت زیادہ اتّم اور اَکمَل ہے"

(احیاء العلوم جلد اوّل صفحہ۴۲۹ اردو)

اور اسی طرح حضرت ملاّ علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ثانی پر نقل فرمایا ہے۔

معلوم نہیں یہ لوگ ان بزرگوں پر کیا فتویٰ لگائیں گے؟ جو نمازی کو یہ حکم دے رہے ہیں کہ نمازی عین نماز میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہونے سے غافل نہ ہو آپ کا مبارک تصور حاضر کر کے وہ آپ پر سلام پیش کرے ورنہ بصورت دیگر وہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات سے محروم ہوسکتا ہے اب اس سلسلے میں ایک حدیثِ قدسی ملاحظ فرمائیے۔

جَعَلۡتُ تَمَامَ الۡاِیۡمَانِ بِذِکۡرِکَ مَعِیَ وَقَالَ اَیۡضاً جَعَلۡتُکَ ذِکۡرًا مِّنۡ ذِکۡرِیۡ فَمَنۡ ذَکَرَکَ ذَکَرَنِیۡ

"(اللہ جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے کہ) ایمان کے کامل ہونے کو میں نے اس بات پر موقوف کر دیا ہے کہ میرے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر بھی ہو اور میں نے آپ کے ذکر کو اپنا ذکر ٹھرا دیا ہے پس جس نے آپ کا ذکر کیا اس نے میرا (ہی) ذکر کیا"

علامہ خفاجی فرماتے ہیں کہ

''جس نے حضور اکرم ﷺ کا ذکر اس لئے کیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اس کے احکام کی تبلیغ کرنے والے ہیں تو اس نے صرف (خالصتاً) اللہ ہی کا ذکر کیا اور یہ اس وجہ سے ہے کہ خود آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ''مَنْ رَاٰیَ فَقَدْ رَأیَ الْحَقّ''

(نسیم الریاض جلد اوّل)

جب آپ کا ذکر' ذکر خدا ہے آپ کو دیکھنا خدا کو دیکھنا ہے تو پھر اس امر کو قبول کرنے میں کیا شئے مانع ہے کہ آپ کا تصور و خیال درحقیقت خدا ہی کا تصور ہے آپ کے خیال میں گم ہوجانا حقیقت میں فنافی اللہ ہی ہونا ہے اب اگر کوئی خدا کی ذات ہی میں گم ہوجائے تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اس نے خدا کے ساتھ خدا کے خیال میں کھوکر شرک کردیا؟ آگے بڑھنے سے پہلے تھوڑا سا وقت مزید آپ کا لوں گا وہ یہ کہ ہم نے قدرے تفصیل کے ساتھ صحابہ کرام کے واقعات اور ائمہ اسلام کے ارشادات پیش کردیئے ہیں بتایئے اسماعیل دہلوی کا نظریہ ان واقعات و ارشادات کی روشنی میں کفر والحاد کے علاوہ اور کیا حیثیت رکھتا ہے؟

آپ پڑھ کر آرہے ہیں کہ اسماعیل دہلوی نے دبے لفظوں میں نہیں بلکہ کھلم کھلا نماز کی حالت میں حضور علیہ السلام کی تعظیم بجالانے کو شرک کہا بات تعظیم اور نماز کی نہیں کہ کوئی اس وسوسے سے دوچار ہوجائے کہ ان لوگوں نے محض نماز میں تعظیم بجالانے سے روکا ہوگا رہا نماز کے علاوہ کا معاملہ تو شاید یہ لوگ تعظیم کو بنیاد ایمان اور حرز جان ہی جانتے اور مانتے ہونگے لیکن آئندہ صفحات میں آپ یہ پڑھ کر حیران رہ جائینگے کہ ان لوگوں نے نماز کو بہانہ اور آڑ کے طور پر استعمال کیا ہے حقیقت میں یہ لوگ کسی بھی وقت اور حالت میں تعظیم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام بجالانے کے حق میں نہیں ملاحظہ فرمایئے اسی جماعت کے حکیم الامت کا ایک واقعہ۔

مفتی شفیع دیوبندی صاحب نے اشرفعلی تھانوی صاحب کی مجالس کے خاص اور اہم ملفوظات و واقعات کو ایک کتابی شکل میں جمع کیا ہے۔اس کتاب میں مفتی صاحب نے ایک جلسے میں تھانوی صاحب کے ایک ''کارسیاہ'' کو ''کارجوئی'' کا رنگ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

''کانپور میں ایک مقام پر حضرت (تھانوی) نے سیرت طیبہ کا بیان کیا۔جس میں کوئی رسمی

بدعت وغیرہ بالکل نہ تھی ختم وعظ پر بعض شریر لوگوں نے یہ حرکت کی کہ ایک آدمی نے کھڑے ہوکر درود وسلام شروع کردیا اور لوگوں کو بھی کھڑا ہونے کو کہا سب لوگ کھڑے ہوگئے یہاں تک کہ اپنے (دیوبند کے) بعض علماءٔ بھی مگر حضرت بیٹھے رہے ایک طالب علم نے عربی میں کہا کہ حضرت اس موقع پر یہ مناسب نہیں مگر حضرت نے جہراً فرمایا کہ "**لاطاعةَ لمخلوق فی معصیت الخالق**" یعنی خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں"

(مجالس حکیم الامت صفحہ۲۳۳)

اپنے زعم فاسد میں معصیت سے بچنے والے "تھانہ بھون" کے اس متقی پرہیزگار حکیم الامت کے کردار کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

"ایک ہندو ڈپٹی کلکٹر نے حضرت (تھانوی) سے ملاقات کیلئے مجلس میں آنے کی خواہش کی حضرت نے اجازت دے دی اور جب وہ (ہندو ڈپٹی) آئے تو خود تعظیم کیلئے کھڑے ہوگئے مگر اہل مجلس کو حکم دیا کہ وہ سب بیٹھے رہیں"

(مجالس حکیم الامت صفحہ۲۳۹)

تھانہ بھون کے اس حکیم الامت کے ہاتھوں اپنی عقل وفہم کو گروی رکھنے والو جواب دو! جو قیامِ تعظیمی حضور رحمت کونین ﷺ کیلئے بجالانا معصیت اور شرک ہے تو وہی قیام اللہ کے دشمن "مشرک ڈپٹی" کے حق میں روا رکھنا ثواب واسلام کیسے بن گیا؟

اگر عقل وایمان نے کسی کے خانہ دل سے مکمل رختِ سفر باندھا نہ ہوتو انہی سے مخاطب ہوکر میں پوچھنا چاہوں گا مجھے بتایئے اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک امّتی کی اس سے بڑھ کر غیریّت وبغاوت کی اور کیا مثال پیش کی جاسکتی ہے؟

اب اس کے ساتھ تھانوی صاحب کا فتویٰ بھی جوڑ دیجئے تاکہ عقیدے اور عمل کا گٹھ جوڑ کسی پر مخفی نہ رہے۔

"کافر کی مدارت میں تو فتنہ نہیں بدعتی کی مدارات میں فتنہ ہے"

(اضافات الیومیہ ج۴)

گنگوہی صاحب کی بھی سن لیجئے تا کہ اس پورے گھرانے کی کفر نوازی پر کسی کو شک کی جرأت نہ ہو سکے۔

''کافر کے اکرام میں مفسدہ نہیں ہے۔ بدعتی کے اکرام میں مفسدہ ہے''

(ارواح ثلاثہ ۲۸۸ صفحہ)

بدعتی کون ہوتا ہے؟ آیئے یہ بھی اس حکیم الامت کے ملفوظات سراپا فضولیات سے ملاحظہ کرتے ہیں۔

''بدعتی کے معنیٰ ہیں باادب بے ایمان اور وہابی کے معنیٰ ہیں بے ادب باایمان''

(اضافات الیومیہ تھانوی ج۴ص۸۱)

بتایئے! بے ایمان اور باایمان یابدعتی کی یہ تعریف آپ نے کون سی جگہ دیکھی ہے؟ اور کون سی کتاب میں پڑھی ہے؟

آپ قرآن کریم سارا پڑھ لیجئے پورا ذخیرہ حدیث چھان ڈالیئے یا اسلام کی اس چودہ سو سالہ پوری تاریخ کا مطالعہ کر کے دین متین کے کسی ذمہ دار فرد ہی سے ثابت کر دکھایئے کہ ان میں سے کس نے ایمان دار اور بے ایمان کی یہ تعریف بیان کی ہے؟ جو اس حکیم الامت نے کر ڈالی ہے؟ کہیں بھی آپ بدعتی اور بے ایمان کی یہ تعریف نہ دیکھ پائیں گے۔ یہ نئی اور نرالی باتیں تو صرف دیوبند ہی میں سکھائی جاتی ہیں۔

کافروں کے اکرام و مدارات میں فتنہ اور مفسدہ کیوں نہیں؟ اور ان کے اکرام میں کیا فضیلت ہے؟ یہ تو آپ مدرسہ دیوبند کے ان فاضلوں ہی سے پوچھیں ہمیں اس بارے میں کوئی علم نہیں۔

آپ ہم سے قسم لے لیجئے ہم اس میں بھی کوئی دریغ نہیں کریں گے کہ بخدا پورے قرآن میں کوئی ایسی آیت اور ذخیرہ احادیث میں کوئی بھی ایسی حدیث نہیں کہ جس میں یہ وارد ہوا ہو کہ ''کافر کے اکرام میں کوئی فتنہ اور مفسدہ نہیں'' اور نہ ہی ہمارے علماء میں سے کسی عالم نے کافروں کے فضائل بیان کیئے ہیں۔

یہ سہرا تو مدرسہ دیو بند کے ''ریسرچ سینٹر'' کے انھی سائنس دانوں کے سر بندھتا ہے کہ علم و

تحقیق کے میدان میں انھوں نے وہ مقام حاصل کرلیا کہ کافروں کے اکرام میں موجود عقیدہ توحید کیلئے مضر جرثومہ ہی غائب کر بیٹھے ورق ورق پر پھیلی ہوئی اسلام کی چودہ سوسالہ تاریخ میں آپ نے بڑے بڑے محققین، مفسرین، محدثین اور علمائے دین کے متعلق سُنا اور پڑھا ہوگا کہ انھوں نے علم و تحقیق کے وہ وہ نکات بیان کیئے کہ آج تک ان کی ذہانت وقابلیت پر اپنے تو اپنے مذاہب غیر سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی تعجب و حیرانی کے عالم میں ''انگشتِ بدنداں'' کا مصداق ہوئے کھڑے ہیں لیکن آپ نے ان میں سے کسی عالم سے یہ نہیں سُنا ہوگا کہ'' کافر کے اکرام میں کوئی مفسدہ نہیں'' معلوم نہیں یہ باتیں ان کے عقل وخرد علم وفہم سے خالی ذہنوں میں کہاں کہاں سے آجاتیں ہیں جو باتیں آپ نے قرآن و حدیث، اکابرین امت یا اسلام کی اس طویل تاریخ میں نہیں سنی ہوں گی وہ باتیں اور وہ کام آپ کو ان کے یہاں باآسانی دستیاب ہوجائینگے۔

مجھے اس موقع پر سرکار دو عالم ﷺ کا فرمانِ غیبِ نشان یاد آرہا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللہ ﷺ یَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ یَاْتُوْنَکُم مِّنَ الْاَحَادِیْثِ بِمَالَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَاؤُکُمْ فَاِیَّاکُمْ وَاِیَّاھُمْ لَایُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ

''رسول خدا ﷺ نے فرمایا آخری زمانے میں جھوٹے، دجّال لوگوں کا ظہور ہوگا وہ تم کو اپنی باتیں سُنائیں گے کہ جن کو نہ تم نے سنا ہوگا نہ تمھارے باپ دادا نے جس قدر ممکن ہو تم ان سے دور رہنا کہیں وہ تمھیں گمراہی اور فتنہ میں مبتلا نہ کردیں''

(مقدمہ صحیح مسلم)

حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ نئی نویلی باتیں ہم نے انھی لوگوں سے سُنی ہیں نہ یہ باتیں قرآن میں ہیں اور نہ ہی احادیث میں اور نہ ہی اس سے پہلے ہم نے کسی بزرگ سے سُنی ہیں۔ بلکہ ہمیں تو ہمارے بزرگوں نے یہ درس دیا ہے۔

اَلْفَتَاوٰی الْکُبْرٰی فِی السِّیَرِ عَنْ العِزِّبْنِ السَّلَام اَنَّہٗ لَایَفْعَلِ الْقِیَامَ لِکَافِرٍ لِاَنَّا مَامُوْرُوْنَ بِاِھَانَتِہ۔

''علامہ عزّ بن عبدالسلام نے فتاوٰی کبرٰی کے باب السِّیَر میں لکھا ہے کہ کافر کیلئے (تعظیماً) قیام نہ کیا جائے کیونکہ ہم کو ان کی اہانت (توہین) کا حکم دیا گیا ہے''

(روح المعانی جلد ۲۸ صفحہ ۷۵)

اس کے ساتھ حدیث کا بھی حکم ملاحظہ فرمایئے۔

فَاِذَالَقِیتُمْ اَحَدَھُمْ فِی طَرِیقٍ فَاضْطَرُّوْہُ اِلٰی اَضْیَقِہ

''اگر ان (یہود و نصارٰی) میں سے کوئی ایک راستے میں ملے تو اسے تنگ جانب چلنے پر مجبور کردو''

(ترمذی شریف جلد دوئم ابواب الأ ستئذان والآداب)

ظاہر ہے کسی کیلئے راستہ چھوڑنا یہ ادب اور تعظیم ہی کے زمرہ میں آتا ہے اور ہمیں کافروں کے لئے ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے اور یہ حکم دیا گیا کہ ان کو تنگ جانب چلنے پر مجبور کردیں اور اس طرح کرنا یقیناً ان کی توہین اور اہانت کا مظہر ہے۔

غور فرمایئے! اگر کافر کے اکرام میں کوئی قباحت نہیں ہے تو پھر حضور سیّد عالم ﷺ نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم کیوں دیا؟ کافروں کے اکرام میں اللہ کی ناراضگی چُھپی ہوئی ہے لہٰذا جبھی تو ہمیں یہ حکم دیا گیا کہ ہم ان کیلئے راستے کو کشادہ نہ کریں یہاں تو ہمیں کافروں کی ایک لمحے کیلئے بھی تعظیم واکرام کی اجازت نہیں دی جارہی تو پھر مشرک کیلئے تعظیماً قیام کرنے کی تھانوی صاحب نے کس سے اجازت لے لی ہے؟ بہر حال کسی سچ کہا ہے کہ اپنا اپنے ہی کی طرف لپکتا ہے۔

اس کے باوجود ہم تھانوی صاحب کو سنبھلنے کا موقع دے کر ہوشیار کررہے ہیں ایماندار اور بے ایمان کو پرکھنے کیلئے انہوں نے جو کسوٹی مقرر کی ہے ہم اسی کسوٹی پر تھانوی صاحب کے ایمان کو پرکھتے ہیں تھانوی صاحب نے بدعتی کی یہ تعریف بیان کی کہ بدعتی باادب ہوتا ہے لیکن ایمان کی دولت سے محروم ہوتا ہے اور وہابی (نجدی) بے ادب ہوتا ہے لیکن صاحب ایمان ہوتا ہے یعنی ''بے ادب باایمان اور باادب بے ایمان''

تھانوی صاحب کی بیان کردہ ایمان کی اس تعریف کو آپ ایک طرف اور تھانوی صاحب کا ''ہندو کیلئے قیام تعظیمی'' والا واقعہ سامنے رکھئے اور بتایئے تھانوی صاحب نے ہندو کی تعظیم و

ادب کیا یا نہ کیا؟

حالانکہ آپ خود تھانوی صاحب کے متعلق یہ پڑھ کر آرہے ہیں کہ "جب وہ (ہندو ڈپٹی) آئے تو خود تعظیم کیلئے کھڑے ہو گئے"

اب ایک بار پھر میں آپ کو تھانوی صاحب کی ایمان کی بیان کردہ تعریف کو پڑھنے کی زحمت دوں گا اور آپ سے بھی یہ پوچھنا چاہوں گا کہ مجھے بتایئے ہندو ڈپٹی کیلئے تھانوی صاحب کا ادب کرنا ثابت ہوا یا نہیں؟ اگر ہوا تو پھر ہم تھانوی صاحب کی بیان کردہ کفر و بدعت کی تعریف کو انہی پر الٹ کر ان کے متعلق کیا یہ کہنے میں حق بجانب نہیں؟ "باادب بے ایمان"

اگر کوئی مظلوم مسلمان حضرات اہل اللہ کی تعظیم و تکریم کی وجہ سے ان لوگوں کی نظروں میں کافر و بدعتی بن سکتا ہے تو پھر کافروں کے ادب و احترام بجالانے پر توحید کے یہ اجارہ دار کافر و بدعتی کیوں نہ ٹھہریں گے؟

آپ حضرات ان چند صفحات کے مطالعے کے بعد یہ اچھی طرح جان چکے ہوں گے کہ در حقیقت ان لوگوں کا ہدف "عظمت نبوت" ہے اسی پر حملہ آور ہونے کیلئے کبھی یہ لوگ نماز کی آڑ لے لیتے ہیں اور کبھی توحید کی آڑ لے لیتے ہیں اور مسلمانوں کے تعلق قلبی کو "عظمت نبوت" سے قطع کرنے کی ہر کوشش میں مصروف ہیں ان لوگوں کا بنیادی مقصد ہی یہی ہے کہ عام آدمی کو یہ تاثر دیا جائے کہ "نبی و رسول" ہمارے ہی جیسے عام بشر اور انسان تھے لہٰذا ان کی تعظیم اور ادب فقط بڑے بھائی کے ادب جیسا کیا جائے۔

یہ لوگ یہ بات اچھی طرح سمجھ چکے ہیں کہ جب تک ہم لوگوں کو یہ باور کرانے میں کامیاب نہ ہوں گے اس وقت تک ہم لوگوں کو تعظیم و ادب بجالانے سے ہرگز نہیں روک سکتے لہٰذا یہ حضرات اہل اللہ بالخصوص حضور سید عالم ﷺ کی تعظیم و تکریم کی مختلف حالتوں اور صورتوں کو بڑے ہی عیارانہ اور مکارانہ پیرائے میں شرک ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف عمل ہیں۔

بڑی عیّاری اور مکاری کے ساتھ یہ لوگوں کو عقلی گھیرے میں لے کر اپنا ہمنوا بنانے میں

مصروف ہیں مثلاً تعظیم رسول علیہ السلام کی قیام کی حالت کو یہ شرک ثابت کرنے کیلئے عام آدمی کواس طرح عقلی گھیرے میں لیتے ہیں اور شرک کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں۔

''جو کام ہم اللہ کیلئے کرتے ہیں اگر ہم کسی غیر اللہ کیلئے وہی کام کریں تو کیا یہ شرک نہیں ہوگا؟ یقیناً شرک ہوگا لہٰذا ہم ہاتھ باندھ کر قیام اللہ ہی کیلئے نماز میں ادا کرتے ہیں اگر یہی قیام ہم غیر اللہ کیلئے ادا کریں تو گویا ہم نے خدا کیلئے کی جانے والی عبادت غیر اللہ کیلئے کردی تو پھر یہ شرک کیوں نہ ہوگا؟ لہٰذا قیام دستہ بستہ اللہ کی عبادت ٹھہرا تو پھر اس طرح قیام غیر اللہ کیلئے کیونکر جائز ہوسکتا ہے لہٰذا دوسروں کیلئے ایسا کرنا شرک ہے۔

جب ایک عام آدمی شرک کی یہ تعریف ان مکاروں سے سنتا ہے تو اس کا ذہن مفلوج ہوجاتا ہے وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ واقعی بات تو اس توحیدی نے صحیح کردی کہ جو چیز ہم خدا کیلئے جائز اور روا سمجھتے ہیں۔ بھلا وہ غیر اللہ کیلئے کیسے جائز ہوسکتی ہے؟ یہ واقعی شرک ہی ہے اور پھر یہ لوگ اس طرح ایک ایک کرتے تعظیم رسول علیہ السلام کی سب حالتوں کو ایسے نادان لوگوں کوشرک باور کرانے میں کامیاب ہوجاتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ وہ لوگ خود ہی سرے سے تعظیم ہی کو توحید کے منافی سمجھ بیٹھتے ہیں فاضلانِ دیوبندان جاہل لوگوں کو کچھ سکھائیں یا نہ سکھائیں یہ ضرور سکھادیتے ہیں کہ ''نبی ورسول ہمارے جیسے ہی عام بشر تھے ان کی تعظیم صرف عام انسانوں جیسی کرنی چاہئے بس ان کی بزرگی فقط یہی ہے کہ یہ اللہ کے نبی اور رسول ہیں ان میں اور ہم میں بس ''وحی'' کے نزول کا فرق ہے ان پر وحی آتی تھی اور ہم پر وحی نہیں آتی اور بس۔

غرض یہ کہ یہ ان لوگوں کی عقلی چالیں ہی ہوتی ہیں کہ ایک عام آدمی ان سے متاثر ہوجاتا ہے ملاحظہ فرمایئے ان لوگوں کا تعظیم رسول علیہ السلام سے مسلمانوں کو روکنے کا ایسا ہی ایک عقلی حربہ۔

خلیل انبیٹھوی صاحب براہین قاطعہ میں لکھتے ہیں کہ:

''الحاصل قیام دست بستہ بخشوع غیر (اللہ) کے واسطے شرک ہوا''

(براہین قاطعہ صفحہ ۱۹۸)

شرک کیوں ہوا؟ آیئے انہی سے پوچھتے ہیں لکھتے ہیں کہ:

''قیام دست بستہ بخشوع چوں کہ ایک رکن نماز ہے کہ حق تعالیٰ کے روبرو دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں''

(براہین قاطعہ صفحہ ۱۹۷)

دیکھا آپ نے! کس عقلی پیرایئے میں اس نے شرک کی تعریف کر ڈالی کہ ''قیام دست بستہ چوں کہ ایک رکن نماز ہے'' بس اسی وجہ سے ,اس کے نزدیک غیر اللہ کیلئے تعظیماً قیام کرنا شرک ہوگیا لیکن کوئی اس فاضل محدث سے پوچھے کہ اگر قیام دست بستہ اس وجہ سے شرک ہوا کہ یہ نماز کا رکن ہے تو قیام دست کشادہ بھی غیر اللہ کیلئے شرک ہونا چاہئے اس لئے کہ نماز میں ہاتھ کھول کر قیام کرنا بھی نماز کے ارکان میں سے ہے نمازی جب رکوع سے اٹھتا ہے وہ قومہ کی حالت ہوتی ہے اور اس وقت قیام ہاتھ کھول کر ہی کیا جاتا ہے اگر دست بستہ شرک تو پھر دست کشادہ بھی شرک ہونا چاہئے یہ شرک صرف قیام دست بستہ کے ساتھ خاص کیوں؟ معلوم نہیں عقل ان لوگوں نے کہاں گروی رکھوادی ہے؟ نماز کی ایک حالت غیر اللہ کیلئے شرک اور دوسری حالت ان لوگوں نے عین توحید بناڈالی۔

آپ خود ان کے لٹریچر کا مطالعہ کر کے دیکھ لیں ان کے یہاں سارا زور فقط تعظیماً قیام کو شرک ثابت کرنے پر لگایا جاتا ہے اگر کسی کیلئے تعظیماً قومہ اور قعدہ کی حالت وصورت اختیار کرلی جائے تو معلوم نہیں ان لوگوں کے یہاں یہ شرک کیوں نہیں؟ آپ ان کا پورا لٹریچر چھان ڈالئے آپ کو یہ تو باآسانی مل جائے گا کسی کیلئے تعظیماً قیام شرک ہے اس لئے کہ ہم نماز میں ہاتھ باندھ کر قیام کرتے ہیں لیکن نماز کی اور حالتوں بالخصوص قومہ اور قعدہ کے متعلق آپ کو ایک فتویٰ بھی نہیں ملے گا کہ تعظیماً قومہ اور قعدہ کی حالت شرک ہے یا نہیں؟ اگر واقعی یہ لوگ شرک کی بیخ کنی میں مخلص ہوتے تو یہ شرک کے دائرے کو صرف قیام دست بستہ تک ہی محدود نہ رکھتے بلکہ اس دائرے کو بڑھا کر نماز کی دیگر حالتوں تک بھی ضرور لے جاتے اور صاف صاف کہہ دیتے کہ ہاتھ کھلے رکھ کر یا تعظیماً قعدہ کی صورت اختیار کرنا بھی شرک ہے لیکن ایسا نہیں ایک طرف آپ دیوبند کے ان توحیدیوں کا فلسفۂ شرک وتوحید رکھیں اور اپنی آنکھوں کے سامنے اکابرین امت کے یہ ایمان افروز ارشادات رکھیں تو یہ

حقیقت خود بخود بے نقاب ہوتی چلی جائے گی کہ توحید کی تبلیغ کے پیچھے فقط مسلمانوں کے دلوں سے ''عظمت نبوت'' کوختم کرنے کا جذبہ کارفرما ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

دروقت و سلام آں حضرت ﷺ وقوف درآں جناب باعظمت دست راست رابر دست چپ بنهد چناں چه در حالت نماز كنند كرمانی كه از علماء حنفيه است تصريح بايں معنی كرده

''صلاۃ وسلام کے وقت حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں اپنا سیدھا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھو جیسا کہ نماز کی حالت میں رکھتے ہیں۔ علامہ کرمانی جو کہ علماء حنفیہ میں سے ہیں اسی معنیٰ کی تصریح کی ہے''

(جذب القلوب صفحہ ۲۳۳)

اور اسی طرح حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی فرمایا کہ ''حاضری دینے والا مثل حالت نماز کے قیام کی طرح ہاتھ باندھے۔''

علامہ محمد بن سلیمان مکی شافعی نے بھی لکھا ہے کہ:

''آپ کی بارگاہ میں حاضری دینے والے کیلئے بہتر یہ ہے کہ وہ نماز کی طرح اپنا سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے'' لاولٰی لَهٗ وَضع یَمِیْنِهٖ عَلٰی یَسَارِهٖ کَاالصَّلٰوۃ

اور فتاویٰ عالمگیری میں بھی یہی لکھا ہے کہ زائر روضۂ اطہر پر اس طرح کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے ''وَیَقِفُ کَمَا یَقِفُ فِی الصَّلٰوۃ'' اکابرین امت کی ان تصریحات سے یہ ثابت ہوگیا کہ کسی کیلئے تعظیماً ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا ہرگز شرک نہیں اور نہ ہی یہ اللہ کیلئے خاص ہے بلکہ قیام تعظیمی بہیئت نماز غیر خدا کیلئے بھی جائز ہے۔

اگر یہ شرک ہوتا تو پھر ایسا کرنے پر ہر جگہ شرک لازم آتا اس میں روضہ انور یا کسی اور جگہ کی تخصیص ہرگز درست نہیں ہے لہٰذا بعض جاہل لوگوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ روضۂ رسول علیہ السلام سے ہٹ کر کسی نے مثل نماز کسی کیلئے تعظیماً قیام کیا تو یہ شرک ہے روضہ رسول علیہ السلام

پر ایسا کرنا جائز ہے کسی اور جگہ جائز نہیں جیسا کہ خلیل انبیٹھوی صاحب نے لکھا کہ:

"یہ (قیام تعظیمی اور اس کا) مسئلہ زیارت کا مختلف ہے"

(براہین قاطعہ صفحہ ۲۰۱)

گویا ہر جگہ شرک یکساں حکم نہیں رکھتا جو کام روضہ انور سے ہٹ کر شرک ہے وہی کام روضہ رسول علیہ السلام پر توحید کا روپ دھار لیتا ہے۔

ابھی چند سطور پیچھے ہم نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت ملا علی قاری کے حوالے سے جو یہ نقل کیا کہ ان اکابرین نے زائر روضہ کو مثل نماز ہاتھ باندھنے کا حکم دیا ہے خلیل احمد انبیٹھوی صاحب ان ارشادات کو نہایت ہی شاطرانہ انداز سے لوگوں کو سمجھاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"اس جگہ استقبال قبلہ نہیں وہ قبلہ کہ معین اور مشخص ہو رہا ہے پشت کے پیچھے ہو جاتا ہے۔ تو قطعاً مخالفت ہیئت صلوٰۃ ہوگئی اور مظنان شرک بھی نہیں کہ حیوۃ النبی موجود ہیں"

(براہین قاطعہ صفحہ ۲۰۱)

یہاں پر ہم دو باتیں کرکے آگے بڑھیں گے اوّل یہ کہ اس فاضل دیوبند کے نزدیک روضہ رسول علیہ السلام پر جو قیام تعظیمی کا حکم دیا گیا ہے اس قیام میں استقبال قبلہ کی شرط مفقود ہوتی ہے یعنی قیام کرنے والے کا رخ قبلہ کی سمت نہیں ہوتا بلکہ روضہ انور کی طرف ہوتا ہے لہٰذا اس صورت پر حالتِ نماز کا اطلاق ہرگز درست نہیں۔

گویا انبیٹھوی صاحب ان اکابرین امت کی غلطیوں کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ ان بزرگوں کو تو نماز اور غیر نماز کی حالتوں کی پہچان ہی نہ تھی جس پر نماز کا اطلاق ہی نہیں ہوتا انہوں نے اس حالت کو مثل نماز کہہ ڈالا کہ روضۂ رسول پر مثل نماز قیام کرے حالانکہ یہ نماز کی طرح قیام ہرگز نہیں۔

دوسری بات یہ کہ انبیٹھوی صاحب فقط استقبال قبلہ کی شرط نہ پائے جانے پر روضہ انور پر قیامِ تعظیمی کو شرک کہنے سے مجتنب ہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی کا شرک یا مشرک ہونا اس وقت تک متحقق نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ غیر خدا کیلئے افعال کو بطریق نماز یا مثل نماز کے ادا نہ کرے اور

اگر کسی مشرک نے غیر خدا کیلئے اس طرح عبادت کی کہ اس کی وہ عبادت یا وہ افعال کماحقہ مثل نماز نہیں تو وہ افعال غیر خدا کیلئے ادا کرنا شرک بھی نہیں اور اگر اس کے وہ افعال مثل نماز بھی ہوں لیکن اس میں بھی کوئی شرط نماز نہ پائی جائے تو جب بھی شرک نہیں آپ خود ملاحظہ فرمایئے کہ فقط ایک شرط مفقود ہے تو خلیل انبیٹھوی صاحب روضہ انور پر تعظیماً قیام کو جائز اور توحید کے عین مطابق قرار دے رہے ہیں حالانکہ یہاں اور نماز کی حالتیں پائی جارہی ہیں مثلاً ہاتھ باندھنا' قیام کرنا' خشوع اور خضوع کا اظہار کرنا وغیرہ وغیرہ لیکن چونکہ استقبال قبلہ کی شرط معدوم ہے تو دیگر ساری صورتیں پائی جانے کے باوجود یہ قیام تعظیمی اس فاضل کے نزدیک شرک نہیں۔

لیکن ہم اہلسنّت کے نزدیک کوئی بھی شخص کسی کو بھی خدا کے سوا فقط عبادت کے لائق ہی سمجھے چاہے وہ اس کیلئے عبادت ادا کرے یا نہ کرے ہر صورت میں وہ مشرک ہی ہے۔

انہی لوگوں کا ایک اور عجیب وغریب عقیدہ ملاحظہ فرمایئے کہ اگر یہی قیام تعظیمی روضہ انور سے ہٹ کر کسی اور جگہ ادا کیا جائے اگرچہ وہاں پر بھی قبلہ رخ والی شرط نہ پائی جائے پھر بھی ان کے نزدیک ہر حال میں شرک ہے اور اس کی یہ مضحکہ خیز وجہ بیان کرتے ہیں۔

''یہاں مولود میں کوئی جہت مشخص نہیں دوسرے مضان شرک ہے کہ عوام کا عقیدہ حاضر ہونے کا ہے پس اس میں اور اس میں فرق ہوگیا معاذ اللہ اگر شرک نہیں تو مشابہ شرک کے''

(براہین قاطعہ صفحہ ۲۰۱)

ابھی تک یہ راز اس بچارے پر بھی نہیں کھلا کہ آیا یہ شرک ہے یا مشابہ شرک! عجیب توحید ہے ان کی! جیسے ہی جگہ بدلی توحید بدل کر شرک بن گئی۔

بہرحال بتانا یہ ہے کہ انبیٹھوی صاحب روضہ رسول علیہ السلام کے علاوہ اور جگہ قیام تعظیمی کو اس لئے شرک کہہ رہے ہیں کہ اور جگہ عوام وخواص تعظیماً قیام اس لئے کرتے ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ اس وقت محفل مولود یا دوسری محافل میں موجود ہیں' حاضر و ناظر ہیں۔ لہٰذا اس وجہ سے ان کا یہ تعظیماً قیام شرک ہوجاتا ہے۔

اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ اگر کسی نے حاضر و ناظر کے عقیدے کے

ساتھ قیام تعظیمی نہ کیا تو یہ شرک نہیں۔

دیوبند کے ان فاضل موحدوں نے یہ مسئلہ حل کر کے کم از کم مشرکوں کیلئے تو یہ رعایت فراہم کردی کہ غیر خدا کی عبادت اس وقت تک شرک کے دائرے میں داخل نہیں کرواسکتی جب تک اس عبادت کے ساتھ غیر اللہ کیلئے حاضر و ناظر ہونے کا اعتقاد نہ کرلے جبکہ ہم اہلسنّت کے نزدیک کسی کے شرک کے متحقق ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ غیر اللہ کو مستحق عبادت سمجھے خواہ وہ اپنے اس معبود کے حاضر و ناظر ہونے کا اعتقاد رکھے یا نہ رکھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا وہ ہرصورت میں مشرک ہی رہے گا۔

یہ نرالی اور البیلی توحید ہم نے تو انہیں کے یہاں دیکھی ہے کہ یوں ہوگا تو شرک ہوگا وہاں ہوگا تو شرک نہیں ہوگا یہاں ہوگا تو شرک ہوگا ہاتھ باندھے تو شرک نہ باندھے تو شرک نہیں مدینہ منورہ میں کیا تو شرک نہیں یہاں کیا تو شرک ہوجائے گا وغیرہ وغیرہ۔

ان کے متعلق ہم اتنا ہی کہتے ہیں۔

گر ہمیں مکتب وہمیں ملاست
کار طفلاں تمام خواہد شد

مزید سنئے! لکھتے ہیں کہ:

''پس تعامل حرمین زیارت میں حسب روایات اجازت کی اگر ہے تو فارق موجود ہے''

(براہین قاطعہ صفحہ ۲۰۱)

جن وجوہات کی بناء پر روضہ رسول علیہ السلام پر قیام تعظیمی کی اجازت جو دی گئی ہے وہ انبیٹھوی صاحب نے پہلے ہی بیان کردیں ہیں اوّل وجہ یہ وہاں استقبال قبلہ والی شرط موجود نہیں دوسری وجہ یہ وہاں آپ قبر شریف میں نہ صرف موجود بلکہ زندہ بھی ہیں یہی وہ دو اسباب ہیں کہ جن کی وجہ سے روضہ انور پر تعظیماً قیام کرنے کی اجازت ہے۔

پہلی وجہ کے تحت ہم تھوڑا سے عرض کرچکے ہیں جو کلام باقی ہے وہ حاضر خدمت ہے۔ اگر قبلہ رخ سے ہٹ کر غیر اللہ کی خاطر قیام تعظیمی شرک نہیں تو پھر آپ کو یہ تسلیم کرنے میں کوئی

امر مانع نہیں ہونا چاہئے کہ کسی بھی مقام پر ادا کیا جانے والا تعظیمی قیام اگر قبلہ رخ پر نہ ہو تو پھر وہ بھی شرک نہیں لیکن آپ اس پر بھی تیار نہیں اور آپ وہاں بھی یہ فتویٰ داغ دیتے ہیں کہ ''الحاصل قیام دست بستہ بخشوع غیر کے واسطے شرک ہوا''

(براہین قاطعہ صفحہ۱۹۹)

روضۂ رسول علیہ السلام پر تعظیماً قیام کرنا ان کے ہاں شرک اسلئے بھی نہیں کہ آپ قبر میں زندہ ہیں جہاں تک حیات النبی عقیدے کا اور مسلک دیوبند کا تعلق ہے تو اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ ان کے مسلمہ امام اسماعیل دہلوی نے اپنی ایمان سوز کتاب تقویت الایمان میں حضور سید عالم ﷺ کو زندہ تسلیم کرنا تو درکنار قبر انور میں آپ کے وجودِ مسعود کے باقی رہنے ہی کا انکار کردیا اور صاف صاف لکھ دیا کہ معاذ اللہ ''حضور مر کر مٹی میں مل گئے'' اور اسی کتاب کو مسلک دیوبند کی بنیادی کتاب ہونے کی حیثیت حاصل ہے اور اسماعیل دہلوی کو اس مسلک کے بانی ہونے کی حیثیت حاصل ہے بانی مسلک تو سرے سے اس بات کا قائل ہی نہیں کہ حضور پر نور شافع یوم النشور اپنی تربت اطہر میں آرام فرما ہیں اور انبیٹھوی صاحب تعظیم رسول علیہ السلام کو کسی اور جگہ بجالانے کو اس وجہ سے ناجائز بتارہے ہیں کہ روضہ اطہر میں آپ زندہ ہیں لہٰذا وہاں تو شرک نہیں لیکن کسی اور جگہ تعظیماً قیام بجالانا اس وجہ سے شرک ہے کہ آپ وہاں موجود نہیں معلوم نہیں ان لوگوں کو زندہ کے ساتھ شرک کرنے کی اجازت کس نے دے دی ہے؟

شرک تو شرک ہے چاہے زندہ کے ساتھ کیا جائے یا مردہ کے ساتھ ہر طرح شرک شرک ہی رہتا ہے یہاں روضہ رسول علیہ السلام پر قیام تعظیمی اس لئے توحید بن جاتا ہے کہ آپ اپنے روضہ انور میں زندہ ہیں اس سے تو یہی معلوم ہوا کہ کسی زندہ بزرگ کی خاطر قیام تعظیمی بجالانا شرک نہیں بلکہ عین توحید ہے غرض یہ کہ ان لوگوں کی توحید بھی عجیب عجوبہ ہے جگہ کے ساتھ توحید بدل جاتی ہے مدینہ منورہ میں ان کا فلسفہ توحید و شرک کچھ ہے ہندوستان و پاکستان میں آکر وہ کچھ کا کچھ ہوجاتا ہے مدینہ منورہ میں ادا کیئے جانے والے جس فعل کو یہ عین توحید قرار دیتے ہیں پاکستان میں آکر وہی فعل ان لوگوں کے نزدیک شرک بن جاتا ہے گویا توحید و شرک ان کیلئے کھیل کا سامان ہے اگر توحید کی تبلیغ اس طرح جاری رہی تو خدا ہی جانے لوگوں کا کیا

حشر ہو؟

درحقیقت ''عظمت رسالت'' نے انہیں حسد کی آگ میں جھونک رکھا ہے اور یہ اسی آگ میں جل کر بدحواسی کے عالم میں کچھ کا کچھ بول رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہمیں ان رنگین توحیدیوں اور ان کی توحید سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین

بحرمة السيد المرسلين ﷺ

اب اس کے ساتھ ہی ہم اگلے موضوع پر قلم اٹھانے کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن اتنا مزید عرض کریں گے کہ ہم نے تعظیم و توقیر کے موضوع پر قدرے تفصیل کے ساتھ عرض کردیا ہے اپنی علمی بساط کے مطابق ہم نے قرآن کریم کی آیات، احادیث نبویہ، صحابہ کرام کے واقعات اور ائمہ اسلام کے ارشادات بھی نقل کردیئے ہیں اور اس کے ساتھ چند ایسے لوگوں کے احوال و اقوال بھی تحریر کردیئے ہیں جو تعظیم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شرک جیسے ناپاک گناہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ معاذ اللہ

بہرحال دونوں ہی کو ہم نے کسی بخل کے بغیر قلم و قرطاس کے سپرد کردیا ہے۔

بس آپ سے اتنی ہی بات کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ اپنے ضمیر سے فیصلہ لیجئے کہ آپ کس کے حق میں اپنا فیصلہ دے کر کس کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں لیکن ٹھہریئے!

کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے یہ ذہن نشین فرمالیں نزع کی سختیوں قبر کی تاریکیوں، میدانِ حشر کی مفلسی اور تنگ دستیوں، اور پل صراط کی ہولناکیوں میں ماں ساتھ چھوڑ دے گی، باپ اور بھائی بھی منہ موڑ لیں گے ہر رشتہ دار و عزیز آنکھیں پھیر لے گا لیکن اس نفسا نفسی کے عالم میں بھی ایک ہی ذات دستگیری کرنے اور ہمیں اپنے دامن کرم میں چھپانے کیلئے تیار نظر آئے گی وہ کون ہیں؟

وہ اللہ کے حبیب اور ہمارے غم خوار آقا ﷺ ہی ہیں جو ہمارا پہلا اور آخری سہارا ہیں اب آپ فیصلہ دیجئے آپ کس کی عزت و ناموس پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کا ذہن بنائے بیٹھے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمارے محترم دوست اور کرم فرما قاری محمد ارشد القادری صاحب نے ہمارے پاس دیوبندی مسلک سے تعلق رکھنے والے زید کے مسلک اہلسنّت و جماعت کے عقائد پر کیئے ہوئے اعتراضات بھیجے ہیں اور انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ ان تمام اعتراضات اور دیوبندی اعتقادات کا مدلل اور مفصل جواب دیا جائے ہم حضرت قبلہ قاری محمد ارشد القادری صاحب کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے بھیجے گئے تمام اعتراضات۔ کا جواب دینے کی سعی کرتے ہیں دعا ہے کہ رب کائنات اپنے حبیبِ پاک ﷺ کے طفیل اس میں کامیابی نصیب فرمائے۔آمین

بحرمة السيد المرسلين ﷺ

ہم نمبروار پہلے اعتراض اور پھر اس کا جواب لکھیں گے لہٰذا ورق الٹیئے اعتراضات اور جوابات کا سلسلہ ملاحظہ فرمایئے۔

علم غیب کی بحث

زید جو کہ دیو بندی ہے علم غیب کا حضرات انبیاء علیہم السلام کے حق میں اثبات کو شرک کہتا ہے اور ان حضرات کیلئے علم غیب کی نفی کرتا ہے اور اپنے عقیدے پر وہ درج ذیل آیات پیش کرتا ہے۔

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ط

''(اے نبی) آپ کہہ دیجئے جتنے لوگ آسمان اور زمین میں ہیں کسی کو بھی غیب کا علم نہیں ہے سوائے اللہ کے''

(سورہ نمل آیت ۶۵)

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ج وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ

''(اے نبی آپ کہہ دیجئے) اگر میں غیب جانتا تو اپنے لئے ہر قسم کی بھلائی (یعنی خیر کثیر) جمع کر لیتا اور مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچتی''

(سورہ اعراف آیت ۱۸۸)

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ ط

''غیب کی کنجیاں اللہ ہی کے پاس ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا''

(سورہ انعام آیت ۵۹)

قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ

''آپ کہہ دیں کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں''

(سورہ انعام ۵۰)

مزید یہ کہ زید یہ کہتا ہے کہ اگر پیغمبر اسلام غیب جانتے ہوتے تو حضرت عائشہ صدیقہ پر منافقین کی طرف سے لگنے والی تہمت پر آپ پریشان اور غمگین کیوں ہوتے وحی آئی تو آپ کو سکون ملا کہ حضرت عائشہ سچی اور منافق جھوٹے ہیں اگر آپ کے پاس غیب کا علم ہوتا تو آپ غمگین نہ ہوتے۔

(اَقُوْلُ) حضرات انبیاء و اولیاء کے علم غیب کی نفی میں دیو بندی حضرات کے پاس دلائل کا

یہی کل اثاثہ ہے جس پر یہ لوگ اپنے عقیدۂ علم غیب کی نفی پر پھولے نہیں سماتے۔

لیکن معلوم نہیں زید چھٹا اعتراض کرنا کیوں بھول گیا ہے حالانکہ ان کے یہاں علم غیب کی نفی میں وہ چھٹا اعتراض بھی بڑی قوی دلیل کی حیثیت رکھتا ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ:

''نبی علیہ السلام سے کفار نے جھوٹ بول کر اور اسلام کی تبلیغ کا بہانہ بنا کر ستر صحابہ کو لے جا کر شہید کیوں کیا؟ اگر نبی علیہ السلام غیب جانتے تو انہوں نے صحابہ کو جانے سے کیوں نہ روکا؟ اور بعد میں کیوں ان کیلئے بددعائیں کرتے رہے؟''

یہ ہے وہ آخری اعتراض جسے یہ لوگ اپنے زعم فاسد میں حضرات انبیاء و اولیاء کرام کے حق میں عقیدہ علم غیب کے اثبات کو روا رکھنے والے مسلمانوں کے تابوت میں آخری کیل سمجھ کر گاڑ لیتے ہیں بہرحال یہ تو آئندہ صفحات کے مطالعہ کے بعد عیاں ہو ہی جائیگا کہ انہوں نے اسے آخری کیل سمجھ کر ہمارے تابوت میں گاڑا ہے یا ہم نے اس کا جواب دے کر ان کی لحد میں کم پڑ جانے والی آخری اینٹ کو نصب کر دیا ہے۔

بہرحال اگر زید یہ اعتراض بھی کر لیتا تو علم غیب کی نفی میں اس کے دلائل کا شجرہ دیوبند کے فاضل محققین تک پہنچ جاتا۔

لیکن پھر بھی ہم یہ ارادہ کیئے ہوئے ہیں کہ اگر ضمناً بات چل نکلی تو ہم اس کا بھی جواب دے ہی دیں گے اب زید کے وارد کردہ اعتراضات کے جوابات حاضر ہیں۔

سلسلہ جوابات:

معترض کی پیش کردہ آیت کا مدلل جواب:

زید اپنے عقیدے کی تائید میں پہلی جس آیت کو پیش کرتا ہے وہ یہ ہے:

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ط

'' (اے نبی) آپ کہہ دیجئے جتنے لوگ آسمان اور زمین میں ہیں کسی کو بھی غیب کا علم نہیں ہے۔ سوائے اللہ کے''

اس آیت کے تحت حضرات انبیاء یا اولیاء ۔سے علم غیب کی نفی کرنا صحیح نہیں یہ بات ہر ذی علم وفہم پر ہرگز پوشیدہ نہیں کہ قرآن کریم کی کسی بھی آیت کا مطلب ومفہوم بیان کرتے وقت اس بات کا لحاظ اور پاس لازمی ہے کہ وہ بیان کردہ مفہوم یا مطلب قرآن کریم کی دوسری آیت میں واردشدہ مضمون ومفہوم کے منافی نہ ہو اگر کسی نے بھی قرآن کریم کی کسی بھی آیت کا مفہوم اس طرح بیان کیا کہ وہ مطلب ومفہوم دوسری آیت کے خلاف ہے تو ایسا فرد یا فرقہ قرآن کریم کی حقانیت وصداقت کو سبوتاژ کرنے کی ناپاک سعی کرنے والوں میں سے ہے جیسا کہ زید نے اس آیت کے تحت یہ عقیدہ گھڑا کہ غیب کا علم خدا کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔

لیکن جب کوئی قرآن کریم پڑھتے پڑھتے ان آیات پر پہنچے گا کہ جن آیات میں غیر خدا بالخصوص حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے علم غیب پر اطلاع یاب ہونے کی صراحت ہے اور جن آیات میں ان حضرات کا غیوب کی خبریں دینے کا ذکر ہے تو قرآن کریم پڑھنے والا یہ شخص قرآن کریم کی حقانیت وصداقت کے خلاف شک وتردد میں مبتلا ہوئے بغیر کیسے رہ سکتا ہے اور یہ سوچے بغیر کیسے آگے بڑھ سکتا ہے کہ ایک طرف تو قرآن کریم غیر خدا کیلئے علم غیب کی نفی فرمارہا ہے اور دوسری طرف قرآن کریم ہی میں ان کے حق میں علم غیب کا اثبات موجود ہے اب کسے قبول کیا جائے اور کسے ترک کیا جائے۔

لہٰذا قرآن کریم سے ایسے عقائد وضع کرنا یہ قرآن کریم کو پڑھنے اور اسے سننے والوں کے ذہن میں انتشار برپا کرسکتے ہیں کہ قرآن کریم کا بعض حصہ بعض حصے سے متصادم ہے بعض آیات بعض آیات کا بطلان کررہی ہیں اور ان آیات کا آپس میں شدید اختلاف ہے اور اس ذہنی انتشار کے ذمہ دار یہی لوگ ہیں قرآن وہ واحد آسمانی کتاب ہے جو تمام تحریفات سے محفوظ ہے اور محفوظ رہے گی نہ اس کی آیات ایک دوسرے کی مخالف ہیں اور نہ ہی ان کے مابین کوئی تصادم ہے۔ خود رب کائنات جل جلالہ کا فرمانِ عظمت نشان ہے کہ:

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ط وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ٥

''کیا قرآن میں غور نہیں کرتے اور (اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ) اگر وہ اللہ کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو ضرور اس میں کثیر اختلاف پاتے''

(سورہ نساء آیت ۸۲)

معلوم ہوا قرآن کریم میں کوئی اختلاف کی جگہ اور مقام نہیں اور نہ ہی اس کی آیات کے مابین کوئی تصادم ہے اور یہی قرآن کریم کی حقانیت و صداقت پر قائم بڑے دلائل میں سے ایک دلیل ہے مگر ان لوگوں کا کیا کیا جائے کہ جو محض اپنے فاسد عقائد اور نظریات کی ترویج و تبلیغ کی غرض سے اور حضرات انبیاء و اولیاء کی عظمتوں کو لوگوں کے دلوں سے محو کرنے کے مکروہ ارادے کو پورا کرنے کی غرض سے قرآن کریم کی عظمت اور صداقت کو داؤ پر لگائے بیٹھے ہیں حالانکہ ان نفوس قدسیّہ کی عظمت و شان میں سینکڑوں آیات قصیدہ خواں ہیں انہیں یہی مناسب تھا کہ یہ لوگ حضرات انبیاء اور اولیاء کی عظمت و شان کے بیان میں قرآن کریم کو ذریعہ بناتے لیکن اس حرماں نصیبی کا کیا کیا جائے کہ ان لوگوں نے محض اپنی نفسانی خواہشات کی تسکین اور تکمیل کی غرض سے حضرات اہل اللہ کی عظمتوں پر حملہ آور ہونے کیلئے قرآن کریم کو بطور ہتھیار استعمال کردیا ہے اور کس طرح غیر ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے ان لوگوں نے عقل و خرد، فکر و شعور کا دامن چھوڑ کر قرآن کریم کے معنیٰ و مفہوم کو کچھ کا کچھ بیان کرکے عام لوگوں کو یہ تاثر دے رہے ہیں کہ حضرات انبیاء و اولیاء کرام کے حق میں علم غیب کی نفی قرآن کریم ہی نے کردی ہے۔

ان لوگوں کے قرآن کریم کے اسی اندازِ بیان نے غیر مسلم اقوام کیلئے قرآن کریم کی حقانیت اور صداقت پر انگلی اٹھانے کا اچھا موقع فراہم کردیا ہے اسلام دشمن عناصر اور مشنریز کے سرغنے غیر اقوام کو قرآن کریم کی حقانیت کے خلاف یہ تاثر دینے میں کامیاب ہوسکتے ہیں کہ ایک طرف تو مسلمان قرآن حکیم سے غیر خدا کے حق میں علم غیب کے عقیدے کا اثبات ثابت کرتے ہیں اور دوسری طرف بعض فرقے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن کریم ہی میں غیر خدا کیلئے علم غیب کی نفی موجود ہے نفی اور اثبات دو متضاد چیزیں ہیں اور یہ دونوں ہی قرآن میں موجود ہیں جو اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ قرآن کا بعض حصہ بعض حصے سے متصادم ہے اور جس کلام

کا بعض، بعض سے اختلاف کرتا ہو۔ تو ایسے کلام کو کسی عقلمند انسان کا کلام بھی نہیں کہا جا سکتا چہ جائیکہ اسے ربِ کائنات علیم و حکیم کا کلام تسلیم کیا جائے۔

یہ ہے وہ خرابی جو عقیدہ علم غیب کی نفی اور تردید کی صورت میں لازم آئے گی۔ دوسری خطرناک خرابی یہ ہے کہ اگر زید کا عقیدہ درست مان لیں اور ان آیات کے تحت اگر عقیدہ علم غیب کی نفی درست مان لی جائے اور تسلیم کرلیا جائے کہ خدا کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور یہی ان آیات کا معنی اور منشا قرار دے دی جائے تو اس میں سب سے زیادہ جو خرابی ہے وہ یہ ہے کہ اگر اس اعلان کے بعد حضرات انبیائے کرام یا اولیائے عظام میں سے کسی نے بھی غیب کی خبر دی تو پھر اس طرح قرآن کریم کی تکذیب اور خود رب کائنات کی تکذیب لازم آئے گی۔ معاذ اللہ اس کو اس طرح سمجھئے کہ کسی جگہ کوئی مجمع اکٹھا ہو اور اس مجمع کے متعلق زید یہ کہہ دے کہ اس مجمع میں جتنے افراد بھی ہیں ان میں سے کوئی بھی میرے سوا عربی نہیں جانتا اگر اب کوئی اس مجمع میں سے کھڑا ہو جائے اور عربی بولنا شروع کردے تو اس شخص کا عربی میں کلام کرنا ہی زید کے جھوٹے ہونے کے لئے کافی ہے اس لئے کہ زید نے تو یہ کہا تھا کہ ان میں سے کوئی عربی نہیں جانتا لیکن فلاں شخص عربی میں کلام کررہا ہے لہٰذا اس کا کلام کرنا زید کے جھوٹے ہونے پر دلیل ہے اسی طرح اگر ہم اس عقیدے کو درست مان لیں کہ قرآن کریم میں ہے کہ حضرات انبیاء کرام اور اولیائے عظام کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب نہیں دیا اور اللہ کے سوا کوئی بھی غیب نہیں جانتا پھر اگر ان میں سے کوئی غیب کی خبریں دے گا تو معاذ اللہ قرآن کریم اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی تکذیب لازم آئے گی۔

آیئے ہم قرآن کریم ہی سے حضرات انبیاء و اولیاء کے حق میں اثباتِ علم غیب کا بیان پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمایئے لیکن ذرا توقف فرمایئے! پہلے ہم زید کے دلائل کا ایک الزامی جواب دیں گے پھر قرآن کریم کی آیات پیش کریں گے زید نے ان تمام آیات بالخصوص سورہ نمل کی اس آیت کے تحت

''(یعنی اے نبی) تم فرمادو جتنے لوگ آسمان اور زمین میں ہیں کسی کو بھی غیب کا علم نہیں سوائے اللہ کے''

(سورہ نمل آیات ۶۵)

یہ عقیدہ گھڑ لیا کہ زمین و آسمان میں جتنے بھی لوگ ہیں کوئی بھی ان میں سے غیب نہیں جانتا شاید اس نے یہ سمجھ لیا کہ چونکہ لوگوں میں حضرات انبیاء و اولیاء بھی داخل ہیں لہٰذا قرآن کریم نے ان سے بھی علم غیب کی نفی کردی ہے معلوم ہوا لوگوں میں سے کوئی غیب جانتا ہی نہیں۔ اگر واقعی ایسی ہی بات ہے تو پھر زید کو حضرات انبیائے کرام یا اولیائے عظام سے صرف علم غیب کی نفی تک ہی محدود نہیں رہنا چاہئے بلکہ ذرا قدم اور آگے بڑھا کر حضرات انبیاء اور اولیاء کی اطاعت و فرمانبرداری کا بھی انکار کردینا چاہئے اگر قران کریم نے انسانوں سے علم غیب کی نفی کی ہے تو پھر یہ بھی تو قرآنِ کریم میں موجود ہے کہ:

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ o

''بے شک آدمی اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے''

(سورہ عادیات آیت ۶)

اگر غور و فکر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ کر اس آیت سے زید کی طرح موٹی عقل والا کوئی یہ عقیدہ وضع کرلے کہ انسانوں میں کوئی اللہ کا شکر گزار بندہ ہی نہیں چاہے وہ انبیائے کرام ہوں یا اولیائے عظام ہوں اگر انبیائے کرام یا اولیائے کرام شکر گزار ہوتے تو یہاں ضرور ان کا الگ ذکر کرکے یہ کہہ دیا جاتا کہ انبیاء و اولیاء کے علاوہ باقی انسان ناشکرے ہیں لیکن یہاں صرف انسان کا ذکر کیا گیا ہے لہٰذا جو بھی انسان ہے وہ ناشکرا ہے۔

ایمان کے یہ دشمن اگر عقل کے ساتھ خود بھی چرنے چلے جاتے تو بہتر تھا اگر ایسے ہی فاضل مفسر پیدا ہوتے رہے اور قرآن کریم کو پڑھ کر ایسے ہی عقائد و نظریات ان لوگوں نے وضع کرنا شروع کردیئے تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کسی دن ان کا کیا حشر ہوجائے۔

ظاہر ہے اگرچہ یہاں انسان کو ناشکرا قرار دیا گیا لیکن اس میں حضرات انبیاء و اولیاء ہرگز داخل نہیں ان نفوس قدسیہ کی اطاعت و شکر گزاری پر ہزارہا آیات شاہد ہیں ان تمام آیات سے آنکھیں بند کرکے فقط اس آیت کے تحت یہ عقیدہ بنالینا کہ حضرات انبیاء و اولیاء سمیت تمام

انسان ہی ناشکرے ہیں۔ ایسا کوئی بھی ذی عقل نہیں کرسکتا اگر اس آیت میں ناشکر گزار انسانوں کی نشاندہی نہ کی گئی تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ سارے انسان ہی ناشکرے ہیں پس اسی طرح ان تمام آیات میں تخصیصاً کسی کے علم غیب کا اثبات نہ کرنا اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضرات انبیاء یا اولیاء کے پاس بھی علم غیب نہیں غیر خدا کے علم غیب کی نفی میں ہرگز انبیاء یا اولیاء کرام داخل نہیں اس لئے کہ بے شمار آیات اور ہزارہا صحیح احادیث ان نفوس قدسیہ کیلئے اثبات علم غیب پر شاہد ہیں۔ لہٰذا ان تمام آیات و احادیث کا انکار کر کے فقط ان آیات سے اپنی عقل اور علم پر ناز کرتے ہوئے ان نفوس قدّسیہ کے علم غیب کا انکار کردینا کسی بھی صاحب ایمان کو لائق نہیں اور غیر خدا کے علم غیب کا انکار کردینا یہ صریح نصوص کا انکار کرنا ہے جو یقیناً کفر ہے۔ اس مسئلہ کو اس طرح بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ جیسے ہم ہندوستان کے متعلق کہتے ہیں کہ وہاں کافر رہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ وہاں کوئی مسلمان رہتا ہی نہیں محض وہاں کفار کی حکومت کو دیکھ کر وہاں موجود کروڑہا مسلمانوں کے وجود کا انکار کردینا کسی جنون زدہ ہی کو مناسب ہے کوئی ذی شعور و عقل ایسا کبھی نہیں کرسکتا۔

یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ ”القلیل کالمعدوم للاکثر حکم الکل“ یعنی قلیل معدوم اور کثیر کل کا حکم رکھتا ہے“

یہ عام مشاہدہ ہے کہ بات ہمیشہ مذکورہ بالا اسی اصول کے مطابق ہی کی جاتی ہے اگر کسی ملک میں مسلمان اکثریت میں رہتے ہیں (جیسا کہ پاکستان ہے) تو اس ملک کو مسلمانوں کا ملک کہا جاتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ وہاں کوئی غیر مسلم رہتا ہی نہیں جس طرح اکثریت کل کا درجہ رکھتی ہے اسی طرح اقلیت عدم کا درجہ اور حیثیت کی حامل ہوتی ہے۔

پس قرآن کریم کا بھی یہی انداز بیان ہے چونکہ مخلوقات میں اکثریت علم غیب سے محروم ہے لہٰذا اکثریت ہی کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن حکیم نے بھی کُل کے علم غیب کی نفی فرمائی لیکن اس سے ہرگز کوئی یہ عقیدہ نہیں گھڑسکتا کہ حضرات انبیاء یا اولیاء بھی غیب نہیں جانتے۔

معلوم نہیں ان لوگوں نے عقل کے عوض کیا خرید لیا کہ عقیدہ علم غیب کی نفی پر انہیں یہ چار آیات تو نظر آ گئیں لیکن ان بے شمار آیات اور ہزارہا صحیح احادیث سے کیوں آنکھیں بند کر لیں کہ جن میں ان نفوس قدسیہ کے حق میں علم غیب کا صریح اثبات موجود ہے لہٰذا ملاحظہ فرمایئے چند آیات و احادیث۔

پہلی آیت:

وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ج

''اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے''

(سورہ بقرہ آیت ۲۵۵)

اللہ تعالیٰ اپنے کون سے علم میں سے انہیں عطا فرماتا ہے کہ جنہیں وہ عطا فرمانا چاہے۔

تفسیر خازن میں اس آیہ کریمہ کے تحت لکھا ہوا ہے کہ:

يَعْنِيْ اَنْ يُّطْلِعَهُمْ عَلَيْهِ وَهُمُ الْاَنْبِيَآءُ وَالرُّسُلُ وَلِيَكُوْنَ مَا يُطْلِعُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ عِلْمِ غَيْبِهٖ دَلِيْلاً عَلٰى نُبُوَّتِهِمْ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

''یعنی جن کو اللہ تعالیٰ اپنے علم پر اطلاع دیتا ہے وہ حضرات انبیائے کرام اور مرسلین عظام ہیں تاکہ ان نفوس قدسیہ کا غیب پر مطلع ہونا ان کی نبوت کی دلیل ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''پس وہ اپنے غیب پر کسی کو آگاہ نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے''

اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں جس علم پر غیر خدا کے آگاہ ہونے اور انہیں عطا ہونے کا جو ذکر کیا اس سے مراد خصوصیت کے ساتھ علم غیب ہے۔

دوسری آیت:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝

''اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں''

(سورہ تکویر آیت ۲۴)

اس آیت کے تحت تفسیر بغوی میں ہے کہ:

یَقُوْلُ اِنَّہٗ یَاتِیْہِ عِلْمُ الْغَیْبِ فَلایَبْخَلُ بِہٖ عَلَیْکُمْ بَلْ یُعَلِّمُکُمْ وَیُخْبِرُکُمْ بِہٖ

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نبی ﷺ کے پاس علم غیب آتا ہے تو وہ اس کے بتانے میں بخل نہیں کرتے بلکہ تمہیں سکھاتے اور خبر دیتے ہیں''

اگر آپ آقائے کائنات ﷺ کی علم غیب پر جودو سخاوت کی جھلک ملاحظہ کرنا چاہتے ہیں تو لیجئے ملاحظہ فرمائیں۔

اَبُوْزَیْدٍ (یَعْنِیْ عَمْرَو بْن اَخْطَبَ) قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ الْفَجْرَ وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الظُّھْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰی ثم صَعِدَ الْمَنْبَرَ فَخَطَبْنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰی ثُمَّ صَعِدَ الْمَنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَخْبَرَنَا بِمَا کَانَ وَبِمَا ھُوَ کَائِنٌ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا

''حضرت ابو زید (عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہم کو نمازِ فجر پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے اور وعظ فرمایا یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت ہوگیا آپ منبر سے نیچے اترے نمازِ ظہر پڑھائی پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور وعظ فرمایا حتیٰ کہ نماز عصر کا وقت آ گیا آپ پھر منبر سے نیچے اترے عصر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر رونق افروز ہوئے ہمیں وعظ فرمایا یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا پس آپ نے ہمیں وہ تمام چیزیں اور واقعات بتادیئے جو ہوچکے تھے اور ہونے والے تھے (یعنی ماکان ومایکون کی خبریں دیں) پس ہم میں زیادہ عالم وہی سمجھا جاتا جس نے (اس وعظ کو) زیادہ یاد رکھا''

(صحیح مسلم شریف جلد سوئم کتاب الفتن واشراط الساعۃ)

لیکن دیوبندی حضرات کے محدث جلیل انبیٹھہ کے مولوی خلیل صاحب کا کیا کیا جائے کہ انہوں نے یہاں تک لکھ دیا کہ حضور ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں معاذ اللہ اس ایمان افروز حدیث کے سامنے انبیٹھوی صاحب کا یہ قولِ فاسد کفر والحاد کے سوا کچھ بھی نہیں۔

تیسری آیت:

عٰلِمُ الْغَیبِ فَلَایُظْھِرُ عَلٰی غَیبِہٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ

''غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلّط نہیں کرتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے''

(سورہ جن آیت ۲۷)

تفسیر خازن میں ہے کہ:

یَعْنِیْ اِلَّا مَنْ یَّصْطَفِیْہِ لِرِسَالَتِہٖ وَنُبُوَّتِہٖ فَیُظْھِرُہٗ عَلٰی مَایَشَآءُ مِنَ الْغَیْبِ حَتّٰی یُسْتَدَلَّ عَلٰی نُبُوَّتِہٖ مِمَّا یُخْبِرُ بِہٖ مِنَ الْمُغِیْبَاتِ فَیَکُوْنُ ذٰلِکَ مُعْجِزَۃً لَّہٗ

''یعنی جس کو اپنی نبوت و رسالت کیلئے چُن لیتا ہے۔ تو اس پر جتنا چاہتا ہے۔ غیب ظاہر فرمادیتا ہے۔ تاکہ اس کا غیبی خبریں دینا اس کی نبوت کی دلیل ہوجائے پس یہ نبی کا معجزہ ہوتا ہے''

چوتھی آیت:

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ

''اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے''

(سورہ آل عمران آیت ۱۷۹)

تفسیر جلالین میں ہے کہ:

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ وَیَخْتَارُ مَنْ یَّشَآءُ فَیَطَّلِعُ عَلٰی غَیْبِہٖ کَمَا اِطَّلَعَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰی حَالِ الْمُنٰفِقِیْنَ

''ہاں اللہ چن لیتا ہے اور جس کو چاہے اختیار دے دیتا ہے اور پھر اس کو اپنے غیب کی اطلاع دیتا ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے حال سے مطلع فرمایا''

لیکن زید کی اس خفتہ بختی کا کون علاج کرے کے اس کے نزدیک حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر جب منافقوں نے تہمت لگائی تو نہ آپ کو حضرت عائشہ کا سچا

ہونا معلوم ہوسکا تھا اور نہ ہی منافقوں کا جھوٹا ہونا معلوم تھا معاذ اللہ

"بہ بیں تفاوتِ راہ از کجاست تابہ کجا"

پانچویں آیت:

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا○

"اور تمہیں سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے"

(سورہ نساء آیت ۱۱۳)

اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں تفسیر خازن میں لکھا ہوا ہے کہ:

وَقِيْلَ عَلَّمَكَ مِنْ عِلْمِ الْغَيْبِ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَقِيْلَ مَعْنَاهُ وَعَلَّمَكَ مِنْ خَفِيَّاتِ الْاُمُوْرِ وَاَطْلَعَكَ عَلٰى ضَمَآئِرِ الْقُلُوْبِ وَعَلَّمَكَ مِنْ اَحْوَالِ الْمُنٰفِقِيْنَ وَكَيْدِهِمْ

"اور کہا گیا ہے کہ آپ کو سکھادیا اس علم غیب میں سے جس کو آپ نہیں جانتے تھے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو امورِ مخفیہ دلوں کے احوال (یعنی راز) منافقین کے احوال اور ان کی مکاریوں کا علم عطا فرمایا گیا ہے"

چھٹی آیت:

اَلرَّحْمٰنُ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ○ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ○

"رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا ما کان و ما یکون کا بیان انہیں سکھایا"

(سورہ رحمٰن آیات ۱ تا ۴)

تفسیر خازن میں ہے کہ:

وَقِيْلَ الْمُرَادُ بِالْاِنْسَانِ مُحَمَّدًا ﷺ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ يَعْنِىْ بَيَانَ مَاكَانَ وَمَايَكُوْنُ لِاَنَّهُ يُنَبَّأُ عَنْ خَبَرِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَعَنْ يَوْمِ الدِّيْنِ

"کہا گیا ہے کہ انسان سے مراد محمد ﷺ ہیں اور بیان سے مراد جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا

سب اللہ نے ان کو سکھادیا کیونکہ آپ کو اوّلین و آخرین اور قیامت کے دن کی خبر دے دی گئی“

تفسیر حسینی میں ہے کہ:

آں علم ماکان ومایکون هست که حق سبحانه در شب اسریٰ به آنحضرت عطا فرمود

”وہ علم ماکان و مایکون ہے یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا اللہ تبارک و تعالیٰ نے معراج کی رات آپ کو عطا فرمادیا ہے“

ابھی ابھی آپ نے مسلم شریف کے حوالے سے حدیث شریف ملاحظہ بھی فرمائی کہ آپ نے اوّلین و آخرین سب کی خبریں بھی دیں اگر آپ کو اوّلین و آخرین کا علم نہیں تو آپ نے مخلوقات کی ابتداء سے لے کر قیامت تک ہونے والے واقعات کی خبریں کیسے دیں؟

ساتویں آیت:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

”اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔“

(سورہ نمل آیت ۸۹)

معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز اور واقعہ بیان فرمادیا وہ شئے خواہ غیب سے تعلق رکھتی ہو یا ظاہر سے بہرحال اس کا بیان قرآن حکیم میں موجود ہے مطلب یہ ہوا کہ قرآن کریم کوئی رسمی کتاب نہیں بلکہ علوم غیبیہ اور ظاہریہ کا ایک نا ختم ہونے والا لازوال خزانہ ہے۔

اب آیئے ملاحظہ فرمایئے کہ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کیا ارشاد فرمایا جارہا ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ o عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ o

”رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا“

(سورہ رحمٰن آیت ۱تا۲)

اور یہ بھی ذہن میں رکھئے کہ:

مَامِنْ شَیْءٍ فِی الْعَالَمِ اِلَّا هُوَ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ

''تمام عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کا بیان قرآن میں نہ ہو''

(الاتقان فی علوم القرآن جلد۲)

پس ان تصریحات سے روشن ہوگیا کہ جب قرآن کریم میں کائنات کے ذرّے ذرّے کا علم موجود تو انہی قرآن کریم کے جمیع علوم کو رب کائنات نے اپنے حبیب ﷺ کے سینے میں رکھ دیا گویا آپ کے سینے میں کائنات کے ذرّے ذرّے کا علم موجود ہے۔

اگر ذہن کا تردد پھر بھی زائل نہیں ہوا تو لیجئے ملاحظہ فرمایئے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لَوْضَاعَ لِیْ عِقَالُ بَعِیْرٍ لَوَجَدْتُهٗ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ

''اگر میرے اونٹ کی رسی گم ہوجائے تو میں کتاب اللہ میں اس کا پتہ پاسکتا ہوں''

(الاتقان جلد۲)

آپ کے اس دعوے کی صداقت کا اظہار اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہورہا ہے کہ:

وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ

''اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے''

آپ غور فرمایئے یہ کون ارشاد فرمارہا ہے؟ صحابی رسول علیہ السلام یہ کون ارشاد فرمارہا ہے؟ شاگردِ رسول علیہ السلام یہ کون ارشاد فرمارہا ہے؟ مکتب رسالت کا متعلّم یہ کون ارشاد فرمارہا ہے؟ درس گاہِ نبوت کا تلمیذ۔

اگر خانہ دل سے عقل وشعور نے مکمل رختِ سفر نہ باندھا ہو تو مجھے بتایئے جس شاگرد نے مکتب نبوت سے قرآن حکیم کا علم حاصل کیا تو اس تلمیذ رشید سے دنیا کے کسی کونے میں پڑی ہوئی اونٹ کی رسّی تک پوشیدہ نہ ہو تو جس تلمیذ رشید نے مکتب الوہیت سے پڑھ کر قرآن حکیم کے علوم حاصل کیئے ہوں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کائنات میں موجود کوئی شئے اس کے علم سے باہر ہو۔

جب ایک انسان نے دوسرے انسان کو قرآن سکھایا تو پھر اس سے اونٹ کی معمولی سی

رتی بھی پوشیدہ نہ رہے تو پھر جس انسان کو خود رب کائنات نے قرآن سکھایا تو اس کے علوم کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟ سبحان اللہ

غور فرمایئے حضرت ابن مسعود کے علم کے سامنے بعد میں آنے والوں کے علم کو کیا سمندر کے مقابل قطرے سے زیادہ اہمیت حاصل ہے؟ ہرگز نہیں پھر علوم نبوت کی وسعتوں کی کون حدود متعین کرسکتا ہے؟ بے شک

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

جب یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے جمیع علوم اور ہر چیز کا بیان قرآنِ حکیم میں فرمادیا ہے تو پھر ہمیں اس بات کو تسلیم کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہونا چاہئے کہ یہ سارے علوم آپ کو تمام و کمال کے ساتھ حاصل ہیں۔

لہٰذا منکرین علم غیب کو چاہئے کہ وہ اپنے انکار کا دائرہ صرف ذاتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی تک محدود نہ رکھیں بلکہ اسے بڑھا کر قرآن کریم تک لے جائیں اور پھر قرآن کریم میں موجود علوم غیبیہ کا بھی انکار کردیں۔

اس لئے کہ رسولِ کائنات ﷺ کے جمیع علوم کا منبع و ماخذ قرآن کریم ہی ہے لہٰذا جو حضورِ سرور کائنات ﷺ کے پاس علوم ہیں وہ سب کچھ قرآن میں ہیں اور جو علوم قرآن میں ہیں وہ سب حضور علیہ السلام کے سینۂ اقدس میں ہیں حضور علیہ السلام کے علم کا انکار درحقیقت قرآن کے علم کا انکار ہے۔

آٹھویں آیت:

ذَالِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ

''یہ غیب کی خبروں میں سے ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں''

(سورہ یوسف آیت ۱۰۲)

اس آیت میں بھی حضور پرنور ﷺ کیلئے علم غیب کا صریح اثبات موجود ہے لیکن:

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

بعض منکرین علم غیب اس موقع پر دو اشکال قائم کرتے ہیں۔

اوّل یہ کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ کو علم غیب حاصل نہ تھا اور جو آپ نے بعض غیب کی خبریں دیں ان خبروں کا علم آپ کو وحی کے ذریعے کردیا گیا تو آپ نے ان کے متعلق جان لیا اور پھر ان کی خبریں دیں لہٰذا جو شئے وحی کے ذریعے آپ پر عیاں کردی گئی اس شئے کی خبر دینا کیسے غیب کے زمرے میں آ سکتا ہے؟ کیونکہ اب وہ آپ پر پوشیدہ نہ رہی ظاہر کردی گئی تو ظاہر شئے کے متعلق خبر دینا علم غیب کے زمرے میں نہیں آتا۔

دوسرا اشکال یہ قائم کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں انبیاء کرام کیلئے غیب کے علم کا اثبات نہیں بلکہ غیب پر اطلاع یابی کا اثبات ہے علم اور اطلاع میں بہت فرق ہے۔

یہ دونوں اشکال ایک مرتبہ ایک دیوبندی مولوی نے ہم پر قائم کیئے تو ہم نے اس سے کہا اگر آپ کی یہ منطق درست قرار دے کر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ کسی پر غیبی بات یا غیبی شئے ظاہر ہوجائے تو اس شئے اور اس بات کا علم، علم غیب کے زمرے میں نہیں آتا تو پھر آپ لوگ خدائے قدیر کے حق میں عقیدۂ اثباتِ علم غیب کیوں روا جانتے ہیں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ پر تو کوئی شئے اور بات پوشیدہ ہی نہیں وہ تو دلوں میں گزرنے والے خطرات پر آسمانوں میں موجود قطرات پر اور زمین کے اندھیروں میں پڑے ہوئے ذرّات پر بھی واقف ہے ہمارے نزدیک تو وہ مسلمان ہی نہیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ سے کسی شئے کو پوشیدہ مانے تو کیا اس صورت حال میں دیوبند کے فاضل مفتی صاحبان یہ فتویٰ دینے کی جرأت کرسکتے ہیں کہ جب اللہ سے کچھ چھپا ہوا ہی نہیں سب کچھ اس پر ظاہر ہے تو لہٰذا اللہ کیلئے علم غیب کا اثبات بھی جائز نہیں ہمارے اس جواب نے اس فاضل مولوی کا جو حال کیا اسے بیان کرنے کی یہاں چنداں ضرورت نہیں۔

دوسرے وارد کردہ اشکال کا ہم نے اسے جواب دیا کہ آپ حضرات سیدھے سادھے لوگوں کو محض لفظوں کی ہیر پھیر میں الجھا کر انہیں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں علم غیب کے اثبات سے باز رکھنا چاہتے ہیں ورنہ بتایئے آپ نے جو یہ کہا کہ علم اور اطلاع میں بڑا

فرق ہے آپ مفہوم کے لحاظ سے ان میں معمولی سا فرق ہی ثابت کردکھایئے جبکہ ہمارا یہ موقف ہے کہ ان میں کوئی فرق نہیں مثال کے طور پر کوئی آپ سے آکر یہ کہے کہ ''کیا آپ کو بکر کی جائے سکونت کے متعلق اطلاع یابی ہے کہ وہ کہاں رہتا ہے؟'' یا اس بات کو وہ اس طرح دہرائے ''کیا آپ کو بکر کی جائے سکونت کے متعلق علم ہے کہ وہ کہاں رہتا ہے؟'' مجھے بتایئے معنیٰ ومفہوم کے لحاظ سے ان میں کیا فرق ہے؟ اگر آپ اس میں فرق ثابت کرنے سے قاصر ہیں تو کسی اردو دان ہی کے سامنے ان دونوں جملوں کو رکھ کر انہی سے فیصلہ لے لیجئے کہ اردو لغت کے اعتبار سے کون سا جملہ غلط اور کون سا درست ہے؟

لیکن وہ فاضل مولوی صاحب طوطے کی طرح رٹائے گئے تھے۔ اور اسی بات پر مصر تھے کہ نہیں ان دونوں میں بڑا فرق ہے آپ جملے بنانے چھوڑیں بلکہ اردو لغت ہی میں دیکھ لیں خود پتہ چل جائے گا۔ ہم نے ان کی فرمائش پر جب اردو لغت کھولی تو اس میں علم اور اطلاع کے تحت یہ معنیٰ درج تھے۔

'اطلاع' (اط۔ط۔لاع) (۱) آگاہی

'علم'۔ (۱) آگاہی

(فیروز اللغات جامع)

اب بتایئے جو معنیٰ اطلاع کا ہے وہی معنیٰ علم کے تحت آیا ہے ہم نے تو ان دونوں کا ہم معنیٰ ہونا ثابت کر دکھایا ہے لیکن اب آپ ان دونوں کے مابین جو بہت بڑا فرق حائل ہے ذرا اس سے بھی پردہ اٹھا دیجئے تا کہ ہم اس پر مطلع ہوکر اردو لغت کے ماہرین کی اصلاح کردیں اور ان ماہرین لغت نے علم اور اطلاع کے تحت جو ایک ہی معنیٰ درج کیا ہے ہم اس غلطی پر ٹوک کر انہیں صحیح معنیٰ لکھنے کی طرف متوجہ کردیں۔

وہ صاحب فرق کیا بتاتے غریب نے شاید اردو لغت کا دیدار ہی پہلی مرتبہ کیا تھا وہ لکیر کے فقیر بس یہی رٹ لگائے جارہے تھے کہ نہیں اطلاع غیب اور ہے علم غیب اور ہے جب اس رٹ سے وہ باز نہ آئے تو ہمیں احساس ہوا شاید ہم کسی جنون زدہ کے ساتھ مخاطب تھے مزید گفتگو ہم نے اپنے

ذہن و دماغ کے سکون کے پیش نظر کرنا مناسب نہ سمجھی اس لئے کہ سامنے عقل و استدلال کا دور دور تک نام ونشان ہی نہ تھا جنون زدہ سے کوئی دیوانہ ہی ہوگا کہ اطلاع کے بعد گفتگو جاری رکھے۔

نویں آیت:

وَاِذْقَالَ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللہِ اِلَیْکُمْ مُصَدِّقًالِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰۃِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ ، بَعْدِیْ اسْمُہٗ اَحْمَدُ ط

''اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوا اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے''

(سورہ صف آیت ۶)

حضور سید عالم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری سے سینکڑوں برس پہلے جناب عیسیٰ علیہ السلام آپ کے دنیا میں تشریف لانے کی خبریں دے رہے ہیں صرف آپ کے تشریف لانے کی خبر ہی نہیں بلکہ آپ کا نام تک بتارہے ہیں بتایئے! یہ غیب کا علم نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا یہ غیب کی خبر نہیں کہ جو واقعہ سینکڑوں برس بعد ہونے والا تھا اس کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سینکڑوں برس پہلے ہی عطا فرمادیا اگر یہ علم غیب نہیں تو پھر آپ ہی بتایئے علم غیب اور کس شئے کا نام ہے؟

حضرت زکریا علیہ السلام کو بھی پہلے ہی سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے دنیا میں تشریف لانے کی خبر دے دی گئی تھی ملاحظہ فرمائیں۔

دسویں آیت:

یٰزَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ ، اسْمُہٗ یَحْیٰی

''اے زکریا! ہم تجھے خوشی سناتے ہیں ایک لڑکے کی جن کا نام یحییٰ ہے''

(سورہ مریم آیت ۷)

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ حضرت سیدتنا مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی پہلے ہی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے متعلق بتادیا گیا تھا۔

گیارہویں آیت:

اِذْقَالَتِ الْمَلٰئِکَۃُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَۃٍ مِّنْہُ اسْمُہُ الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیْھًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ o

''اور یاد کرو جب فرشتوں نے مریم سے کہا اے مریم! اللہ تجھے بشارت دیتا ہے اپنے پاس سے ایک کلمہ کی جس کا نام مسیح ہے عیسیٰ ابن مریم وجاہت والے ہوں گے دنیا میں اور آخرت میں اور قرب والا ہوگا''

(سورہ آل عمران آیت ۴۵)

بارہویں آیت:

وَیُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَھْدِ وَکَھْلاً وَّمِنَ الصّٰلِحِیْنَ o

''اور لوگوں سے بات کرے گا پالنے (جھولے) میں اور پکی عمر میں اور خاصوں میں ہوگا''

(سورہ آل عمران آیت ۴۶)

ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک صالحہ اور نیک بندی کو اپنے رسول علیہ السلام کے ساتھ پیش آنے والے دنیا و آخرت کے بعض واقعات و امور کی خبریں دیں۔

۱) پہلی غیب کی خبر یہ دی کہ حضرت مریم کو فرزند کی بشارت سے نوازا۔

۲) دوسری غیب کی خبر یہ دی کہ اس فرزند کا نام عیسیٰ ہوگا علیہ السلام۔

۳) تیسری غیب کی خبر یہ دی کہ وہ دنیا و آخرت میں خوبصورت، بارُعب اور عزت والے ہوں گے۔

۴) چوتھی غیب کی خبر یہ دی کہ وہ اللہ کے مقرب ہوں گے۔

۵) پانچویں غیب کی خبر یہ دی کہ وہ جھولے میں لوگوں سے کلام کریں گے۔

۶) چھٹی خبر یہ دی کہ وہ نہ صرف جھولے میں پر مغز کلام کریں گے بلکہ جوانی میں بھی ان کا کلام علم و حکمت کے دریا بہائے گا۔

۷) ساتویں غیب کی یہ خبر دی کہ وہ اللہ کے خاص بندوں میں سے ہوگا۔

غور فرمائیے! یہ سب غیبی امور ایک رسول علیہ السلام کے ساتھ پیش آنے والے تھے اور ان تمام امور و واقعات پر ایک ولیہ کو آگاہی بخشی جارہی ہے آپ اندازہ لگائیے کہ یہ مقام ولایت کی عظمت کا اظہار نہیں تو اور کیا ہے؟ جب ایک ولیہ کو ''رسول'' کے ساتھ دنیا و آخرت میں پیش آنے والے واقعات و معاملات کا علم عطا ہوسکتا ہے تو پھر اولیاء اور عوام الناس کے ساتھ دنیا و آخرت میں ہونے والے معاملات و واقعات کا علم نبی و رسول کو کیوں نہیں ہوسکتا؟

لیکن دیوبند حضرات کے امام المؤحدین اسماعیل دہلوی کا کیا علاج تجویز کیا جائے کہ جنہوں نے شرم و حیا کا دامن چھوڑ کر بڑی ڈھٹائی کے ساتھ یہ کہہ دیا کہ:

''جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا''

(تقویت الایمان صفحہ ۲۶)

بس اس کا جواب یہی مناسب ہے کہ:

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

جس طرح حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتایا گیا تھا پھر اسی طرح ہوا چنانچہ ملاحظہ فرمائیے۔

تیرہویں آیت:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جھولے میں شیر خوارگی کے عالم میں لوگوں سے کلام کرتے ہوئے فرمایا۔

اِنِّی عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝

''میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا''

(سورہ مریم آیت ۳۰)

چودھویں آیت:

وَجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَادُمْتُ حَیًّا ۝

''اور اس نے مجھے مبارک کیا (خواہ) میں کہیں (بھی) ہوں اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کی تاکید

فرمائی جب تک جیوں'' (یعنی زندہ رہوں)

(سورہ مریم آیت ۳۱)

پندرہویں آیت:

وَبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّاo

''اور اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا (کیا) اور مجھے اس نے ظالم اور بدبخت نہ بنایا''

(سورہ مریم آیت ۳۲)

یہ تمام غیبی خبریں آپ نے پہلے روز ہی دے دیں تھیں لیکن بعض مفسرین کا قول ہے کہ آپ چالیس روز کے تھے بہر حال حقیقت کچھ بھی ہو ہمیں ایام کے تعین میں بحث نہیں ہمارا کلام تو اس بات میں ہے کہ آپ ابھی حالت شیر خواری اور جھولے ہی میں تھے اور آپ نے آئندہ پیش آنے والے واقعات اور امور غیبیہ کی خبریں دیں حالانکہ ان سب امور اور باتوں کا ظہور آپ کیلئے برسوں بعد ہونے والا تھا لیکن آپ کو برسوں پہلے ہی ان غیوب کا علم عطا فرمادیا گیا آپ کا علم غیب صرف ان ہی حدود میں مقید اور محدود نہ تھا بلکہ آپ اکثر لوگوں کو پوشیدہ امور کے متعلق بتایا کرتے چنانچہ آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ:

سولھویں آیت:

وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ o

'' اور میں تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔ بے شک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو''

(سورہ آل عمران آیت ۴۹)

یہ آیت کسی بھی تبصرے یا توضیح کی متقاضی نہیں معمولی سی عقل و خرد رکھنے والا شخص اس آیت کو سامنے رکھکر اس کے سوا اور کیا عقیدہ رکھ سکتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام سے نہ کسی کے پیٹ اور نہ ہی کسی کے مقفل گھر کا حال پوشیدہ تھا۔

اس کے باوجود اگر کوئی اب بھی آپ کے حق میں اثبات علم غیب کو شرک کہے یا ناجائز بتائے۔ تو اسے پہلی ہی فرصت میں اپنے دماغ کی مرمت کرانی چاہئے۔

اثباتِ علم غیب پر عقلی دلائل

دلیل اوّل:

اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیائے کرام کو عطا ہونے والے علوم کا ذکر خاص طور پہ کیا ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوا۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا

''اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے''

(سورہ بقرہ آیت ۳۱)

حضرت داؤد علیہ السلام کیلئے فرمایا کہ:

وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ۝ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ

''اور ہم نے اس کیلئے لوہا نرم کیا کہ وسیع زرہیں بنا اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھ''

(سورہ سبا آیت ۱۰)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ارشاد ہوا۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ۝

''اور اللہ سکھائے گا کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل''

(سورہ آل عمران آیت ۴۸)

حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوا۔

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۝ ''اور (ہم) نے اسے اپنا علم لدنی عطا کیا''

(سورہ کہف آیت ۶۵)

حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوا۔

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ

''(انہوں نے فرمایا کہ) بے شک میرے رب نے مجھے ایک سلطنت دی اور مجھے کچھ

باتوں کا انجام نکالنا سکھایا"

(سورہ یوسف آیت ۱۰۱)

اور حضور سید عالم امام الانبیا ﷺ کیلئے ارشاد ہوا۔

اَلرَّحْمٰنُ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ○ رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا

(سورہ رحمٰن آیت ۱تا۲)

اور اسی قرآن حکیم کے متعلق ارشاد فرمایا کہ:

مَافَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ

"کوئی چیز ہم نے ایسی نہ چھوڑی جس کو اس کتاب میں بیان نہ کر دیا ہو"

(سورہ انعام آیت ۳۸)

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا کہ

وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ

"اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا اس میں روشن بیان ہے"

(سورہ نحل آیت ۸۹)

آیات بالا سے ثابت ہوا قرآن کریم میں ہر شئے کا تفصیلی بیان اور علم موجود ہے لوح محفوظ بھی شئے میں داخل ہے لہٰذا قرآن کریم کا علم لوح محفوظ کے علوم کو بھی محیط ہے۔

پس مقام غور ہے! حضور سید عالم ﷺ کیلئے یہ نہیں ارشاد ہوا کہ ہم نے اپنے محبوب کو لوح محفوظ کا علم سکھادیا بلکہ یہ ارشاد ہوا کہ ہم نے اپنے محبوب کو قرآن کے علوم سکھادیئے یہ کیوں ارشاد فرمایا؟ اس لئے کہ لوحِ محفوظ قرآن کریم کے جمیع علوم کو محیط نہیں جبکہ قرآن کریم میں لوحِ محفوظ کے جمیع علوم موجود ہیں لہٰذا ایسا اس لئے ارشاد فرمایا کہ اگر آپ کو صرف لوح محفوظ کے علوم عطا فرمادیئے جاتے تو بے شمار علوم ایسے بھی ہیں کہ جن کا تعلق کسی شے یا مخلوق سے نہیں اور وہ علوم لوح محفوظ میں بھی نہیں لہٰذا اس صورت میں آپ ان علوم سے محروم رہ جاتے۔

پس یہ آپ کے منصب عظیم آپ کی رسالت عظمیٰ آپ کو حاصل ہونے والے مقام

محبوبیت اور قربت کا تقاضا تھا کہ آپ کو صرف شئے یا مخلوقات ہی کا علم نہ ہو بلکہ ہر شے ہر چیز اور ہر مخلوق کو پیدا کرنے والے خالق و مالک خدائے بزرگ و برتر کی ذات و صفات کے بھی بعض وہ اسرار و بھید اور علوم و معرفت پر آگاہی حاصل ہو کہ جن کا کبھی لوح محفوظ کو تصور بھی نصیب نہ ہوا ہو لہٰذا ان ہی علوم کو حضور سید عالم ﷺ کے سینۂ اقدس میں چھپادیا گیا۔

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شاید اسی موقع کے لئے فرمایا۔

چوں بدا نندش حقیقت اہل عالم چوں بود
مست خواب و دید نش در خواب داند مغتنم

''دنیا آپ کی حقیقت کا ادراک کیسے کرسکتی ہے وہ تو خواب میں مست سوئی ہوئی قوم ہے۔ جو آپ کے (ظاہری) خیالات میں گم ہے۔ اور آپ کو خواب میں دیکھنا ہی غنیمت جانا ہوا ہے''

محمد سر وحدت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

دوسری دلیل:

قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا

''تم فرماؤ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں''

(سورہ اعراف آیت ۱۵۸)

اس آیت میں حضور سید المرسلین ﷺ کے عموم رسالت کی دلیل ہے کہ آپ تمام کائنات اور جمیع مخلوقات کیلئے رسول بن کر تشریف لائے اور ربّ کائنات نے آپ کو جمیع مخلوقات کیلئے اپنا پیغام دے کر بھیجا۔

یہ بات ہر ذی شعور اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ جسے پیغام دے کر کسی کی طرف بھیجا جائے تو اس قاصد کو اس شخص کا پتہ یعنی اس شخص کے متعلق علم بھی دیا جاتا ہے کہ وہ کون سے ملک، کون سے شہر اس شہر کے کون سے علاقے اور اس علاقے کے کون سے محلے اور محلے میں کون سے مکان میں رہتا ہے اگر قاصد کو یہ سارا علم نہ دیا جائے تو قاصد ہرگز وہ پیغام مطلوبہ شخص تک

نہیں پہنچا سکتا قاصد کو علم ہونا ضروری ہے اور جو پیغام دے کر بھیج رہا ہے اس پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے قاصد کو پیغام کے ساتھ مطلوبہ افراد کا علم بھی دے اور اگر وہ صرف پیغام دے علم نہ دے اور قاصد اگر علم کا مطالبہ کرے کہ بھائی آپ مجھے یہ پیغام دے کر جن جن لوگوں کی طرف بھیج رہے ہیں مجھے یہ بھی تو بتایئے کہ وہ لوگ کہاں کہاں ہیں؟ یہ پیغام دے کر بھیجنے والا اس کے جواب میں اگر یہ کہہ دے کہ تمہارا کام صرف پیغام پہنچانا ہے علم حاصل کرنا نہیں بس تم یہ پیغام فلاں فلاں تک پہنچادو۔

مجھے بتایئے! کیا کوئی اس پیغام دے کر بھیجنے والے کے اس جواب کے بعد اسے صحیح الدماغ شخص تسلیم کرے گا......؟ ہرگز نہیں

اس لئے کہ پیغام کے ساتھ علم کا نہ دینا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پیغام دے کر بھیجنے والا اپنے پیغام کو پہنچانے میں مخلص نہیں اس لئے کہ علم کے بغیر اس کا پیغام ہرگز مطلوبہ افراد تک نہیں پہنچ سکتا اور یہ علم نہیں دے رہا تو اس صورت میں قاصد کیسے پیغام پہنچا سکتا ہے؟ پس جب یہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو چکی تو واپس اپنے موضوع پر آیئے کہ حضور سید عالم ﷺ کو رب کائنات جل جلالہ نے ساری کائنات اور جمیع مخلوقات کا علم عطا ہی نہ کیا تو پھر مخلوقات اور جمیع کائنات کیلئے آپ کو پیغام دے کر بھیجنا کیا معنی رکھتا ہے؟

اسی مناسبت سے یہاں ایک نکتہ اور ہے وہ یہ کہ کائنات کے ذرّے ذرّے کو یہ علم ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ خود فرماتے ہیں۔

مَامِنْ شَیْءٍ اِلاَّ قَدْ یَعْلَمُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللهِ

''کوئی بھی ایسی شئے نہیں کہ جسے یہ علم نہ ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں''

مطلب یہ ہے کہ کائنات میں کوئی ایسا ذرّہ اور ایسی مخلوق نہیں کہ جسے یہ یقین نہ ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں امتیوں کے علم کے بارے میں خود رسول کائنات یہ گواہی دے رہے ہیں کہ میری رسالت کسی سے پوشیدہ نہیں رکھی گئی۔ غور فرمایئے! امتیوں کا عالم یہ ہے کہ آپ کی رسالت ان سے پوشیدہ نہیں لیکن وہ کتنے بدقسمت امتی ہیں جو رسول کائنات سے آپ کی امت

میں شامل کسی مخلوق یا شئے کو غیب اور پوشیدہ سمجھیں یا آپ کے متعلق یہ قبیح عقیدہ رکھیں کہ آپ سے فلاں شئے چھپی ہوئی ہے یا آپ کو فلاں شئے کا علم نہیں دیا گیا میں کہتا ہوں جب آسمانوں کی بلندیوں میں موجود قطرہ یا زمین کی اندھیریوں میں پڑا ہوا کوئی ذرّہ یا جمیع اشیاء کو آپ کے رسول ہونے کا علم ہے تو پھر آپ کو بھی اپنی جمیع امّت کا علم ہے۔

تعجب ہے! جب ساتوں زمین تلے پڑا ہوا ذرّہ ساتویں زمین کے اوپر ''رسول'' سے بے خبر اور بے علم نہیں تو پھر ہم رسول اعظم علیہ السلام کیلئے یہ کیسے تسلیم کرلیں کہ آپ کو اس ذرّے کا علم نہیں......؟ اگر اللہ تعالیٰ اس ذرّے کو ساتوں زمین اوپر کے حالات کا علم دے سکتا ہے تو پھر ساتوں زمین تلے ہونے والے واقعات اور رونما ہونے والے حالات کا علم اپنے حبیب علیہ السلام کو کیوں نہیں دے سکتا؟ اگر وہ ذرّہ اپنے رسول سے بے خبر نہیں تو ہمارا یہ ایمان ہے ہمارا رسول علیہ السلام بھی اس سے بے خبر نہیں۔

تیسری دلیل:

وَمَا اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ۝

''اور ہم نے تمہیں سارے جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا''

(سورہ انبیاء آیت ۱۰۷)

رحم کرنے والے کیلئے جہاں دیگر لوازمات ضروری ہیں تو وہاں علم کا ہونا بھی لازمی امر ہے کہ راحم کو علم بھی ہو ورنہ وہ بغیر علم کے کسی پر بھی رحمت نہیں کرسکتا۔ مثلاً:

کون نہیں جانتا کہ طبیب مریض کیلئے رحمت ہوتا ہے اگر کوئی تکلیف میں مبتلا مریض کسی طبیب کے پاس جائے اور اس سے فریاد کرے کہ حکیم صاحب آپ مریض کیلئے رحمت ہیں لہٰذا میرا مرض اور مجھ سے تکلیف رفع فرمائیں طبیب اگر اس سے مرض یا جس تکلیف میں وہ مبتلا ہے اس تکلیف کے متعلق پوچھے کہ آپ مجھے اپنا مرض اور تکلیف تو بتائیں کہ آپ کو کیا ہوا؟ اس کے جواب میں مریض اگر یہ کہہ دے کہ آپ اس بات کو چھوڑیں بس آپ میرا مرض اور مجھ سے تکلیف دور فرمائیں۔

مجھے بتایئے کیا طبیب کیلئے اس کے مرض اور تکلیف کا علم ہوئے بغیر اس مریض کے مرض کا علاج ممکن ہے......؟ ہرگز نہیں جب اس کا علاج نہیں ہوگا تو وہ اس تکلیف سے نجات بھی

حاصل نہیں کرسکتا تو اس صورت میں طبیب اس کیلئے ہرگز رحمت نہیں ہوسکتا لہٰذا رحمت کرنے والے کے پاس علم کا ہونا بھی ضروری ہے آیۂ کریمہ کی روشنی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ساری کائنات اور جمیع مخلوقات کیلئے راحم بن کر تشریف لائے ہیں لہذا جب تک آپ کو جمیع مخلوقات اوران کے احوال کا علم نہ ہوتو آپ ان پر کیسے رحمت کرسکتے ہیں؟

پس جب حضور سرور کونین ﷺ کا راحم اللعالمین ہونا ثابت ہے تو پھر جمیع مخلوقات اور ان کے احوال کا علم بھی خود بخود آپ کیلئے ثابت ہوجاتا ہے۔

چوتھی دلیل:

یَاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا

''اے غیب کی خبریں بتانے والے! ہم نے تمہیں گواہ بنا کر بھیجا''

(سورہ احزاب آیت ۴۵)

گواہ کیلئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ اسے جس چیز یا واقعہ پر گواہ بنایا جائے وہ گواہ اس شئے اور واقعہ کا علم بھی رکھتا ہو اگر اسے اس واقعہ کا علم ہی نہیں تو نہ یہ اس واقعہ پر گواہ بن سکتا ہے اور نہ ہی اس کی گواہی دے سکتا ہے علم کے بغیر گواہی دینا یا گواہ بننا یہ قانوناً بھی جرم ہے اور اسلامی نقطہ نظر سے بھی سخت منع ہے لہٰذا گواہ کیلئے علم کا ہونا ضروری ہے۔

آیۂ کریمہ کی روشنی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ساری مخلوقات پر گواہ بن کر تشریف لائے اور کل بروز قیامت آپ جمیع مخلوقات کے اعمال و احوال کی گواہی بارگاہ ربّ العزت میں دیں گے۔ جیسا کہ احادیث میں صراحت آئی ہے۔(۱)

لہٰذا آپ کو جمیع مخلوقات ان کے اعمال اور احوال کا علم ہونا ضروری ہے ورنہ آپ ان پر

---

(۱) حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کو بلائے گا پس وہ عرض کریں گے کہ اے ربّ میں تیرے لئے تیری بارگاہ میں حاضر ہوں (ان سے) فرمایا جائے گا کیا تم نے میرے احکام پہنچادیئے تھے وہ عرض کریں گے ہاں پھر ان کی امت سے دریافت کیا جائے گا کہ کیا تمہارے تک احکام پہنچائے گئے ہم وہ کہیں گے ہمارے پاس تو کوئی نبی نہیں آیا تھا پس (حضرت نوح علیہ السلام سے) کہا جائے گا کہ تمہارا گواہ کون ہے؟ وہ عرض کریں گے میرے گواہ محمد مصطفےٰ ﷺ اور ان کی امت ہے پس وہ (یعنی امت محمدیہ) گواہی دیں گے کہ یقیناً انہوں نے احکام پہنچائے۔
''اور یہ رسول تمہارے اوپر گواہ ہوگا'' پس یہ ارشادِ باری تعالیٰ اسی سلسلے میں ہے (صحیح بخاری شریف جلد دوم کتاب التفسیر)

(بقیہ برصفحہ آئندہ)

گواہ کیسے ہوسکتے ہیں اور قیامت کے روز ان کے اعمال واحوال کی گواہی کیسے دیں گے؟

معلوم ہوا حضور علیہ ﷺ جمیع مخلوقات پر گواہ ہیں جب آپ کا گواہ ہونا ثابت ہوگیا تو پھر جمیع مخلوقات پر آپ کا مطلع ہونا خود بخود ثابت ہوجاتا ہے۔

پانچویں دلیل :

حضرت آدم علیہ السلام کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا

''اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے''

(سورۃ بقرہ آیت ۳۱)

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام کیوں سکھائے اور اس کی ضرورت کیوں پیش آئی تو اس آیت سے ان سوالات کا جواب مل جاتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً

''اور یاد کرو جب تمھارے ربّ نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں

(سورۃ بقرہ ۳۰)

خلیفہ کسے کہتے ہیں؟ یقیناً یہ کوئی ایسا مشکل سوال نہیں جسے ہم حل نہ کرسکیں خلیفہ احکام وا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

حضرت نوح علیہ السلام کا زمانۂ نبوت حضور سید عالم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری سے ہزاروں سال پہلے کا ہے لیکن آپ حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ و تدریس کی گواہی دیں گے پس آپ کا ہزاروں سال ماقبل ہونے والے حالات و واقعات کا گواہی دینا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ آپ ہزاروں سال ماقبل ہونے والے حالات و واقعات پر آگاہ اور ان کا مکمل علم رکھتے ہیں کیونکہ گواہ کیلئے اس واقعے کا علم ہونا ضروری ہے کہ جس واقعے کی وہ گواہی دینا چاہتا ہو بغیر علم کے گواہی دینا صحیح نہیں ہے غور فرمائیے! جب حضور سید عالم ﷺ دنیا میں تشریف لانے سے قبل بھی اس عالم میں ہونے والے حالات و واقعات پر آگاہ اور مطلع تھے تو اس حقیقت سے اب کسی صاحب ایمان کو انکار ہو ہی نہیں سکتا کہ بالکل ویسا ہی دنیا سے تشریف لے جانے کے باوجود بھی آپ اس دنیا میں رونما ہونے والے حالات واقعات سے آگاہ اور ان سے خبردار ہیں اور مخلوقات کے مابین ہونے والے معاملات کا مشاہدہ فرمارہے ہیں اگر عالم ارواح میں رہتے ہوئے آپ دنیا کے حالات و واقعات کا مشاہدہ فرماسکتے ہیں تو پھر آپ کیلئے کوئی بھی صاحب ایمان یہ ہرگز تسلیم نہیں کرسکتا کہ آپ عالم برزخ میں رہتے ہوئے دنیا کے حالات و واقعات سے غافل ہیں ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ آپ عالم برزخ میں رہنے کے باوجود مخلوقات کے معاملات اور دنیا میں رُونما ہونے والے حالات و واقعات کا مشاہدہ فرمارہے ہیں پس خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جب دنیا میں تشریف لانے سے قبل آپ اس دنیا میں ہونے والے واقعات سے بےخبر نہیں تو پھر اپنے مابعد ہونے والے حالات و واقعات سے بھی غافل نہیں۔ (مصنف)

وامر کے اجراء اور دیگر تصرفات میں اصل کا نائب ہوتا ہے یعنی خلیفہ وہ ہوتا ہے جو کسی کے ملک اور سلطنت میں اس کے نائب کی حیثیت سے اس کے احکام کے مطابق عمل کرائے خلیفہ اپنے مقرر کرنے والے کے ملک میں تصرف کرنے کا اختیار اور اپنی خلافت کی حدود کا علم بھی رکھتا ہے۔ اگر اسے صرف اپنے خلیفہ ہونے کا علم تو ہو مگر وہ اس علم سے محروم ہو کہ اسے کس کس چیز اور علاقے پر خلیفہ مقرر کیا گیا ہے تو وہ اپنے مقرر کرنے والے کے احکام پر اس کے ملک میں رہنے والوں کو کس طرح عمل کرواسکتا ہے؟ خلیفہ اور تمام رعایامیں جو جو امتیازی فرق ہیں منجملہ ان میں سے یہ بھی ہے کہ خلیفہ وسیع اختیارات اور مملکت کی وسیع معلومات بھی رکھتا ہے اگر اسے اختیارات اور مملکت کا علم نہ ہوتو اس میں اور تمام رعایا میں کیا فرق رہ جائے گا ؟

اب آیئے اکابرین امت کے ارشادات کی روشنی میں حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کی عظمت اور جلالت ملاحظہ کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس، حضرت عکرمہ، حضرت قتادہ اور حضرت ابن جبیر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس آیت کریمہ کی تفسیر یوں بیان فرمائی کہ۔

عَلَّمَهٗ اَسۡمَاءَ جَمِيۡعِ الۡاَشۡيَاءِ كُلِّهَا جَلِيۡلِهَا وَحَقِيۡرِهَا

''اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو چھوٹی بڑی تمام اشیاء کے سب نام سکھادیئے''

(تفسیر قرطبی)

تفسیر خزائن العرفان میں ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر تمام اشیاء اور جملہ مسمیات پیش فرما کر آپ کو ان کے اسماء و صفات افعال و خواص، اصول و علوم اور صناعات سب کا علم بطریق الہام عطا فرمایا''

تفسیر روح البیان میں ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو (صرف) چیزوں کے (نام ہی نہیں بلکہ جمیع اشیاء کے تفصیلی) حالات (بھی) بتائے اور سکھائے اور جو کچھ ان میں دینی یا دنیاوی فائدے پوشیدہ

ہیں وہ بھی بتائے ان کو فرشتوں کے نام اور حضرت آدم علیہ السلام کی (پیدا ہونے والی ساری) اولاد کے نام، حیوانات و جمادات کے نام ہر چیز کا بنانا بتایا تمام شہروں اور گاؤں، پرندوں، درختوں کے نام جو (حالات و واقعات) ہو چکے اور جو ہونیوالے تھے اور جو قیامت تک پیدا ہونے والے تھے ان سب کے نام، کھانے پینے کی چیزوں کے نام، جنت کی ہر نعمت اور کل اشیاء کے نام بتادیئے حدیث شریف میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سات لاکھ زبانیں سکھائی گئیں''

(روح البیان جلد اوّل)

اکابرین امت کی ان تصریحات نے اس بات کو عیّاں کردیا کہ خلیفہ کو خلافت کے ساتھ علم کا دیا جانا بھی ضروری اور لازمی امر ہے ورنہ اس کی خلافت بے معنیٰ ہوکر رہ جاتی ہے چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے سر پر اللہ تعالٰی نے اپنی خلافت و نیابت کا تاج رکھا لہٰذا آپ کی خلافت کے منصب کا تقاضہ تھا کہ آپ کو وسیع علم بھی عطا ہو پس اللہ تعالٰی نے آپ کو کل شیٔ کا علم عطا فرمایا۔

غور فرمایئے! یہ حضرت آدم علیہ السلام اور آپ کی خلافت کی شان اور عظمت ہے۔ تو پھر خلیفۂ اعظم رسول اعظم حضور امام الانبیاء کے علوم و معارف کے کیا کہنے؟ بے شک

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور ایک دانائے راز نے یوں کہا:

وَكَيْفَ يُدْرِكَ فِي الدُّنْيَا حَقِيقَتَهُ
قَوْمٌ نِيَامٌ تَسَلَّوْا عَنْهُ بِالْحُلُمِ

ترجمہ: ''دنیا میں کوئی حضور سید عالم ﷺ کی حقیقت کیسے جان سکتا ہے؟ جب کہ مخلوق دنیا کے ایک خوابِ غفلت میں سو رہی ہے''

(قال امام بوصیری رضی اللہ عنہ)

بیانِ علم غیب احادیث کی روشنی

اوّلین و آخرین جمیع مخلوقات کی خبریں دینا:

عَنْ طَارِقِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ ؓ يَقُوْلُ قَامَ فِيْنَا النَّبِيُّ ﷺ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ

''حضرت عمر ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک روز ہمارے درمیان کھڑے ہوئے پس آپ نے مخلوق کی پیدائش کا ابتداء سے ذکر فرمانا شروع کیا یہاں تک کہ جنتی اپنے مقام پر پہنچ گئے اور دوزخی اپنے مقام پر پس اسے یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا اسے تو بھول گیا''

(صحیح بخاری شریف جلد دوئم کتاب بدء الخلق)

دوسری حدیث:

جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا تھا اس کی خبر دینا

اَبُوْ زَيْدٍ (يَعْنِىْ عَمْرَو بْنَ اَخْطَبَ) قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْفَجْرَ وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا

''حضرت ابو زید عمرو بن اخطب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو فجر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہم کو وعظ فرمایا یہاں تک کہ ظہر ہوگئی آپ نے منبر سے اتر کر نماز ظہر پڑھائی پھر منبر پر رونق افروز ہوکر ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر آ گئی آپ نے منبر سے اتر کر عصر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر رونق افروز ہوکر ہمیں وعظ فرمایا یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا (اس سارے وعظ میں) آپ نے ہمیں وہ تمام چیزیں بتادیں جو ہو چکی تھیں اور ہونے والی تھیں سو جو ہم میں اس وعظ کو زیادہ یاد رکھنے والا تھا وہی زیادہ (عالم) تھا''

(صحیح مسلم شریف جلد سوئم کتاب الفتن و اشراط الساعۃ)

تیسری حدیث:

عَنْ زُهْرِیِّ اَخْبَرَنِی اَنَسُ ابْنُ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم خَرَجَ حِیْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلّٰی الظُّهْرَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ السَّاعَةَ وَذَكَرَ اَنَّ بَیْنَ یَدَیْهَا اُمُوْرًا عِظَامًا ثُمَّ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّسْاَلَ عَنْ شَیْءٍ فَلْیَسْاَلْ عَنْهُ فَوَاللّٰهِ لَاتَسْاَلُوْنِی عَنْ شَیْءٍ اِلَّا اَخْبَرْتُكُمْ بِهٖ مَادُمْتُ فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا قَالَ اَنَسٌ فَاَكْثَرَ النَّاسُ الْبُكَآءَ وَاَكْثَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ یَّقُوْلَ سَلُوْنِیْ فَقَالَ اَنَسٌ فَقَامَ اِلَیْهِ رَجُلٌ فَقَالَ اَیْنَ مَدْخَلِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ النَّارُ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ فَقَالَ مَنْ اَبِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَبُوْكَ حُذَافَةُ قَالَ ثُمَّ اَكْثَرَ اَنْ یَّقُوْلَ سَلُوْنِیْ، سَلُوْنِیْ، فَبَرَكَ عُمَرُ عَلٰی رُكْبَتَیْهِ فَقَالَ رَضِیْنَا بِااللّٰهِ رَبًّا وَّ بِاالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ رَسُوْلاً قَالَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم حِیْنَ قَالَ عُمَرُ ذَالِكَ

''زہری کا بیان ہے کہ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ سورج ڈھل جانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے پھر ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی جب سلام پھیر چکے تو آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور قیامت کا ذکر فرمایا نیز ان بڑے بڑے امور کا جو اس سے پہلے ہیں پھر آپ نے ارشاد فرمایا یا اگر کوئی مجھ سے کسی چیز کے متعلق پوچھنا چاہتا ہے تو پوچھ لے۔ خدا کی قسم! تم جس چیز کے متعلق بھی پوچھو گے میں اسی جگہ پر تمہیں اس کے متعلق بتادوں گا حضرت انس کا بیان ہے کہ لوگ زاروقطار رونے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہ فرماتے رہے کہ مجھ سے پوچھ لو حضرت انس کا بیان ہے کہ ایک آدمی نے کھڑے ہوکر کہا یارسول اللہ! میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ فرمایا دوزخ میں پھر عبداللہ بن حذافہ کھڑے ہوکر عرض گزار ہوئے یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ فرمایا تمہارا باپ حذافہ ہے راوی کا بیان ہے کہ آپ بار بار فرماتے رہے مجھ سے پوچھ لو، مجھ سے پوچھ لو، حضرت عمر گھٹنوں کے بل کھڑے ہوکر عرض گزار ہوئے ہم اللہ کے رب ہونے اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی ہیں راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر نے یہ گزارش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی''

حضرت علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

(حضور علیہ السلام ۔نے ایسا بعض ناپسندیدہ اور غیر مفید سوالوں کے جواب میں فرمایا اور) جن اشیاء کے متعلق سوال آپ کو ناپسند تھے وہ سوالات یہ تھے کہ (بعض لوگ آپ سے پوچھتے کہ) میری اونٹنی کہاں ہے؟ حج ہر سال فرض ہے یا ساری عمر میں ایک مرتبہ؟ قیامت کب آئیگی؟ وغیرہ وغیرہ۔

تو انہی ناپسندیدہ اور غیر مفید سوالوں کے جواب میں آپ نے جلال میں آ کر ارشاد فرمایا ''جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو! میں سب کے متعلق بتادوں گا''

امام بخاری نے اسی مناسبت سے ایک اور روایت بھی نقل کی ہے کہ:

''حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ نے بیان کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ سے ایسی چیزوں کے متعلق پوچھا گیا جو آپ نے ناپسند فرمایا اور پھر جب لوگوں نے سوالات کی بھرمار کردی تو آپ کو جلال آ گیا اور فرمایا جو چاہو پوچھ لو چنانچہ ایک آدمی کھڑا ہوکر عرض گزار ہوا یارسول اللہ ﷺ! میرا باپ کون ہے؟ فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے پھر ایک اور آدمی کھڑا ہوکر عرض گزار ہوا یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ فرمایا تیرا باپ سالم بن مولیٰ شیبہ ہے حضرت عمر نے جب رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر غصے (اور جلال) کے آثار دیکھے تو عرض گزار ہوئے ہم اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے ہیں۔

(صحیح بخاری شریف جلد سوئم)

آپ کے جلال میں آنے کی وجہ یہ تھی کہ جو سوالات آپ سے کیئے گئے تھے۔ ان کا جواب مصلحت کے خلاف تھا اور یہ سوالات غیر مفید تھے لیکن جب اصرار اور اکثارِ سوالات ہوئے تو معدن، اسرار و رموز، منبع علم و حکمت اللہ کے محبوب دانائے غیوب کو جلال آ گیا اور جوش میں آ کر ارشاد فرمایا ''مجھ سے پوچھ لو تم جس چیز کے متعلق بھی پوچھو گے میں اسی وقت اس کے متعلق بتادوں گا اور جواب دیتا جاؤں گا''

رسولِ خدا ﷺ کے جلال کے سامنے سوال تو سوال لوگوں میں زبان ہلانے کی سکت بھی نہ

تھی آپ کے اس اعلانِ عام سے دل لرز کر رہ گئے بدن کانپنے لگے اور قہر خداوندی کے نازل ہونے کے خوف سے آنکھیں بہنے لگیں، حضرت عمر بن خطاب جیسی جلیل القدر ہستی کہ جن کے نام سے قیصر وکسریٰ جیسے مضبوط اور طاقتور بادشاہ تھر تھر کانپنے لگ جاتے ان کے محل لرز جاتے جن کے سائے سے شیطان بھی ڈر کر بھاگ جاتا تھا لیکن آج ہیبت اور جلالتِ نبوت کے سامنے ان سے اتنا بھی نہیں ہو پا رہا تھا کہ سیدھا کھڑا ہونے کی ہمت ہی کر سکیں اس قدر مرعوب ہوئے کہ گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر توبہ و استغفار بجالائے اور حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں معافی کے خواستگار ہوئے اور بعض منافقین کے ان غیر مفید سوالوں سے مکمل اعلان لاتعلقی کو ان الفاظ میں بیان کیا۔

''ہم اللہ کے رب ہونے اسلام کے دین ہونے اور آپ کے رسول ہونے پر راضی ہیں۔''

گویا آپ تمام صحابہ کی ترجمانی کر کے بارگاہ رسالت میں یہ عرض کرنا چاہ رہے تھے کہ یارسول اللہ ہم سب صحابہ کا ان منافقین کے غیر مفید سوالوں سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی ہمیں اللہ کی ربوبیت پر اور آپ کی رسالت پر کوئی شک و شبہ ہے اور بعض صحابہ کا یعنی حضرت عبداللہ کا آپ سے اپنے والد کے متعلق سوال کرنا یہ اس لئے تھا کہ زمانہ جاہلیت میں بعض لوگوں کو شک تھا کہ یہ اپنے باپ سے پیدا نہیں ہوئے ہیں اور بعض لوگ انہیں اچھی نظروں سے اسی لئے نہیں دیکھتے تھے۔ لہٰذا آج جب انہوں نے موقع دیکھا تو خیال آیا کہ یہ بات آج صاف ہوجانی چاہئے گویا حضرت عبداللہ کا اپنے باپ کے متعلق سوال کرنا آپ کی رسالت پر شک و شبہ کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس سوال کے پیچھے دریافتِ حقیقت کا سچا جذبہ کارفرما تھا لہٰذا اسی لئے عرض گزار ہوئے یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا! تمہارا باپ حذافہ ہے۔

سبحان اللہ! غور فرمائیے کسی کا بھی حلالی یا حرامی ہونے کا حتمی علم صرف اس کی ماں کو ہوتا ہے کہ اس کا باپ کون ہے؟ لیکن قربان جائیے صحابہ کرام کے عقائد و نظریات پر کہ ان کا یہ کتنا نفیس عقیدہ تھا کہ نگاہِ رسول علیہ السلام سے کسی کا حلالی ہونا' بیٹا ہونا یا کسی کا باپ ہونا ہرگز ہرگز پوشیدہ نہیں۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں جو ملتجی ہوئے تو آپ کا مقصد محض

دریافتِ حقیقت کے سوا کچھ نہ تھا لیکن بعض لوگوں نے یعنی منافقین نے آپ سے جو غیر مفید سوالات کیئے ان کا ان سوالات کے پیچھے آپ کی رسالت و نبوت کے متعلق لوگوں کو شکوک و شبہات میں مبتلا کرنا اور لوگوں کے دلوں سے آپ کی عظمت و محبت کو مٹانے کا جذبہ پوشیدہ تھا منافقین اس بات کو جانتے تھے کہ آپ ہمارے ان غیر ضروری اور غیر مفید سوالات کے جوابات کو مصلحت کے خلاف سمجھیں گے اور جواب نہیں دیں گے اور اس طرح ہمیں یہ موقع ہاتھ آجائے گا اور ہم سیدھے سادھے لوگوں کو آپ کی ہمسری کیلئے آمادہ کریں گے کہ اگر محمد ﷺ واقعی اللہ کے سب سے افضل اور سچے رسول ہیں تو پھر ہمیں یہ قیامت کے متعلق اور فلاں فلاں چیز کے متعلق بتادیتے کہ فلاں فلاں چیز اس وقت کہاں ہے ان کا ان سوالوں کا جواب نہ دینا اس بات کی دلیل ہے کہ سچے نبی نہیں اور انہیں غیب کا علم نہیں جب غیب نہ جاننے میں ان کا اور ہمارا حال یکساں ہے تو پھر کیوں انہیں اتنی عظمت و محبت' ادب و احترام کی نگاہ سے دیکھا جائے کیونکہ یہ ہماری مثل بشر ہیں۔

لیکن ان کی امیدیں اس وقت خاک میں مل گئیں جب رسولِ اعظم نے اعلانِ عام فرمایا کہ پوچھ لو کیا پوچھنا چاہتے ہو میں ابھی اسی وقت اسی جگہ کھڑے کھڑے سب کچھ بتادوں گا لیکن وہ تو اس کے مصداق ہوگئے تھے فبہت الذی کفر

آج ان کی باقیات اپنے انہی بڑوں کی باتیں دہراکر لوگوں کو علم غیب کی نفی پر آمادہ کررہے ہیں لیکن آقائے کائنات کے وفادار امتی قرآن و حدیث کے دلائل پیش کرکے ان لوگوں کی امیدیں خاک میں ملارہے ہیں اور ملاتے رہینگے۔ انشاء اللہ العزیز

بعض لوگ اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ آپ کا یہ فرمانا کہ ''مجھ سے پوچھ لو! میں تمہیں ہر چیز کے متعلق خبر دوں گا'' اس سے مراد مسائل دینیہ ہیں یہ مراد نہیں کہ آپ لوگوں سے غیبی واقعات و امور کے متعلق سوال کرنے کا فرمارہے تھے۔

ان فاضل مفتیوں کو اتنا سمجھانا بس ہے کہ اوّل تو حدیث شریف میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو

اس تخصیص پر قرینہ اور علامت بن سکے بلکہ آپ نے تو عام اعلان فرمایا کہ تم جس چیز کے متعلق بھی پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو میں جواب دوں گا لہٰذا آپ کا کسی شئے کی تخصیص نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا یہ اعلان کسی مخصوص امر کے متعلق یا کسی مخصوص بات کے متعلق نہ تھا بلکہ ہر شئے اور ہر بات کے متعلق تھا۔

دوئم اس لئے کہ آپ سے جو سوالات ہوئے ان کا تعلق امور دین سے نہ تھا مجھے بتایئے ان سوالات کا تعلق کہ میری اونٹنی کہاں ہے؟ میرا باپ کون ہے؟ قیامت کب آئے گی؟ میرا ٹھکانہ کہاں ہے؟ وغیرہ وغیرہ امور دین سے کتنا ہے؟ اور پھر جب آپ سے لوگوں نے امور دنیا کے متعلق سوالات کیئے تو آپ نے ان سب سوالات کے جوابات دیئے کسی بھی سوال کے جواب میں آپ نے یہ نہ فرمایا کہ میرا اعلان صرف امور دین کے مسائل کیلئے تھا لہٰذا مجھ سے صرف امور دین کی بابت سوال کرو میں صرف انہی کو جانتا ہوں امور دنیا کی مجھے کیا خبر؟

بتایا جائے اگر یہ سوالات کہ میرا باپ کون ہے؟ میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ وغیرہ وغیرہ امور دنیا سے تعلق نہیں رکھتے تو پھر وہ کون سی شئے باقی بچتی ہے کہ جس کا تعلق امور دنیا سے ہو؟

چوتھی حدیث:

کعبہ کی بے حرمتی کرنے والا شخص

اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السَّوِيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبْشَةِ

''حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کعبہ کو چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی برباد کرے گا''

(صحیح بخاری شریف جلد دوئم کتاب بداء الخلق)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔

كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اَسْوَدَ اَفْحَجَ يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا

''گویا میں اس کالے آدمی کو دیکھ رہا ہوں جو ایک ایک کر کے کعبہ کے پتھر اکھاڑ رہا ہے''

(صحیح مسلم شریف کتاب الفتن) (صحیح بخاری شریف جلد اوّل کتاب المناسک)

پانچویں حدیث:

کعبہ پر چڑھائی کرنے والا لشکر

عَبدَ اللهِ بْنَ صَفْوَانَ يَقُوْلُ اَخْبَرَتْنِىْ حَفْصَةُ اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِىَّ ﷺ يَقُوْلُ لَيُؤَمَّنَّ هٰذَا الْبَيْتَ جَيْشٌ يَغْزُوْنَهٗ حَتّٰى اِذَا كَانُوا بِبَيْدَآءَ مِنَ الْاَرْضِ يُخْسَفُ بِاَوْسَطِهِمْ وَيُنَادِىْ اَوَّلُهُمْ اٰخِرَهُمْ ثُمَّ يُخْسَفُ بِهِمْ فَلاَ يَبْقٰى اِلَّا الشَّرِيْدُ الَّذِىْ يُخْبِرُ عَنْهُمْ

''حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بیت اللہ پر چڑھائی کی غرض سے ایک لشکر روانہ ہوگا حتیٰ کہ جب وہ زمین کے ایک میدان میں پہنچے گا تو اس لشکر کے درمیانی حصہ کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور پہلے حصہ والے آخری حصہ والے کو پکاریں گے پھر ان کو بھی دھنسا دیا جائے گا پھر صرف وہ شخص باقی رہ جائے گا جو بھاگ کر ان کی اطلاع دے گا''

(صحیح مسلم شریف جلد سوئم کتاب الفتن) (جامع ترمذی شریف ابواب الفتن)

کعبہ شریف کی بےحرمتی کرنے والے کالے حبشی اور اس بدبخت لشکر کے ان حرماں نصیبوں کے عبرتناک انجام کا اقوام عالم کو پہلے ہی سے خبر دے دینا آپ کا غیب سے پردہ اٹھانا نہیں تو اور کیا ہے؟

چھٹی حدیث:

فتنہ گروں اور ان کے ساتھیوں کی خبر دینا

قَالَ حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ وَاللهِ مَا اَدْرِىْ اَنَسِىَ اَصْحَابِىْ اَمْ تَنَا سَوْا وَاللهِ مَاتَرَكَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مِنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ اِلٰى اَنْ تَنْقَضِىَ الدُّنْيَا يَبْلُغُ مَنْ مَعَهٗ ثَلٰثَمِائَةٍ فَصَاعِدًا اِلَّا قَدْسَمَّاهُ لَنَا بِاسْمِهٖ وَاسْمِ اَبِيْهِ وَاسْمِ قَبِيْلَتِهٖ

''حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھی بھول گئے یا جان بوجھ کر ایسا کہتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے کسی فتنے کے سرغنہ کو نہیں

چھوڑا جو دنیا کے ختم ہونے تک ہوگا اور اسکے ساتھی تین سو تک پہنچیں گے یا اس سے زیادہ مگر وہ ہمیں نام لے کر بتادیا اور اسکے باپ کا نام اور اسکے قبیلے کا نام"

(سنن ابو داؤد جلد سوئم کتاب الفتن)

ساتویں حدیث:

عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ اَلَا اِنِّيْ اُوْتِيْتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ اَلَا يُوْشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانٌ عَلٰى اَرِيْكَتِهٖ يَقُوْلُ عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيْهِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوْهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ

"حضرت مقدام بن معدیکرب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آگاہ رہو مجھے کتاب دی گئی ہے اور اس جیسی ہی اس کے ساتھ بھی خبردار ہوجاؤ! عنقریب ایک پیٹ بھرا آدمی اپنی مسند پر ٹیک لگائے ہوئے کہے گا کہ تمہارے لئے صرف قرآن مجید (کافی) ہے جو اس میں حلال پاؤ اسے حلال سمجھو اور جو اس میں حرام پاؤ اسے حرام سمجھو"

(سنن ابو داؤد کتاب السنۃ۔ ابن ماجہ جلد اوّل)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس غیبی خبر کا ظہور ہمارے زمانہ میں پرویزی فرقے کی صورت میں ہو چکا ہے یہی فرقہ حضور سید عالم ﷺ کی احادیث کا منکر اور احادیث نبویہ کیلئے اس فرقے نے عقل کو کسوٹی مقرر کیا ہوا ہے۔ عقل و شعور سے محروم ان لوگوں نے احادیث رسول علیہ السلام کو قبول کرنے سے اس لئے انکار کیا کہ ان کے بقول احادیث میں باہم تعارض ہے اور بعض احادیث بعض سے متصادم ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کو فہم کے قحط نے گھیرا ہوا ہے اس جاہل و گمراہ فرقہ والوں کے پاس علم کی شدید قلت ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی موٹی اور کھوٹی عقل احادیث کو سمجھنے سے قاصر ہے لیکن بہانہ ان لوگوں نے احادیث میں تعارض و تصادم کا بنایا ہوا ہے درحقیقت احادیث میں کوئی تعارض و تصادم نہیں۔

آٹھویں حدیث:

مرزا قادیانی کی خبر دینا

سَیَنْشَأ نِشوٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ یَقُوْلُوْنَ لَاجِهَادُ وَلَا رِبَاطُ اُولٰئِکَ هُمْ وُقُوْدُ النَّارِ

''عنقریب مشرق کی جانب سے ایک گروہ پیدا ہوگا جو کہے گا نہ جہاد جائز ہے اور نہ سرحدوں پر حفاظتی چوکیاں اور نہ نگران دستے متعین کرنا جائز ہیں وہ لوگ آگ کا ایندھن ہیں''

(کنزالعمال)

حضور سید عالم ﷺ کی اس غیبی خبر کا بھی ظہور ہو چکا ہے ہمارے زمانے میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین نے جہاد کا سخت انکار کیا ہے چنانچہ ملاحظہ فرمایئے مرزا قادیانی کی جہاد سے بیزاری۔

''میں سولہ برس سے برابر اپنی تالیفات میں اس بات پر زور دے رہا ہوں کہ مسلمانانِ ہند پر اطاعت گورنمنٹ برطانیہ فرض اور جہاد حرام ہے''

(تبلیغ رسالت جلد سوئم مصنف مرزا قادیانی)

اپنی دوسری کتاب میں یہی قادیانی صاحب لکھتے ہیں''

''جو شخص میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیح موعود مانتا ہے۔ اسی روز سے اس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانہ میں جہاد حرام قطعی ہے''

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، مصنف مرزا قادیانی)

اپنے منظوم اشعار میں کہتا ہے۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کیلئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
دشمن ہے خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

(تحفہ گولڑویہ مصنف مرزا غلام قادیانی)

یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کی ایک جھلک ہے کہ صدیوں بعد ہونے والے کی خبر صدیوں پہلے دے دی خود صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ آپ نے قیامت تک جو کچھ ہونے والا

تھا سب کچھ بتادیا جب کوئی ایسی بات ہوتی ہے یا واقعہ پیش آتا ہے تو ہمیں یاد آجاتا ہے کہ ہمیں اسکے متعلق بھی حضور علیہ السلام نے خبر دی تھی چنانچہ

نویں حدیث:

''حضرت حذیفہ ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور جو بات بھی قیامت تک ہونے والی تھی اس میں سے کوئی نہ چھوڑی اس مقام پر وہ بیان کردی یاد رکھا جس نے اسے یاد رکھا اور بھول گیا جو اسے بھول گیا میرے یہ ساتھی اس بات کو جانتے ہیں اور جب ان میں سے کوئی چیز واقع ہوتی ہے تو مجھے بھی یاد آجاتی ہے جیسے کوئی ایسے آدمی کے متعلق بیان کرے جو موجود نہ ہو پھر جب اسے دیکھے تو جان لے''

(سنن ابو داؤد کتاب الفتن، بخاری شریف کتاب القدر)

دسویں حدیث:

جنتیوں اور جہنمیوں کا علم

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَفِيْ يَدِهٖ كِتَابَانِ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ وَمَا هٰذَانِ الْكِتَابَانَ فَقُلْنَا لَا يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ اِلَّا اَنْ تُخْبِرَنَا فَقَالَ لِلَّذِيْ فِيْ يَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذَا كِتَابٌ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ فِيْهِ اَسْمَاءُ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَسْمَآءُ اٰبَاءِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ اُجْمِلَ عَلٰى اٰخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيْهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ اَبَدًا ثُمَّ وَقَالَ لِلَّذِيْ فِيْ شِمَالِهٖ هٰذَا كِتَابٌ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ فِيْهِ اَسْمَاءُ اَهْلِ النَّارِ وَاَسْمَاءُ اٰبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ اُجْمِلَ عَلٰى اٰخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيْهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ اَبَدًا

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ:

''(ایک دن) رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ کے دست مبارک میں دو کتابیں تھیں آپ نے فرمایا کیا تم ان دونوں کتابوں کے بارے میں جانتے ہو؟ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ہم آپ کے بتائے بغیر نہیں جانتے آپ نے داہنے ہاتھ والی کتاب کے متعلق فرمایا

یہ تمام جہانوں کو پالنے والے کی طرف سے ایک کتاب ہے اس میں جنتیوں ان کے آباؤ اجداد اور قبائل کے نام ہیں آخر میں ان (سب کا) مجموعہ (ٹوٹل) ہے اب ان میں کبھی کمی یا زیادتی نہ ہوگی پھر بائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا اس میں اہل جہنم، ان کے باپ اور ان کے دادا اور ان کے قبائل کے نام ہیں آخر میں ان سب کا میزان (ٹوٹل) ہے اب کبھی بھی ان میں کمی یا زیادتی نہ ہوگی"

(جامع ترمذی ابواب القدر)

گیارہویں حدیث:

آخری جنتی کی خبر دینا

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنِّیْ لَاَعْرِفُ اٰخِرَ اَھْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِّنَ النَّارِ وَاٰخِرَ اَھْلِ الْجَنَّۃِ دُخُوْلًا الْجَنَّۃِ

"حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس آدمی کو جانتا ہوں جو جہنم سے نکلنے اور جنت میں داخل ہونے والوں میں سے سب سے آخری ہوگا"

(جامع ترمذی شریف ابواب صفۃ جہنم)

بارہویں حدیث:

کون کس جنت کے درجے میں

عَنْ قَتَادَۃَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ اَنَّ اُمَّ الرَّبِّیْعِ بِنْتَ الْبُرَآءِ وَھِیَ اُمُّ حَارِثَۃَ بْنِ سُرَاقَۃَ اَتَتِ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَتْ یَانَبِیَّ اللّٰہِ اَلَا تُحَدِّثُنِیْ عَنْ حَارِثَۃَ وَکَانَ قُتِلَ یَوْمَ بَدْرٍ اَصَابَہٗ سَھْمٌ غَرْبٌ فَاِنْ کَانَ فِی الْجَنَّۃِ صَبَرْتُ وَاِنْ کَانَ غَیْرَ ذٰلِکَ اجْتَھَدْتُّ عَلَیْہِ فِی الْبُکَآءِ قَالَ یَااُمَّ حَارِثَۃَ اِنَّھَا جِنَانٌ فِی الْجَنَّۃِ وَاَنَّ ابْنَکِ اَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰی

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حارثہ بن سراقہ کی والدہ محترمہ

حضرت ام ربیع بنت براُ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض گزار ہوئیں یارسول اللہ! مجھے حارثہ کا حال بتایئے جو بدر کی لڑائی میں قتل ہوچکے تھے جبکہ اسے نامعلوم تیر لگا تھا اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر سے کام لوں اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تو میں دل کھول کر اس پر گریہ وزاری کروں؟ ارشاد فرمایا اے امّ حارثہ! وہ جنت کے باغوں میں ہے اور بے شک تیرے لخت جگر نے فردوسِ اعلیٰ پائی"

(صحیح بخاری شریف کتاب الجہاد والسیَر)

جنت یا جہنم میں کون کون جائے گا......؟ ظاہر ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کیونکہ یہ غیب سے تعلق رکھتا ہے لیکن یہاں ذرا غور فرمایئے کہ جب آپ سے پوچھا گیا کہ حضرت حارثہ کہاں ہیں؟ تو آپ نے اس کے بدلے میں یہ نہیں فرمایا کہ مجھے کیا معلوم حارثہ کہاں ہے؟ یہ بات تو اللہ صاحب سے پوچھو اس لئے کہ غیب تو اللہ صاحب ہی جانتا ہے مجھے تو اپنا حال معلوم نہیں تو پھر حارثہ کا حال کیا معلوم ہوسکتا ہے؟

نہیں! نہیں! آپ نے یہ جواب ارشاد فرمایا کہ حارثہ نہ صرف جنت میں بلکہ سب سے اعلیٰ جنت، جنت الفردوس میں ہے۔

ان تینوں احادیث مبارکہ سے صاف صاف معلوم ہوگیا کہ حضور سید عالم ﷺ جنتی اور جہنمی کو پہچانتے ہیں آپ کو نہ صرف اپنے انجام کا علم ہے بلکہ دوسروں کے انجام سے بھی باخبر ہیں۔

لیکن اس شخص کی قساوت قلبی اور شقاوت باطنی کا کیا علاج ہے کہ جس نے یہ قبیح عقیدہ گھڑا کہ:

"جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ آخرت میں خواہ قبر میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا"

(تقویت الایمان ۲۶، مصنف اسماعیل دہلوی)

بہرحال ہم اس کے معتقدین کو اس شخص کے دماغ کا علاج کرانے کا صرف مشورہ ہی

دے کر آگے بڑھتے ہیں۔

تیرہویں حدیث:

ایک جہنّمی کی خبر دینا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم خَیْبَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِرَجُلٍ مِمَّنْ مَعَهٗ یَدَّعِیْ الْاِسْلَامَ: هٰذَا مِنَ اَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ مِنْ اَشَدِّ الْقِتَالِ وَکَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَاثْبَتَتْهُ فَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ الَّذِیْ تَحَدَّثْتَ اَنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ قَدْ قَاتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مِنْ اَشَدِّ الْقِتَالِ فَکَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَمَا اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَکَادَ بَعْضُ الْمُسْلِمِیْنَ یَرْتَابُ فَبَیْنَمَا هُوَ عَلٰی ذٰلِکَ اِذْ وَجَدَ الرَّجُلُ اَلَمَ الْجِرَاحِ فَاَهْوٰی بِیَدِهٖ اِلٰی کِنَانَتِهٖ فَانْتَزَعَ مِنْهَا سَهْمًا فَانْتَحَرَ بِهَا فَاشْتَدَّ رِجَالٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَدَّقَ اللّٰهُ حَدِیْثَکَ قَدْ اِنْتَحَرَ فُلَانٌ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یَابِلَالُ قُمْ فَاَذِّنْ لَایَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّاِنَّ اللّٰهَ لَیُؤَیِّدُ هٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ خیبر گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ والوں میں سے ایک شخص کے متعلق فرمایا کہ یہ جہنمی ہے حالانکہ وہ اسلام (اور مسلمان ہونے کا) دعویٰ کرتا تھا جب میدان کارزار گرم ہوا تو اس آدمی نے خوب کافروں کو قتل کیا اور خود بھی سخت زخمی ہوا مگر ثابت قدم رہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک صحابی نے آ کر عرض کیا یارسول اللہ! آپ اسے ملاحظہ تو فرمائیے کہ جس کے بارے میں ارشاد ہوا تھا کہ وہ جہنمی ہے۔ حالانکہ وہ راہِ خدا میں کیسی بے جگری سے لڑ رہا ہے اور کیسا شدید زخمی بھی ہوا ہے لیکن نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بہرحال وہ پھر بھی جہنمی ہے بعض لوگوں کو شک لاحق ہوا (کہ یہ کلمہ اور نماز پڑھنے والا اور راہ خدا میں جہاد کرنے والا کیسے جہنمی ہوسکتا ہے) اس شخص نے زخموں کی شدت کو برداشت نہ کرتے ہوئے ترکش سے تیر نکالا اور اسے

اپنے گلے پر رکھا اور گلا چیر لیا۔ پس کئی صحابہ حضورﷺ کی طرف لپکے اور عرض گزار ہوئے یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ارشاد مبارک کو سچا کر دکھایا فلاں نے گلا چیر کر خود کشی کر لی ہے چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا اے بلال! کھڑے ہو کر اعلان کر دو کہ جنت میں صاحب ایمان کے علاوہ کوئی داخل نہیں ہوگا اور بے شک اللہ تعالیٰ بدکار آدمی کے ذریعے بھی اس دین کی مدد فرماتا ہے''

(صحیح بخاری شریف جلد سوم کتاب القدر)

بخاری شریف ہی میں ہے کہ صحابۂ کرام نے عرض کی۔

''یارسول اللہﷺ جس شخص کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے وہ آج کافروں سے بڑی جان توڑ کر لڑا اور مر چکا ہے لیکن نبی کریمﷺ نے فرمایا کہ وہ جہنم میں گیا حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ لوگ شکوک وشبہات میں مبتلا ہونے والے تھے کہ کسی نے کہا کہ وہ مرا نہیں بلکہ اسے سخت زخم آیا جب رات ہوئی تو وہ زخم پر صبر نہ کر سکا اور خود کشی کر لی''

(بخاری شریف جلد دوم کتاب الجہاد والسیر)

اس حدیث شریف میں جہاں حضور سید عالمﷺ کے حق میں عقیدہ علم غیب کا اثبات کرنے والوں کے اس عقیدے کی تائید وتوثیق ہوتی ہے کہ آپ کے علم سے کسی کا جنّتی ہونا یا جہنمی ہونا ہرگز باہر نہیں تو وہاں صاف صاف یہ اعلان بھی کر رہی ہے کہ کسی کا محض ایمان واسلام کا دعویٰ کرنا یا کسی کی نماز روزہ یا خدا کے راستے میں جہاد وقتال یا دیگر اعمال صالحہ کے ڈھیر سے متاثر ہو کر اسے اسلام کا مجاہد ومخلص سمجھنا اپنے ہی ہاتھوں اپنی تباہی کا سامان جمع کرنا ہے لہٰذا کسی کے محض اعمال صالحہ سے متاثر ہو کر اس کے نیک ہونے یا جنتی ہونے کا گمان کرنا بھی ہمیں بہت بڑے نقصان سے دوچار کروا سکتا ہے......!

چودھویں حدیث:

کون کہاں مرے گا

اِنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِﷺ کَانَ یُرِیْنَا مَصَارِعَ اَھْلِ بَدْرٍ بِالْاَمْسِ یَقُوْلُ ھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ

غَدًا اِنْشَآءَ اللّٰہُ ھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْشَآءَ اللّٰہُ قَالَ عُمَرُ فَوَ الَّذِیْ بَعَثَہٗ بِالْحَقِّ مَااَخْطَؤُا الْحُدُوْدَ الَّتِیْ حَدَّھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر سے ایک دن پہلے ہمیں (کفار) بدر کے گرنے (مرنے) کی جگہیں دکھارہے تھے آپ فرمارہے تھے انشاء اللہ کل فلاں یہاں گرے گا' (اور) انشاء اللہ کل فلاں یہاں گرے گا حضرت عمر نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گرنے کی جو جگہ بتائی تھی وہ اس حد سے قطعاً متجاوز نہ ہوئے'' (یعنی آپ نے جس کافر کیلئے ہاتھ رکھ کر جو جگہ متعین فرمائی تھی وہ وہیں مرا)
(صحیح مسلم شریف جلد سوم)

حالانکہ سورہ لقمان میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَافِی الْاَرْحَامِ ط وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ م بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ط اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ O

''بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے مینہ (بارش) اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بے شک اللہ جاننے والا بتانیوالا ہے''
(سورہ لقمان آیت ۳۴)

عقیدہ اثبات علم غیب سے راہ فرار اختیار کرنے والے فرار کے بعد اپنے لئے سب سے زیادہ محفوظ ''کمین گاہ'' سورہ القمان کی انہی آیات میں ڈھونڈتے ہیں۔اپنے باطل وفاسد عقیدے پر یہ لوگ اس سے زیادہ وزنی اور قوی دلیل کسی اور کو نہیں سمجھتے انکار علم غیب کے اپنے فاسد عقیدے کو کسی مسلمان پر تھوپنے پر جب ان میں سے کسی کو کامیابی نہیں ہوتی تو وہ غصے اور حضرات اہل اللہ کی عداوت میں پاگل ہوکر اس مسلمان کے سینہ ایمانی کو چھلنی کرنے کیلئے اپنے فاسد عقائد کے زہر میں بجھا کر سورہ القمان کی ان آیات کو آخری تیر سمجھ کر چلا دیتے ہیں اور اپنی فتح کا گمان کرنے لگتے ہیں لیکن ان کا یہ جشن فتح تب ماتم میں بدل کر ان کے سینہ کوبی کا ذریعہ

بن جاتا ہے جب کوئی مسلمان دلائل کی تلوار کو ان کے حلقوم میں گھونپ دے علم غیب کا انکار کرنے والے ان آیات کے تحت بڑے زور وشور سے اپنے فاسد عقیدے کو عین توحید قرار دیتے ہیں حالانکہ سورہ لقمان کی ان آیات کے تحت حضرات اہل اللہ سے علم غیب کی نفی پر استدلال کرنا درحقیقت اپنی جہالت وگمراہی کی سند دکھانا ہے۔

اوّل یہ کہ ان آیات میں کہیں بھی کوئی ایسا لفظ نہیں جو حضرات انبیاء واولیاء سے بھی ان مغیبات کی نفی پر دلیل بن سکے لہذا اپنی شقاوت باطنی کے ہاتھوں مجبور ہوکر ان آیات میں واردشدہ نفی کا رخ حضرات اہل اللہ کی طرف موڑنا جہالت وگمراہی نہیں تو اور کیا ہے......؟

دوم یہ کہ قرآن کریم کی متعدد آیات اور صحیح احادیث میں یہ صراحت موجود ہے کہ حضرات انبیاء و اولیاء نے انھی مغیبات کی بکثرت خبریں دیں کہ جن کے متعلق منکرین کا یہ دعوی ہے کہ حضرات انبیائے کرام و اولیائے عظام بھی ان غیوب کو نہیں جانتے چنانچہ اس آیت کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں ہے کہ:

''انبیاء و اولیاء کو غیب کا علم اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے بطریق معجزہ وکرامت عطا ہوتا ہے یہ اس اختصار کے منافی نہیں اور کثیر آیتیں اور حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں بارش کا علم، حمل میں کیا ہے؟ اور کل کو کیا کرے اور کہاں مرے گا ان امور کی خبریں بکثرت اولیاء و انبیاء نے دی ہیں۔ اور قرآن و حدیث سے ثابت ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں نے حضرت اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی اور حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی اور حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی خبریں دیں تو ان فرشتوں کو بھی پہلے سے معلوم تھا کہ ان حملوں میں کیا ہے اور ان حضرات کو بھی جنہیں فرشتوں نے اطلاعیں دی تھیں اور ان سب کا جاننا قرآن کریم سے ثابت ہے تو آیت کے معنی قطعاً یہی ہیں کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے کوئی نہیں جانتا اس کے یہ معنیٰ لینا کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بھی کوئی نہیں جانتا محض باطل اور صدہا آیات واحادیث کے خلاف ہے''

(تفسیر خازن، بیضاوی، احمدی، روح البیان وغیرہ)

وَلَكَ اَنْ تَقُوْلَ اِنَّ عِلْمَ هٰذِهِ الْخَمْسَةِ وَاِنْ كَانَ لَايَمْلِكُهُ اِلَّا اللهُ وَلٰكِنْ يَجُوْزُ اَنْ يُعَلِّمَهَا مَنْ يَشَآءُ مِنْ مُحِبِّيْهِ وَاَوْلِيَآئِهِ بِقَرِيْنَةِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّ اللهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ عَلٰى اَنْ يَّكُوْنَ الْخَبِيْرُ بِمَعْنَى الْمُخْبِرِ

"اور تو یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ ان پانچوں علوم کا اگر چہ اللہ کے سوا کوئی مالک نہیں لیکن یہ جائز ہے کہ اللہ اپنے محبوں اور اولیاء میں سے جس کو چاہے سکھادے اللہ تعالٰی کے اس قول کے قرینہ سے کہ اللہ جاننے والا اور خبر دینے والا ہے اور خبیر بمعنٰی "خبر دینے والا" ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ

"مراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل ہیچ کس آنہارا نداند وآنہا از امور غیب اند کہ جز خدا کسے آنرا نداند مگر آنکہ وے تعالٰی از خود کسے را بداناند بوحی والہام"

"(اس آیت میں جو نہ جاننے کی نفی ہے اس سے) مراد یہ ہے کہ خدا کے بتائے بغیر عقل کے زور پر کوئی انہیں نہیں جان سکتا اور یہ غیب کی باتوں سے ہیں جنہیں خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا مگر جس کو خود اللہ تعالٰی وحی یا الہام کے ذریعے بتادے (تو وہ جان لیتا ہے)"

(اشعۃ اللمعات جلد اوّل صفحہ۴۴)

الغرض کون کہاں مرے گا قرآن کریم نے اس کے علم کی غیر خدا سے ہرگز نفی نہیں فرمائی بلکہ یہ ان گمراہ منکرینِ علم غیب کا محض اپنے ذہن کا اختراع اور گھڑا ہوا عقیدہ ہے اگر غیر خدا کی نفی فرمائی گئی ہوتی تو پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کا علم کیوں کر ہوا؟

اسی طرح ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ اس کو بھی اللہ تعالٰی اپنے انبیاء و اولیاء پر ظاہر فرمادیتا ہے بلکہ قرآن کریم کی متعدد آیات سے تو یہ صراحت ہوجاتی ہے کہ حمل قرار پانے سے قبل ہی حضرات انبیاء و اولیاء کو یہ علم ہوجاتا ہے کہ فلاں کا حمل جب قرار پائے گا تو اس سے لڑکا ہوگا یا لڑکی۔ جیسا کہ ہم نے شروع میں حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت مریم رضی اللہ تعالٰی عنہا کے متعلق قرآن کریم کی آیات سے استدلال کیا اور جیسا کہ ابھی ابھی حضرت ابراہیم علیہ السلام

کے متعلق گزرا کہ انہیں بھی حضرت اسحٰق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی پہلے ہی سے خبر دی گئی تھی حتیٰ کہ حضرت صدیق اکبر ؓ کے متعلق ملتا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تقسیم مالِ میراث کے لئے فرمایا کہ:

اِنَّمَا هُمَا اَخُوَاکِ وَاُخْتَاکِ فَاقْتَسِمُوْهُ عَلٰی کِتَابِ اللهِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ یَااَبَتِ وَاللهِ لَوْکَانَ کَذَا وَکَذَا لَتَرَکْتُهُ اِنَّمَا هِیَ اَسْمَآءُ فَمَنِ الْاُخْرٰی؟ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ ذُوْ بَطْنِ بِنْتِ خَارِجَةَ اَرَاهَا جَارِیَةً فَوَلَدَتْ جَارِیَةً

(مؤطا امام مالک کتاب الرھن) (مؤطا امام محمد کتاب النحلی)

''تمہارے دو بھائی (یعنی عبدالرحمٰن و محمد) ہیں اور دو بہنیں ہیں پس اس سارے مال کو اللہ کی کتاب کے مطابق تقسیم کرلینا حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ میں عرض گزار ہوئی ابا جان! مال خواہ کتنا ہی زیادہ ہوتا میں چھوڑ دیتی لیکن میری بہن تو صرف حضرت اسماء ہیں دوسری کون ہے؟ حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ وہ بنت خارجہ کے پیٹ میں ہے اور میرے خیال میں وہ لڑکی ہے چنانچہ لڑکی پیدا ہوئی''

بتایئے! منکرین کے پاس فرار کی اب کون سی راہ باقی بچ جاتی ہے ان کا تو ایڑی چوٹی کا فقط اسی بات پر زور ہے کہ اللہ کے محبوب علیہ السلام کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں تو ماں کے پیٹ کا حال کیونکر معلوم ہوسکتا ہے؟ لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ ماں کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی یہ آپ کے غلاموں سے بھی پوشیدہ نہیں چہ جائیکہ آپ سے اس علم کی نفی کی جائے۔

بخاری شریف کی مشہور حدیث ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ:

''تم میں سے ہر ایک کا نطفہ اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک رہتا ہے پھر اتنے ہی دن وہ جما ہوا خون رہتا ہے پھر اتنے ہی دن تک وہ گوشت کی بوٹی کی صورت میں رہتا ہے پھر اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے تو اسے چار باتوں کی اجازت دی جاتی ہے چنانچہ وہ اس کا رزق، موت، عمل اور بدبخت ہے یا نیک بخت (یعنی جنتی ہے یا جہنمی ہے) یہ لکھ دیتا ہے پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے''

غور فرمایئے! ایک فرشتے کے علم کا یہ حال ہے کہ اس سے کسی بھی انسان سے متعلق یہ باتیں مخفی نہیں کہ اس کا رزق کتنا اور کہاں ہے وہ کب اور کہاں مرے گا' وہ کیا کیا اعمال کرے گا' وہ جنتی ہے یا جہنمی ہے حالانکہ یہ سب باتیں سورہ لقمان میں انہی پانچ غیوب کے بیان سے تعلق رکھتی ہیں کہ جن کے بارے میں منکرین کا یہ دعویٰ ہے کہ ان پانچ باتوں کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ حالانکہ حدیث شریف میں صراحت موجود ہے کہ اس فرشتے کو یہ سب باتیں روح کے پھونکے جانے سے قبل ہی بتادی جاتی ہیں اور جب تک انسانوں کی پیدائش کا سلسلہ جاری رہے گا اس فرشتے کو ان کے متعلق یہ سارے امور غیبیہ بتائے جاتے رہیں گے یعنی جو پیدا ہوچکے اور جو انسان پیدا ہونگے اس فرشتے سے نہ کسی کا رزق' نہ کسی کا عمل' نہ عمر' نہ کسی کا جنتی ہونا اور نہ ہی کسی کا جہنمی ہونا پوشیدہ ہے لہٰذا منکرین کا سورہ لقمان کی آیت سے علم غیب کے انکار پر دلیل قائم کرنا غلط اور گمراہی بے دینی کے سوا کچھ نہیں حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کو حضرات انبیاء و اولیاء بالخصوص حضور سید المرسلین ﷺ کی عظمت و شان سے چڑ ہے جلن اور حسد ہے اگر ان نفوس قدسیہ کے تصرفات و اختیارات بالخصوص حضور سرور کونین ﷺ کے خداداد اختیارات کا اگر کوئی مسلمان بیان کردے تو نجد کے ان مؤحدوں کو یہ بات توحید کے منافی معلوم ہوتی ہے اور اس مظلوم مسلمان کو مشرک ہونے کا تمغہ غزل کے مطلع کی طرح شروع ہی میں عنایت کردیتے ہیں اگر ان کے کسی آزاد اور آوارہ مفتی کے سامنے ایسا کوئی کردے تو وہ صرف فتوے ہی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ جب تک اس کو جہنم کا سرٹیفکیٹ نہ دے ڈالے قرار پاتا ہی نہیں خدائے ذوالمنن انہیں عقل و ہدایت نصیب فرمائے کہ جب فرشتوں کو اور دیگر انبیاء و اولیاء بالخصوص حضرت ابوبکر صدیق کو یہ علم ہوسکتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ اور فرشتوں کو یہ علم ہوسکتا ہے کہ کون کہاں مرے گا؟ کیا کرے گا؟ کیا رزق کھائے گا؟ وغیرہ وغیرہ تو سید الکل فخر الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ علوم کیوں حاصل نہیں ہوسکتے؟

پندرہویں حدیث:

سونے کا پہاڑ

''حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب (دریائے) فرات سے سونے کا پہاڑ ظاہر ہوگا جب لوگ اس کے متعلق سنیں گے تو اس کی طرف روانہ ہوں گے پہاڑ کے پاس والے لوگ کہیں گے اگر ہم نے لوگوں کو چھوڑ دیا تو یہ سب سونا لے جائیں گے پھر اس پر لوگوں کی جنگ ہوگی اور ہر سو سے ننانوے آدمی مارے جائیں گے''

(مسلم شریف جلد سوم)

غور فرمائیے! دریائے فرات سے ظاہر ہونے والا نہ صرف وہ سونے کا پہاڑ آپ کے علم میں ہے بلکہ آپ اس کے پاس اور اسکی طرف جانے والے لوگوں، ان کے باہمی مکالمے، ان کے درمیان ہونے والی جنگ، اس جنگ کی وجہ اور پھر اس جنگ کے نتیجے میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد تک کو بھی جانتے ہیں غرض یہ کہ ان تمام امور میں سے کچھ بھی آپ کی نگاہ سے اوجھل نہیں۔

آپ کے حق میں ''عقیدہ اثبات علم غیب'' ایسے واضح اور صریح دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہے کہ اس میں کسی بھی ذی عقل وخرد کو انکار نہیں ہوسکتا اور کسی بھی صاحب ایمان کے سامنے اس اعتقاد کے صواب و صحیح ہونے کو دلائل کی روشنی میں عیاں کرنے کی کچھ بھی حاجت نہیں اسلئے کہ

''عیّاں را چہ بیاں''

سولہویں حدیث:

''حضرت ثوبان ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قریب ہے دیگر اقوام تم پر یوں ٹوٹ پڑیں جیسے بھوکا کھانے سے بھرے ہوئے پیالے پر ٹوٹ پڑتا ہے ایک شخص عرض گزار ہوا کیا ایسا ہماری تعداد کی کمی کے باعث ہوگا فرمایا (نہیں) بلکہ ان دنوں تم اکثریت میں ہوگے لیکن ایسے بے کار ہوگے جیسے سمندر کی جھاگ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارے رعب کو نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں بزدلی ڈال دے گا سائل عرض گزار ہوا یا رسول اللہ!

بزدلی کیا ہے؟ فرمایا دنیا کی محبت اور موت کو ناپسند کرنا"

(سنن ابوداؤد شریف جلد سوم)

آج ہماری بالکل وہی حالت ہے کہ جس کی خبر اللہ کے محبوب دانائے غیوب ﷺ نے دی آج مسلمان دنیا میں ایک ارب سے بھی زائد ہیں لیکن حضور سرور کائنات ﷺ سے رشتہ توڑنے ہی کی نحوست ہے کہ ہم کافروں کے شکنجے میں مجبور و معذور ہوئے پڑے ہیں آج ہم نے اپنی آخرت اور قبر کو سنوارنے کا خیال جو ترک کیا ہوا ہے اور دنیا کے سنوارنے کے پیچھے جو پڑے ہوئے ہوں یہی وہ وجہ ہے کہ مسلمان بزدل بن گیا اور اپنا حق غیر اقوام سے بھیک کی طرح مانگ رہا ہے لیکن وہ دینے کے واسطے تیار نہیں آج اسرائیل جو کہ مٹھی بھر یہودیوں کا ملک ہے لیکن پوری عرب دنیا کے مسلمانوں پر بدمعاشی کررہا ہیاور آئے دن مسلمان اس کے ہاتھوں مصائب وآلام سے دوچار ہوتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کے ملک فلسطین پر اس نے قبضہ کر رکھا ہے اور بیت المقدس کو مسلمانوں پر عبادت کیلیے بند کردیا ہے آج اقوام غیر نے مسلمانوں سے ان کی مرضی اور خودمختاری کے مطابق جینے کا حق چھین لیا ہے اگر کہیں کسی عورت کی آبروریزی یا عصمت دری ہوتی ہے تو صرف مسلمان عورت کی ہوتی ہے بھوک، سردی سے ٹھٹھر کر اور ادویات کی بندش کی وجہ سے بلک بلک کر روے اور تڑپ تڑپ کر اپنے ماں باپ کی آنکھوں کے سامنے صرف مسلمانوں ہی کے شیر خوار بچے موت کے منہ میں جارہے ہیں خاک میں لتھڑی، گولیوں سے چھلنی اور خون میں نہائی رنگین کفنوں میں لپٹی لاشوں کے چہروں سے جب کفن ہٹا کر دیکھا جاتا ہے تو وہاں پر بھی صرف اور صرف آپ کو کسی مسلمان ماں کا جوان لخت جگر نظر آئے گا یا کسی مسلمان خاتون کا سہاگ یا کسی مسلمان بیٹی کے سر پر شفقت ومحبت کا ہاتھ پھیرنے والے شفیق باپ ہی کی لاش لپٹی ہوئی ملے گی آج اسلام کے دشمن اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کے اپنے مذموم اور مکروہ ارادے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی غرض سے مسلمانوں پر ظلم وجفا کے پہاڑ توڑ رہے ہیں کفار ظلم وتشدد، گولی اور گالی کی زبان میں بات کررہا ہے لیکن مسلمانوں پر مسلط نااہل اور غافل حکمران ایسے تمام مسائل کا حل "مذاکرات" کو قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ ان تمام

مسائل کا حل جہاد کے سوا کچھ نہیں لیکن مسلمانوں نے مرنے اور مارنے کا جزبہ اپنے اندر سے ختم کردیا ہے لہذا جب تک مسلمان غیر اقوام کے ان تمام ظالمانہ اقدامات کا جواب تلوار کے ذریعے نہیں دیں گے تب تک یہ اسی ظلم و جفا کی چکی میں پستے رہیں گے یہ ظلم کی شکایت کرینگے اُن پر مزید ظلم ڈھایا جائے گا یہ اپنا دیا ہوا قرض اور اپنا سلب کیا ہوا حق مانگیں گے ان کے حقوق کو اور زیادہ پائے مال کیا جاتا رہے گا اللہ کرے مسلمانوں کا ماضی پھر لوٹ آئے اے کاش! ہمیں پھر سلطان صلاح الدین ایوبی، محمد بن قاسم، طارق بن زیاد اور ٹیپو سلطان جیسے ''مردان راہ'' عطا ہو جائیں تا کہ خونِ مسلم کی ارزانی ختم ہو سکے۔

ہاں دکھادے یا الٰہی پھر وہ صبح و شام تو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

سترہویں حدیث:

قبر کا حال اور مردوں کے اعمال کو جاننا

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے فرمایا کہ اِن دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے اور یہ کبیرہ گناہوں کی وجہ سے عذاب نہیں دیئے جارہے بلکہ ان میں سے ایک چغلی کھایا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچتا تھا''

(بخاری شریف جلد اوّل کتاب الجنائز)

غور فرمایئے! نہ صرف آپ کو یہ علم تھا کہ انہیں عذاب دیا جارہا ہے بلکہ یہ بھی علم تھا کہ کون کون سے عمل انہوں نے دنیا میں کیئے تھے اور کن اعمال پر انہیں عذاب ہو رہا ہے حالانکہ آپ عالم دنیا میں تھے اور آپ نے عالم برزخ میں ہونے والے اس واقعہ کو جان لیا جب آپ عالم دنیا میں رہتے ہوئے عالم برزخ کے حالات جان سکتے ہیں تو پھر یہ امر بھی ممکن ہے کہ آپ عالم برزخ میں ہوں اور دنیا کے حالات و واقعات کا مشاہدہ فرمار ہے ہوں۔

نیز جب آپ عالم برزخ کے لوگوں کے اعمال کا مشاہدہ عالم دنیا میں فرماسکتے ہیں تو پھر

عالم برزخ سے دنیا کے لوگوں کے اعمال و افعال کیونکر ملاحظہ نہ فرما رہے ہوں گے۔

سر عرش پر ہے تیری گزر دل فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شئے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں
(قال امام اہلسنّت رضی اللہ عنہ)

اٹھارہویں حدیث:

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے خلاف جہاد کرنے والوں کے متعلق فرمایا کہ:

اِنِّی لَاَعْرِفُ اَسْمَآءَھُمْ وَاَسْمَآءَ اٰبَآئِھِمْ وَاَلْوَانَ خُیُوْلِھِمْ ھُمْ خَیْرُ فَوَارِسَ عَلٰی ظَھْرِ الْاَرْضِ یَوْمَئِذٍ

''میں ان سواروں کے نام' ان کے باپ دادا کے نام اور ان کے گھوڑوں کا رنگ جانتا ہوں وہ روئے زمین کے بہترین گھڑسواروں میں سے ہوں گے''

(صحیح مسلم شریف جلد سوم کتاب الفتن واشراط الساعۃ)

غور فرمائیے! دجال کے خلاف جہاد ابھی ہوا نہیں بلکہ آئندہ ہونے والا ہے لیکن نگاہ نبوت نے دجال اور مجاہدین اسلام کے مابین ہونے والے اس معرکے کا سینکڑوں برس پہلے ہی مشاہدہ فرمالیا اور مزید یہ کہ آپ کا یہ فرمانا کہ میں اس جہاد میں شریک ہونے والے مسلمانوں کے نام، ان کے باپ دادا کے نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ تک کو جانتا ہوں لہذا یہاں میں منکرین علم غیب سے اتنا پوچھنے کی جسارت ضرور کروں گا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں علم غیب کا اثبات کرنے والے مسلمانوں کی نفرت میں پاگل ہوکر اپنے نتھنوں کی آگ برسانے والو جواب دو! اگر یہ غیب جاننا نہیں تو پھر کون سی شے کو جاننا غیب کو جاننے کے زمرے میں آئے گا؟

انیسویں حدیث:

حجاز کی آگ

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت

اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک حجاز کی سرزمین سے ایسی آگ ظاہر نہ ہوجائے کہ جس سے بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہوجائیں''

(مسلم شریف جلد سوئم بخاری شریف جلد سوئم کتاب الفتن)

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس آگ کے متعلق فرمایا کہ

''ابو شامہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس مدینہ منورہ سے جو خطوط اور مکاتیب آئے ان میں تحریر تھا کہ شب چہار شنبہ (یعنی بدھ کی رات) ۳ جمادی الآخر کو یہاں بہت زبردست گرج سنائی دی اور اس کے بعد تھوڑے تھوڑے وقفہ سے زلزلے آتے رہے اور زلزلے کے جھٹکوں کی یہ حالت ۵ جمادی الآخر تک قائم رہی اس کے بعد مقام حرہ میں قرنطہ بن امر کے پاس آگ لگ گئی یہ آگ اتنی شدید تھی کہ مدینہ منورہ میں ہم گھروں میں بیٹھے ہوئے تھے اور ہم کو ایسا معلوم ہورہا تھا کہ آگ بالکل ہمارے پاس کسی جگہ لگی ہوئی ہے اس کے بعد تمام وادیوں میں سیلاب آگیا اور پانی وادی شطا تک پہنچ گیا ہم لوگ ڈوبنے والوں کی مدد کرنا چاہتے تھے کہ پہاڑ سے لاوا ابلنے لگا اور آناً فاناً یہ پہنچا وہ پہنچا اس لاوے سے آگ کے پہاڑ بلند ہورہے تھے اور اس سے اس طرح شرارے نکل رہے تھے جیسے آگ کے مینار کھڑے کردیئے گئے ہیں اس آگ کی روشنی مکہ مکرمہ اور قرب وجوار تک پھیلی ہوئی تھی اس موقع پر تمام لوگ جمع ہوکر روضۂ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حاضر ہوئے اور توبہ واستغفار کی آگ اور روشنی کا یہ سلسلہ ایک ماہ سے کچھ زیادہ عرصہ تک رہا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ آگ کے بارے میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ خبر متواتر کے اعتبار سے بالکل درست ہے اور یہ وہی آگ تھی جس کی خبر رسول اکرم ﷺ نے اس طرح دی ہے کہ

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک سرزمین حجاز سے ایسی آگ بلند نہ ہوجائے جس کی روشنی میں بصری والے اپنے اونٹوں کی گردنیں دیکھ لیں''

متعدد لوگوں نے بیان کیا کہ جو اس زمانے میں بصرہ میں موجود تھے اس آگ کی روشنی میں رات کے وقت اونٹوں کی گردنیں ہم کو اچھی طرح نظر آتی تھیں۔

اور اس آگ کے متعلق امام سیوطی نے لکھا کہ یہ ۶۵۴ھ میں مدینہ طیبہ میں ظاہر ہوئی۔

یعنی جو آگ سینکڑوں برس بعد ظاہر ہونے والی تھی اس کی خبر آپ نے سینکڑوں برس قبل دے دی اسی کا نام تو غیب جاننا ہے۔

بیسویں حدیث:

روئے زمین کا مشاہدہ فرمانا

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِيَ الْاَرْضَ فَرَاَيْتُ مَشَارِقَهَا وَ مَغَارِبَهَا وَاِنَّ اُمَّتِيْ سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَازُوِيَ لِيْ مِنْهَا وَاُعْطِيْتُ الْكَنْزَيْنِ الْاَحْمَرَ وَالْاَبْيَضَ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے تمام روئے زمین کو سمیٹ دیا پس میں نے اس کے تمام مشارق اور تمام مغارب کو دیکھ لیا اور جو زمین میرے لئے سمیٹ دی گئی تھی عنقریب میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی اور مجھے سرخ اور سفید دو خزانے دیئے گئے۔

(مسلم شریف جلد سوم) (ابن ماجہ جلد دوم) (ابو داؤد شریف جلد سوم)

متذکرہ بالا ان دونوں احادیث میں یہ صراحت وارد ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کیلئے روئے زمین کے تمام حجابات اُٹھا دیئے گئے ہیں نہ صرف آپ اس کے مشارق و مغارب کا مشاہدہ فرما رہے ہیں بلکہ قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب کو ملاحظہ فرما رہے ہیں امام اہلسنت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

اپنے رسول ﷺ کے حق میں اثبات علم غیب کو روا رکھنے والے مسلمانوں پر غیظ و غضب کی آگ برسانے کے بجائے منکرین علم غیب ہوش کا دامن تھام کر اگر امام اہلسنت کے اس شعر ہی پر تعصب کی عینک اُتار کر کچھ لمحات کیلئے نظر روک کر سوچیں تو کچھ بعید نہیں کہ بات ان کی سمجھ

میں نہ آئے کہ جس خالق و مالک نے اپنا آپ اپنے رسول سے نہ چھپایا تو اس نے اور کیا اپنے حبیب ﷺ سے چھپانا تھا؟

اکیسویں حدیث:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ قَدْرَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْهَا وَاِلٰی مَاهُوَ کَائِنٌ فِیْهَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ هٰذِهٖ

''حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے بے شک اللہ تعالی نے میرے لئے زمین کے پردے اٹھا دیئے ہیں میں اسے دیکھ رہا ہوں اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے اسے بھی (ایسے ہی دیکھ رہا ہوں) جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں''
(طبرانی، دارمی، بیہقی)

حضور سید عالم ﷺ نے ۸ھ میں رومیوں کی سرکوبی کیلئے حضرت زید بن حارثہ کی سرکردگی میں مسلمانوں کا ایک لشکر روانہ فرمایا جب یہ لشکر سرزمین شام پہنچا تو اس کا اور رومیوں کے لشکر کا آمنا سامنا ہوگیا لڑائی بڑی زور و شور سے شروع ہوئی حضور سید عالم ﷺ اپنے صحابہ کو میدان جنگ کے حالات مدینہ منورہ ہی میں بیٹھے بتارہے تھے اور مسلمانوں کا جو بھی سپہ سالار شہید ہوتا جاتا آپ اسی وقت اس کی شہادت کی خبر دیتے جاتے۔

بائیسویں حدیث:

عَنْ اَنَسٍ ؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَعٰی زَیْدًا وَّجَعْفَرًا وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّایَةَ زَیْدٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِیْبَ وَعَیْنَاهُ تَذْرِ فَانِ حَتّٰی اَخَذَ الرَّایَةَ سَیْفٌ مِنْ سُیُوْفِ اللّٰهِ حَتّٰی فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ

''حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ کی خبر آنے سے پہلے ہی ان کے شہید ہوجانے کے متعلق لوگوں کو پہلے ہی بتادیا تھا چنانچہ آپ نے فرمایا کہ اب جھنڈا زید نے سنبھالا ہوا ہے لیکن (اب) وہ شہید ہوگئے پھر جعفر

نے جھنڈا سنبھال لیا' تو وہ بھی شہید ہوگئے پھر ابن رواحہ نے جھنڈا سنبھالا ہے اور وہ بھی جام شہادت نوش کر گئے یہ فرماتے ہوئے آپ کی چشمانِ کرم سے اشک بہنے لگے (پھر فرمایا) یہاں تک کہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے جھنڈا سنبھال لیا ہے اور اس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے کافروں پر فتح مرحمت فرمادی''

(صحیح بخاری شریف جلد دوم کتاب المغازی)

سر عرش پر ہے تیری گزر دل فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پر عیاں نہیں

تیئسویں حدیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِیْ هٰهُنَا فَوَاللّٰهِ مَایَخْفٰی عَلَیَّ خُشُوْعُکُمْ وَلَارُکُوْعُکُمْ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ وَرَآءِ ظَهْرِیْ

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کیا یہی دیکھتے ہو کہ میرا منہ ادھر (قبلہ رخ پر ہے اور مجھے اپنے پیچھے کھڑے لوگوں کا حال معلوم نہیں) خدا کی قسم! مجھ پر نہ تمہارا خشوع (قلبی کیفیت) پوشیدہ ہے اور نہ تمھارے رکوع......! میں تمھیں پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں''

(صحیح بخاری شریف جلد اول کتاب الصلوٰہ)

اے فروغت صبح آثار و دهور
چشم تو بیننده ما فی الصّدور

(ڈاکٹر اقبال)

چوبیسویں حدیث:

عَنْ اُسَامَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم اَشْرَفَ عَلٰی اُطُمٍ مِنْ اٰطَامِ الْمَدِیْنَةِ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَااَرٰی اِنِّیْ لَاَرٰی مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُیُوْتِکُمْ کَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ

''حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے قلعوں میں سے بعض قلعوں پر چڑھے پھر فرمایا کیا تم دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ میں فتنوں کے گرنے کی جگہوں کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح تمہارے گھروں میں بارش کے قطروں کے گرنے کی جگہیں ہوتی ہیں''

(صحیح مسلم شریف جلد سوم۔ بخاری شریف جلد سوم)

فرش تا عرش سب آئینہ ضمائر حاضر
بس قسم کھایئے امّی تری دانائی کی
شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دھوم والنجم میں ہے آقا تری بینائی کی

(امام اہلسنت رضی اللہ عنہ)

پچیسویں حدیث:

زمین وآسمان کی ہر شے کا منکشف ہونا

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کاندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی ''فَعَلِمْتُ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ'' پس میں نے جو کچھ زمین میں تھا اور جو کچھ آسمان میں سب کچھ جان لیا''

(جامع ترمذی شریف ابواب تفسیر القرآن) (مشکوۃ شریف)

حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ اَیْ جَمِیْعَ الْکَآئِنَاتِ الَّتِیْ فِی السَّمٰوٰتِ بَلْ وَمَا فَوْقَھَا کَمَا یُسْتَفَادُ مِنْ قِصَّةِ الْمِعْرَاجِ وَالْاَرْضِ ھِیَ بِمَعْنَی الْجِنْسِ اَیْ وَجَمِیْعٌ مَّافِی الْاَرْضِیْنَ السَّبْعِ بَلْ وَمَا تَحْتَھَا

''علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ ''مَافِی السَّموات'' سے آسمانوں بلکہ اس سے بھی اوپر کی تمام

کائنات کا علم مراد ہے جیسا کہ واقعہ معراج سے مستفاد ہے اور "وَالاَرْضِ" بمعنیٰ جنس ہے یعنی وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں میں بلکہ ان سے بھی نیچے ہیں وہ سب حضور علیہ السلام کو معلوم ہوگئیں"

(مرقات شرح مشکوٰۃ)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دھلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

"فَعَلِمْتُ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" پس دانستم ھرچہ در آسمانھا وھرچہ در زمین بود عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی و کلی و احاطہ آں

"(حضور ﷺ نے فرمایا) پس میں جان گیا جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمینوں میں ہے" اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو تمام علوم جزوی و کلی حاصل ہوگئے اور آپ نے ان کا احاطہ کرلیا"

(اشعۃ اللمعات جلد ۱)

اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں کہ

وے ﷺ داناست بہ ھمہ چیز از شیونات و احکام الٰھی و احکام صفات حق و اسما و افعال و آثار و بجمیع علوم ظاھر و باطن و اوّل و آخر احاطہ نمودہ و مصداق فوق کل ذی علم علیم شد

"حضور ﷺ تمام چیزوں کے جاننے والے ہیں آپ نے اللہ کی شانوں، اس کی صفتوں کے احکام اسماء و افعال، آثار اور تمام علوم اوّل و آخر اور ظاہر و باطن کا احاطہ فرمالیا ہے اور آپ فَوْقَ کُلُّ ذِیْ عِلْم عَلِیْمٌ کے مصداق ہوئے"

(مدارج النبوۃ جلد اوّل صفحہ ۳)

اسی کتاب میں آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

از زمانِ آدم تانفخۂ اُولٰی بر وے علیہ السلام منکشف ساختند تاھمہ احوال اورا از اوّل و آخر معلوم گردد ویاران خود را نیز از بعضے احوال خبرداد

"حضرت آدم علیہ السلام سے صور پھونکنے تک سب حضور ﷺ پر ظاہر فرمادیا گیا تا کہ اوّل سے

آخر تک تمام احوال آپ کو معلوم ہو جائیں اور حضور نے بعض حالتوں کی خبر اپنے صحابہ کو بھی دی"
(مدارج النبوۃ جلد اوّل)

اسی کتاب میں آپ مزید لکھتے ہیں کہ:

وحق آنست که در آیت دلیلے نیست بر آنکه حق تعالی مطلع نگر دانیده است حبیب خودرا صلی اللہ علیہ وسلم برماهیت روح بلکه احتمال دارد که مطلع گردانیده باشد و امر نکرد اورا که مطلع گرداند ایں قوم راو بمعنی از علماء در علم ساعت نیز ایں معنی گفته اند و میگوید بندهٔ مسکین خصه الله بنور العلم والیقین و چگونه جرأت کند مومن عارف که نفی علم بحقیقت روح سید المرسلین و امام العارفین صلی اللہ علیہ وسلم کندو داده است اورا حق سبحانه علم ذات و صفات خود و فتح کرده بروے فتح مبین از علوم اوّلین و آخرین روح انسانی چه باشد که در جنب حقیقت جامعه وے قطره ایست از دریائے ذره از بیضائے

"حق یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیت میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا بلکہ جائز ہے کہ مطلع کیا ہو اور لوگوں کو بتلانے کا حکم آپ کو نہ دیا ہو اور بعض علماء نے علم قیامت کے بارے میں بھی یہی قول بیان کیا ہے اور بندہ مسکین (اللہ اس کو نور علم اور یقین کے ساتھ خاص فرمائے) یہ کہتا ہے کہ کوئی مومن عارف حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے علم کی کیسے نفی کرسکتا ہے وہ جو سید المرسلین اور امام العارفین ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات وصفات کا علم عطا فرمایا ہے اور تمام اوّلین اور آخرین کے علوم آپ کو عطا کیئے ہیں انکے سامنے روح کے علم کی کیا حیثیت ہے آپ کے علم کے سمندر کے سامنے روح کے علم کی ایک قطرہ سے زیادہ حقیقت نہیں"

(مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۴۰)

آپ ملاحظہ فرمائیں! کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی آپ کے حق میں جمیع مخلوقات کے اوّلین وآخرین علوم کا کتنے کھلے دل سے اعتراف کررہے ہیں لیکن دیوبند کے ایک محدث جلیل مولوی

خلیل کا کیا کیا جائے جنہوں نے پوری ڈھٹائی کے ساتھ حضرت شیخ کی طرف علم غیب کی نفی منسوب کی اور سادہ لوح لوگوں کو یہ تاثر دیا کہ حضرت شیخ جیسی جلیل القدر علمی ہستی تو حضرات انبیاء اولیاء کے حق میں علم غیب کا اثبات تو بڑی دور کی بات آپ تو حضور علیہ السلام کے حق میں دیوار کے پیچھے کا غیب بھی عیاں ماننے کے واسطے تیار نہیں۔

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں کہ

''شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں''

(براہین قاطعہ صفحہ ۵۵)

حالانکہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ ہرگز نہیں فرمایا اس نے فقط اپنے باطل عقیدے کو تقویت دینے کیلئے حضرت شیخ کی طرف اس جھوٹ کو منسوب کیا ابھی ابھی آپ خود حضرت شیخ کی تصریحات ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ حضرت شیخ کائنات کی کسی مخلوق اور کسی شئے کو آپ سے پوشیدہ اور چھپا ہوا تسلیم کرنے کے حق میں ہرگز نہیں۔

آپ خود اس روایت کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

دربعضے روایات آمده است که گفت آن حضرت ﷺ که من بنده ام نمی دانم درپس دیوار است جوابش آنست که این سخن اصلے ندارد روایت بداں صحیح نشده است

''بعض روایات میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں بندہ ہوں میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس بات کا کوئی ثبوت اور اصل نہیں اور یہ روایت جان لو! صحیح نہیں''

(مدارج النبوۃ جلد اوّل صفحہ ۷)

حضرت شیخ کی اس تصریح کے بعد انبیٹھوی صاحب سے اتنا کہہ دینا ہی اب کافی ہے کہ:

بے حیا باش ہر چہ خواہی کن

ہم نے قدرے تفصیل کے ساتھ زید کے علم غیب پر اعتراض اور پہلی آیت کا مفصل

جواب اس لئے دیا ہے کہ آئندہ صفحات میں مزید علم غیب کی نفی میں پیش کیئے گئے دلائل ہم سے کسی تفصیل کے متقاضی نہ ہوں اس لئے کہ اب یہ صفحات مزید کسی طوالت کے متحمل نہیں ہوسکتے۔اب مختصر مختصر مزید علم غیب پر وارد کیئے گئے اعتراضات اور ان کے جوابات حاضر ہیں۔

علم غیب کی نفی میں پیش کردہ دوسری آیت اور اس کا جواب

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ

''(اے نبی آپ کہہ دیجئے) اگر میں غیب جانتا تو اپنے لئے ہر قسم کی بھلائی (خیر کثیر) جمع کر لیتا اور مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچتی''

(سورہ اعراف آیت ۱۸۷)

اس آیت سے زید نے علم غیب کی جو نفی کی ہے یہ اس کی جہالت اور قرآن فہمی سے دوری کا بیّن ثبوت ہے یہاں ہم دو جوابات دیتے ہیں پہلا جواب تو یہ کہ زید ہمیں اس خیر اور اس بھلائی کی نشاندہی کردے جو حضور سید عالم ﷺ کے پاس نہیں ہے پورا قرآن اور پورے ذخیرۂ احادیث میں سے کوئی ایسی آیت یا حدیث دکھادے کہ جس میں یہ وارد ہوا ہو کہ آپ کے پاس فلاں بھلائی یا خیر نہیں ہے زید تو زید اس کے اگلے اور پچھلے سارے مولوی بھی اکٹھے ہوجائیں تو قیامت تک ایک ایسی روایت بھی پیش نہیں کرسکتے جس میں آپ سے کسی بھلائی یا خیر کی نفی فرمائی گئی ہو۔

دو جہاں کی بہتریاں نہیں کہ امانی دل و حال نہیں
کہو کیا ہے وہ جو یہاں نہیں مگر اک نہیں کہ وہ ہاں نہیں

(امام اہلسنت ﷺ)

پس معلوم ہوا جب آپ کے پاس ہر قسم کی بھلائی اور خیر موجود ہے تو پھر یہ خود بخود ثابت ہوجاتا ہے کہ آپ کے پاس علم غیب بھی ہے اس لئے کہ ہر قسم کی بھلائی کا سبب قرآن کریم نے علم غیب کو قرار دیا ہے یعنی اگر آپ کے پاس علم غیب ہوتا تو خیر کثیر بھی ہوتا اور آپ کے پاس خیر کثیر ہے ہر قسم کی بھلائی موجود ہے تو پھر علم غیب بھی ہے خیر کثیر کا ہونا یہ آپ کے علم غیب پر دلیل ہے۔

مزید یہ کہ اس آیت میں جو یہ وارد ہوا کہ

وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ "اور مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچتی"

اس سے زید یہ استدلال کرتا ہے کہ اگر علم غیب پر آپ مطلع ہوتے تو پھر آپ کو کوئی تکلیف بھی نہ پہنچا سکتا تھا اس جاہل کو کون سمجھائے کہ اس طرح بات فقط حضور پر نور ﷺ کی ذات اطہر سے غیب کے علم کی نفی تک ہی محدود نہ رہے گی بلکہ آگے بڑھ کر خود ربّ کائنات جل جلالہ کے صدق وفا تک پہنچ جائے گی اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو معاذ اللہ عہد شکن ثابت کرادے گی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ:

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ط

"اور اللہ تمہاری حفاظت کرے گا لوگوں سے"

(مائدہ آیت ٦٧)

آپ ملاحظہ فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ السلام سے یہ وعدہ فرمارہا ہے کہ اے حبیب ہم آپ کی لوگوں سے حفاظت کریں گے لوگ آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچا سکتے اب اگر علم غیب کی نفی میں یہ عقلی دلیل پیش کی جائے کہ آپ کا تکلیف میں مبتلا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے پاس علم غیب نہ تھا تو پھر جس طرح یہ دلیل حضور علیہ السلام کیلئے علم غیب کی نفی ثابت کرتی ہے اسی طرح اس دلیل سے رب کائنات کا عہد شکن ہونا بھی لازم ٹھہرتا ہے کہ جب اللہ نے ہی اپنے حبیب کی حفاظت کا وعدہ فرمایا تھا تو اس کے باوجود آپ کو تکلیف کیوں پہنچی؟ لہٰذا اللہ نے اپنا وعدہ پورا ہی نہ کیا اور اپنے حبیب سے حفاظت کا جھوٹا وعدہ فرمایا۔ **معاذ اللہ ثم معاذ اللہ**

ان جاہلوں اور ملحدوں نے قرآن کریم کی آیات کو اپنی عقلی کسوٹی پر پرکھا اور ان آیات میں سے جو ان کی موٹی اور کھوٹی عقل میں آیا بس اسی کو عقیدہ بنالیا اور اس طرح اپنی جہالت کا ثبوت اور تضحیک کا اچھا موقعہ فراہم کیا اور کررہے ہیں خدائے کائنات ہمیں ان جاہل و گمراہ لوگوں اور ان کے باطل عقائد اور فاسد نظریات سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین

بحرمۃ السید المرسلین ﷺ

زید کی پیش کردہ تیسری آیت اور اس کا جواب:

عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَايَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ

''غیب کی کنجیاں اللہ ہی کے پاس ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا''

(سورہ انعام آیت ۵۹)

اگر زید اس آیت کو پوری نقل کردیتا تو شاید ہمیں جواب دینے کی نوبت ہی نہ آتی کیونکہ اسی آیت میں غیر خدا کے علم غیب کی صراحت ہے لہٰذا ہم پوری آیت پیش کرتے ہیں آپ ہی انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرما کر جواب دیں کہ آیا یہ آیت غیر خدا کیلئے علم غیب کی نفی پر دلیل ہے یا اثبات پر۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَايَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَافِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَاحَبَّةٍ فِى ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَارَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِى كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ٥

''اور اسی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں انہیں وہی جانتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی میں اور تری (پانی) میں ہے اور جو پتا گرتا ہے وہ اسے جانتا ہے اور زمین کی اندھیریوں میں کوئی ذرّہ ایسا نہیں جسے وہ جانتا نہ ہو اور نہ کوئی تر اور نہ خشک (کوئی ایسی شئے ہے جو اس کے علم سے باہر ہو) (اور) جو ایک روشن کتاب (لوح محفوظ) میں لکھا نہ ہو''

(سورہ انعام آیت ۵۹)

مجھے بتایئے! کیا لوح محفوظ غیر اللہ نہیں؟

یقیناً ضرور لوح محفوظ غیر اللہ ہے۔

جب یہ سارے غیوب کے علوم اور خزانے لوح محفوظ میں ہوسکتے ہیں تو ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ یہ سارے علوم غیبیہ اور غیوب کے خزانے سینۂ اقدس ﷺ میں بھی موجود ہیں اگر حضور علیہ السلام کیلئے علم غیب کا اثبات شرک ہے تو بتایا جائے کہ لوح محفوظ کے حق میں ان غیوب کا اثبات ایمان کیسے ہوجاتا ہے؟

امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا

وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

''بے شک دنیا و آخرت یا رسول اللہ ﷺ آپ ہی کی عطا و بخشش سے ہیں اور لوحِ محفوظ اور قلم کا علم آپ کے علوم میں سے ایک علم ہے''

(قصیدہ بردہ شریف)

اس شعر کے تحت امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

وَعِلْمُهَا اِنَّمَا يَكُوْنُ سَطْرًا مِّنْ سُطُوْرِ عِلْمِهٖ وَنَهْرًا مِنْ بُحُوْرِ عِلْمِهٖ ثُمَّ مَعَ هٰذَا هُوَ مِنْ بَرَكَةِ وُجُوْدِهٖ ﷺ

''اور لوح و قلم کا علم تو حضور کے مکتوب علم میں سے ایک سطر ہے۔ اور آپ کے علم کے سمندروں میں سے ایک نہر ہے اور یہ حضورِ اقدس ﷺ ہی کی ساری برکت ہے''

مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

شمہ از وجودِ تو دنیا بود باآخرت

وز علومت در دو عالم علم لوح است و قلم

''یارسول اللہ! دنیا و آخرت آپ کی سخاوت سے ہیں اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا کچھ حصہ ہے''

سبحان اللہ! جب آپ کے علوم کے کچھ حصے کی یہ شان ہے کہ ہر تر اور ہر خشک شئے یہاں تک ساتوں زمینوں میں پڑا ہوا کوئی ذرّہ آپ کے اس حصہ علم سے باہر نہیں تو پھر آپ کے سارے علوم کی کیا شان ہوگی بے شک۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

زید کی پیش کردہ چوتھی آیت اور اس کا جواب:

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ

''آپ کہہ دیں کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں''

اس جاہل کو کوا، بتائیے اور سمجھائیے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ السلام سے یہ فرمایا کہ اے حبیب ان کافروں سے کہہ دو کہ میں تم سے علم غیب اور خزانوں کے متعلق اثبات کا نہ کہوں گا کہ آیا میرے پاس علم غیب اور خزانے ہیں یا نہیں اس آیت میں ہرگز یہ ارشاد نہیں ہوا کہ اے حبیب ہم نے نہ آپ کو اپنے خزانے دیئے ہیں اور نہ ہی علم غیب پر مطلع فرمایا ہے اس آیت میں بتانے کی نفی ہے اللہ کی طرف سے عطا ہونے کی نفی ہرگز نہیں۔

اس مثال کے ذریعے اس مسئلہ کو سمجھئے کہ:

زید کسی شخص کے متعلق یہ بات سنے کہ اس شخص کے پاس کروڑوں روپیہ ہے اور فی الحقیقت ایسا ہی ہو اب یہ سنتے ہی زید کی رال ٹپک پڑے اور وہ اس شخص کے پاس پہنچ کر اس سے دس روپیہ طلب کرے یا مانگے اور کہے کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے پاس کروڑوں روپیہ ہے۔ لہٰذا اس میں سے دس روپیہ مجھے بھی دے دو اس کے جواب میں وہ کروڑپتی آدمی یہ کہہ دے کہ بھائی میں نے تمہیں کب کہا ہے کہ میرے پاس کروڑوں روپیہ ہے یا میں یہ کب کہتا پھرتا ہوں کہ میرے پاس کروڑوں روپیہ ہے؟ میں ہرگز یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس کروڑوں روپیہ ہے اب زید کی موٹی عقل اس سے یہ نتیجہ اخذ کرلے کہ اس کے پاس کروڑوں تو دور کی بات ایک روپیہ بھی نہیں اس لئے کہ وہ خود کہہ رہا ہے کہ میں تم سے ہرگز یہ نہیں کہتا پھر رہا کہ میرے پاس کروڑوں روپیہ ہے معلوم ہوا اگر اس کے پاس کروڑوں روپیہ ہوتا تو یہ اس طرح جواب نہ دیتا بلکہ یہ علی الاعلان کہتا کہ میرے پاس کروڑوں روپیہ ہے لہٰذا اس کا اس طرح جواب دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔

مجھے بتائیے! اس طرح نتیجہ زید کے صحیح الدماغ ہونے پر کوئی محمول کرے گا......؟ ہرگز نہیں! اس لئے کہ ہر کوئی یہی کہے گا کہ اس شخص نے اپنے پاس موجود کروڑوں روپیہ کی نفی نہیں کی بلکہ اس روپیہ کی موجودگی کے اظہار کی نفی کی ہے پس اسی طرح یہاں حضور علیہ السلام نے نہ علم غیب کی نفی فرمائی اور نہ ہی خزانوں کی موجودگی کی نفی فرمائی بلکہ ان خزانوں اور علم غیب کے

اظہار کی نفی فرمائی کہ میں یہ کب کہتا ہوں کہ میرے پاس علم غیب اور خزانے ہیں لہٰذا اس آیت سے یہ عقیدہ گھڑ لینا کہ حضور سرور کونین کے پاس نہ کوئی خزانہ ہے اور نہ ہی آپ غیب جانتے تھے بے دینی اور الحاد کے سوا کچھ نہیں حقیقت یہ ہے کہ بغض اور حسدِ رسول علیہ السلام میں یہ ایسے مبتلا ہیں کہ کوئی بھی ایسی آیت یا حدیث یہ ماننے اور سننے کے واسطے تیار ہی نہیں کہ جس میں عظمت رسول کا بیان ہو ورنہ ہم نے شروع میں متعدد آیات احادیث اور ارشاداتِ ائمہ اسلام کو پیش کر کے علم غیب کے اثبات کو ثابت کیا ہے اگر ان آیات و احادیث اور ارشاداتِ اکابرین پر ہماری نظر ہے تو ان کی کیوں نہیں ہو سکتی؟ لیکن اس خفتہ بختی کا کیا علاج کیا جائے کہ جس نے انہیں حسدِ رسول کی آگ میں جھونکا ہوا ہے اور عداوتِ رسول نے ان کی آنکھوں پر دہ پردے ڈال دیئے ہیں کہ انہیں کچھ نظر ہی نہیں آتا دشمنی رسول علیہ السلام میں یہ اندھے اور بہرے ہو چکے ہیں قرآن و حدیث کا رخ بڑے ہی عیارانہ اور معاندانہ پیرائے میں یہ گستاخی رسول کی جانب موڑنے کی کوششوں میں دن رات مصروف ہیں۔

زید نے قرآن کریم کی جو چار آیات پیش کر کے حضور سید عالم ﷺ کے علم غیب کی نفی کی۔ آیا اکابرین امت نے ان آیات میں وارد نفی سے کیا مراد لیا ہے؟ آیئے ملاحظہ فرمایئے۔

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

قَوْلُهٗ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ يَدُلُّ عَلٰى اِعْتِرَافِهٖ بِاَنَّهٗ غَيْرُ عَالِمٍ بِكُلِّ الْمَعْلُوْمَاتِ،

"یعنی آیت میں نبی کریم ﷺ کو جو ارشاد ہوا کہ "تم فرمادو میں غیب نہیں جانتا" اس کے یہ معنی ہیں کہ میرا علم جمیع معلوماتِ الٰہیہ کو حاوی نہیں"

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

(هٰذِهِ الْمُعْجِزَةُ) فِیْ اِطِّلَاعِهٖ ﷺ عَلَى الْغَيْبِ (مَعْلُوْمُهٗ عَلَى الْقَطْعِ) بِحَيْثُ لَايُمْكِنُ اِنْكَارُهَا اَوِ التَّرَدُّدُ فِيْهَا لِاَحَدٍ مِّنَ الْعُقَلَاءِ (لِكَثْرَةِ رِوَاتِهَا وَاتِّفَاقِ مَعَانِيْهَا عَلَى الْاِطِّلَاعِ عَلَى الْغَيْبِ) وَهٰذَا لَايُنَافِیْ الْاٰيَاتِ الدَّالَّةِ عَلٰى اَنَّهٗ لَايَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَقَوْلُهٗ

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ فَاِنَّ الْمَنفِيَّ عِلْمُهٗ مِنْ غَيْرِ وَاسِطَةٍ وَاَمَّا اِطِّلَاعُهٗ ﷺ عَلَيْهِ بِاِعْلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَهٗ فَاَمْرٌ مُتَحَقِّقٌ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

''رسول اللہ ﷺ کا معجزہ علم غیب یقیناً ثابت ہے جس میں کسی بھی عقل رکھنے والے کو انکار یا تردد کی گنجائش نہیں کہ اس میں احادیث بکثرت آئیں ہیں اور ان سب سے بالاتفاق حضور علیہ السلام کا علم غیب ثابت ہے اور یہ ان آیتوں کے کچھ منافی نہیں نہ جس میں یہ آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور یہ کہ حضور علیہ السلام کو یہ کہنے کا حکم ہوا کہ میں غیب جانتا تو اپنے لئے بہت خیر جمع کر لیتا اسلئے کہ (ایسی) آیتوں میں نفی اس علم کی ہے جو بغیر خدا کے بتائے ہو اور اللہ تعالیٰ کے بتائے سے حضور سید عالم ﷺ کو علم غیب ملنا تو قرآن عظیم سے ثابت ہے (جیسا کہ فرمایا) اللہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسول کے''

(کتاب الشفاء)

تفسیر نیشاپوری میں ہے کہ:

لَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ فِيْهِ دَلَالَةٌ عَلٰى اَنَّ الْغَيْبَ بِالْاِسْتِقْلَالِ لَايَعْلَمُهٗ اِلَّا اللّٰهُ

''میں غیب نہیں جانتا'' (اس) آیت کے یہ معنیٰ ہیں کہ علم غیب جو بذاتِ خود ہو ایسا علم صرف خدا کے ساتھ خاص ہے''

رد المحتار میں ہے کہ:

لَوِ ادَّعٰى عِلْمَ الْغَيْبِ بِنَفْسِهٖ يَكْفُرُ

''اگر بذات خود علم غیب حاصل کر لینے کا دعویٰ کرے تو وہ کافر ہے''

تفسیر غرائب القرآن میں ہے کہ:

لَمْ يَنْفِ اِلَّا الدِّرَايَةَ مِنْ قِبَلِ نَفْسِهٖ وَمَا نَفِيَ الدِّرَايَةَ مِنْ قِبَلِ الْوَحْيِ

''رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات سے جاننے کی نفی فرمائی ہے خدا کے بتائے سے جاننے کی نفی نہیں فرمائی''

تفسیر خازن میں ہے کہ:

اَلْمَعْنٰی لَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّآ اَنْ یَّطَّلِعَنِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

''آیت میں جو ارشاد ہوا کہ ''میں غیب نہیں جانتا'' اس کے معنی ہیں کہ میں خدا کے بتائے بغیر نہیں جانتا''

تفسیر علامہ نیشاپوری میں ہے کہ:

(قُلْ لَآ اَقُوْلُ لَکُمْ) لَمْ یَقُلْ لَیْسَ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ لِیُعْلَمَ اَنَّ خَزَآئِنَ اللّٰہِ وَھُوَ الْعِلْمُ بِحَقَائِقِ الْاَشْیَآءِ وَمَاھِیَاتُھَا عِنْدَہٗ صلی اللہ علیہ وسلم بِاسْتِجَابَۃِ دُعَائِہٖ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ قَوْلِہٖ اَرِنَا الْاَشْیَآءَ کَمَاھِیَ وَلٰکِنَّہٗ یُکَلِّمُ النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ (وَلَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ) اَیْ لَآ اَقُوْلُ لَکُمْ ھٰذَا مَعَ اَنَّہٗ قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم عَلِمْتُ مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ مُخْتَصَرًا

''یعنی ارشاد ہوا کہ ''اے نبی! فرمادو میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں یہ نہیں فرمایا کہ اللہ کے خزانے میرے پاس نہیں بلکہ یہ فرمایا کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس ہیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ اللہ کے خزانے حضور علیہ السلام کے پاس ہیں مگر آپ لوگوں سے ان کی سمجھ اور قابلیت کے مطابق باتیں فراتے ہیں اور وہ خزانے کیا ہیں تمام اشیاء کی حقیقت وحالت کا علم حضور علیہ السلام نے اسی کے ملنے کی دعا کی اور اللہ عزوجل نے قبول فرمائی پھر فرمایا ''میں غیب نہیں جانتا'' یعنی تم سے نہیں کہتا کہ مجھے غیب کا علم ہے' ورنہ حضور نے تو خود فرمایا ہے کہ مجھے جو کچھ ہوچکا اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کا علم ملا''

ان تصریحات کے علاوہ بھی ائمہ اسلام کے مزید اور بھی ارشادات ہیں لیکن ہم طوالت کے خوف سے بس انہی چند ارشادات پر اکتفا کرتے ہیں۔

قارئین کرام! حقیقت حال آپ پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہوچکی ہوگی کہ جن آیات کے تحت یہ لوگ عقیدہ انکارِ علم غیب کو پروان چڑھانے میں مصروف ہیں یہ تمام آیات چودہ سو سال سے ہمارے اکابرین ائمہ اسلام کی نگاہوں کے سامنے ہیں لیکن یہ چودہ سو سالہ تاریخ شاہد ہے کہ

اس طویل عرصے میں ان بزرگوں کو ان آیات کا علم ہونے کے باوجود ان میں سے کسی نے بھی ان آیات کے تحت علم غیب کی نفی نہ فرمائی بلکہ بڑی سختی کے ساتھ ان اجلہ علماء نے حضرات انبیاء و اولیاء کے حق میں علم غیب کی نفی میں ان آیات سے استدلال کرنے سے منع فرمایا۔

لیکن یہ حرمان نصیبی تو ان مفتیانِ دیوبند کے مقدر میں لکھی ہوئی تھی کہ آج چودہ سو سال کے بعد انہوں نے انہی آیات کو ان نفوس قدسیہ کے علم غیب کی نفی میں دلیل کے طور پر پیش کرنا شروع کر دیا ہے۔

آپ ان فاضلانِ دیوبند کی بے سرو سامانی کو ملاحظہ فرماسکتے ہیں کہ ان آیات کے تحت اکابرین امت کے ارشادات اپنے خود ساختہ عقائد فاسدہ کی تائید میں پیش کرنے سے قاصر و عاجز ہیں اور ان آیات سے یہ سیدھے سادہ لوگوں کے سامنے ہی استدلال اور علم غیب کی نفی کرتے ہیں اور انہی آیات کو ان مفتیوں نے اپنے جاہل مبلغین کو طوطے کی طرح رٹا دیا ہے اور وہ جگہ جگہ سادہ لوح مسلمانوں کو گھیر کر علم غیب پر بحث چھیڑ لیتے ہیں اور پھر اپنے انکار علم غیب کے گمراہ کن عقیدے کی تائید میں انہی آیات کو پیش کر کے استدلال کرتے ہیں اور حضرات انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی عظمتوں اور حرمتوں سے ٹکرا جانے میں بڑا فخر محسوس کرتے ہیں۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان شریروں کے شر سے محفوظ رکھے آمین۔

بحق طٰہٰ و یٰسٓ صلی اللہ علیہ وسلم

علم غیب پر وارد کردہ زید کے پانچویں اعتراض اور اس کا جواب:

اگر پیغمبر اسلام غیب جانتے ہوتے تو منافقین کی طرف سے حضرت عائشہ صدیقہ پر لگنے والی تہمت پر آپ غمگین اور پریشان کیوں ہوتے وحی آئی تو آپ کو سکون ملا کہ عائشہ سچی اور منافق جھوٹے ہیں اگر آپ کے پاس غیب کا علم ہوتا تو آپ غمگین نہ ہوتے۔

زید کے اس عقیدۂ رذیلہ کے ساتھ مذہب دیوبند کے بانی اسماعیل دہلوی کی بھی سنتے جائیے:

"حضرت کے وقت منافقوں نے حضرت عائشہ پر تہمت کی اور حضرت کو اس سے بڑا رنج

ہوا اور کئی دن تک بہت تحقیق کیا پر کچھ حقیقت نہ معلوم ہوئی اور بہت فکر وغم میں رہے۔ پھر جب اللہ صاحب کا ارادہ ہوا تو بتادیا کہ وہ منافق جھوٹے ہیں اور عائشہ پاک ہیں۔"

(تقویت الایمان صفحہ ۲۳)

عزیزانِ من! آپ نے پیر اور مرید کا عقیدۂ فاسدہ ملاحظہ فرمالیا کہ ان خفتہ بختوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگنے والی تہمت کی وجہ سے حضور سرور کونین کے غمگین اور پریشان ہونے کو آپ کے پاس غیب کا علم نہ ہونے پر دلیل ٹھہرالیا کوئی ان ایمان کے دشمنوں سے پوچھے اگر حضور سید المرسلین ﷺ کو علم ہوتا تو کیا آپ اپنی پاک دامن زوجہ پر لگنے والی تہمت پر خوشیاں مناتے؟ کیا علم ہونے کی صورت میں آپ فکر مند نہ ہوتے؟

اگر اللہ نے کسی کے اندر سے شرم وحیا کا مادہ ختم نہ کردیا ہو تو وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ اگر کسی کی بے گناہ اور پاک دامن زوجہ پر کوئی بد نصیب زنا کی تہمت لگائے اگرچہ اسے یہ معلوم ہو کہ یہ تہمت جھوٹی اور لگانے والا جھوٹا ہے لیکن پھر بھی وہ اس تہمت پر کبیدہ خاطر ہوجائے گا وہ علم ہونے کی صورت میں خوشی کے شادیانے نہیں بجائے گا اب کوئی جاہل اس کے غمگین ہونے کو اس بات پر محمول کرلے کہ اوّل تو اس کو علم نہیں، دوم یہ کہ لگانے والے کے متعلق اسے پتہ نہیں کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا ہے اگر اس کے پاس علم ہوتا تو یہ ہرگز اس لگنے والی تہمت پر پریشان اور غمگین نہ ہوتا مجھے بتایئے وہ کون ذی شعور ہوگا جو اس جاہل کی بات سے اتفاق کرے گا؟

ہر ایک یہی کہے گا کہ اس شخص کا اس تہمت پر غمگین اور پریشان ہونا غیرت اور حیا کا تقاضہ ہے لیکن ان حیا اور غیرت کے دشمنوں کو یہ بات کون سمجھائے کہ جسے تم عدم علم کی دلیل قرار دے رہے ہو وہ عدم علم کی وجہ سے نہیں بلکہ غیرت وشرم کی وجہ سے تھا ہاں جب تمہاری بیویوں پر زنا کی تہمت لگ جائے اگر تہمت لگانے والوں کے متعلق علم نہ ہو کہ یہ سچے ہیں یا جھوٹے تو اس وقت تک بھلے تم سینہ کوبی اور ماتم کرتے رہو لیکن جب تمہیں معلوم ہو کہ یہ جھوٹی تہمت ہے اور لگانے والے جھوٹے ہیں تو تم غمگین اور پریشان نہ ہونا بلکہ خوشی کے شادیانے اور ڈھول بجانا اور گلی گلی خوشی سے بغلیں بجانے اچھلتے کودتے رہنا جو غیرت اور حیا والا ہوگا وہ اس

موقع پر ہرگز بے فکر اور بے غم نہیں رہ سکتا

لطف کی بات تو یہ ہے کہ ان لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ حضور ﷺ کو غیب کا علم نہیں تھا لہٰذا آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر لگنے والی تہمت پر غمگین اور فکر مند رہے مطلب یہ کہ اس سارے واقعے کو ان لوگوں نے غیب پر محمول کر دیا اب ہم انہی سے پوچھتے ہیں کہ ہمیں بتایا جائے اگر یہ واقعہ غیب سے تعلق رکھتا تھا تو اس کا علم تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ السلام کو عطا فرمادیا تھا معلوم ہوا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ السلام کو غیب کا علم بھی دیا ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو غیبی حالات و واقعات کا علم دیا ہے تو پھر وہ کون سا منہ آپ حضرات کے پاس ہے کہ جس سے آپ علم غیب کی نفی کرتے ہیں......؟

آپ حضرات کھلی آنکھوں سے اسماعیل دہلوی کا بھی عقیدہ ملاحظہ کر کے آ رہے ہیں دہلوی صاحب نے بھی اس تہمت والے واقعہ سے حضور سید عالم ﷺ کے علم غیب کی نفی کی ہے اور پھر یہ اقرار بھی کیا ہے کہ ''پھر جب اللہ صاحب نے چاہا تو آپ کو یہ غیبی علم بتادیا'' اب دوسری جگہ ملاحظہ فرمائیں اس کی حضرات انبیاء و اولیاء سے علم غیب کی نفی کی عجیب و غریب دلیل۔

علم غیب کی نفی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عقیدہ علم غیب کا اثبات انبیاء یا اولیاء میں سے کسی کے حق میں جائز نہیں۔

''خواہ یہ عقیدہ (علم غیب کا اثبات) انبیاء و اولیاء سے رکھے خواہ پیر و شہید سے خواہ امام و امام زادے خواہ بھوت و پری سے پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدہ سے ہر طرح سے شرک ثابت ہوتا ہے۔''

(تقویۃ الایمان صفحہ ۱۵)

اب بتائیے! ان کی کون سی بات پہ اعتماد کیا جائے جب علم غیب کی نفی کی بات آئی تو اس مذہب کے امام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر لگنے والی تہمت کو دلیل کیلئے پیش کر دیا اور کہہ دیا کہ حضور علیہ السلام کے پاس علم غیب نہیں تھا ورنہ آپ غمگین نہ ہوتے اور آپ بتادیتے کہ سچا کون اور جھوٹا کون تھا آپ کو یہ علم اللہ صاحب کے بتانے سے ہوا یہاں تو اس

نے اقرار کیا کہ اللہ نے آپ کو غیب کا علم دیا لیکن جب سوچا کہ یہ میں نے کیا کر دیا کہ آپ کیلئے غیب پر آگاہی ثابت کر دی تو فوراً اپنا عقیدہ تبدیل کر دیا کہ "نہیں! نہیں! یہ میں نے غلط کہہ دیا بلکہ آپ کیلئے یہ تسلیم کرنا بھی شرک ہے کہ آپ کو اللہ نے غیب پر آگاہی بخشی ہے۔

اب بتایئے! اس مذہب والوں کو تو ان کے امام نے دوہری مصیبت میں مبتلا کر دیا اگر یہ لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ پر لگنے والی تہمت کا علم آپ کو اللہ نے عطا فرمایا تھا تو جب بھی یہ لوگ مشرک ٹھہرتے ہیں اور اگر یہ عقیدہ رکھا کہ آپ کو اس واقعے کا علم نہیں ملا تو اس طرح سورہ نور کا انکار لازم آتا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ کی برأت میں نازل شدہ نص کا انکار لازم آتا ہے لہٰذا اس طرح بھی یہ کافر ٹھہرتے ہیں ان کا علم غیب کا نفی کرنا اور انکار کا عقیدہ گھڑنا گویا ان کے لئے حلق کا کانٹا بن چکا ہے انکار کی صورت میں قرآن کریم انہیں کافر قرار دیتا ہے اور اقرار کی صورت میں ان کا امام انہیں مشرک قرار دیتا ہے۔

بہر حال ہم تو اپنے امام کی بات مان کر بانگ دہل یہ اقرار کرتے ہیں کہ

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

(امام اہلسنت اعلیٰحضرت بریلوی)

دیوبندی حضرات علم غیب کی نفی کرتے ہوئے عموماً یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ اگر حضور سید عالم ﷺ غیب جانتے تھے تو جب کفار نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے تبلیغ کے بہانے ستر صحابہ کو لے جا کر شہید کیا تو جانے سے قبل ہی آپ اپنے صحابہ کو منع کر دیتے کہ ان کے ساتھ مت جانا یہ تمہیں دھوکے سے تبلیغ کیلئے لے جا کر شہید کرنا چاہتے ہیں لہذا صحابہ کو بخوشی جانے دینا اور پھر انکا شہید ہو جانا یہ بھی آپ کے عدم علم کی وجہ سے ہوا۔

یہی سوال ایک مرتبہ فرقہ اہلحدیث سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب نے ہم پر کیا اور اس کے تحت بڑے زور و شور سے عقیدہ علم غیب کے انکار کا اظہار کیا اور ہم سے کہا کہ

اگر نبی علیہ السلام کے پاس غیب کا علم ہوتا تو وہ اپنے ستر صحابہ کو نہ مرواتے۔

آپ یقین کریں اس کے لب و لہجہ کا زہر الفاظ کی شکل میں ٹپک رہا تھا وہ حضور سید عالم ﷺ کے حق میں علم غیب کا اثبات ماننا تو کجا ایسا لگ رہا تھا کہ یہ آپ کو اپنا ماننے کے واسطے بھی تیار نہیں بہر حال اس کے لب و لہجہ کی اجنبیت نے ہمیں تڑپا کر رکھ دیا ہم نے یہ اچھی طرح محسوس کرلیا تھا کہ قرآن و حدیث کی بات اس کی موٹی عقل قبول نہیں کرے گی للہذا اس کو اس کی عقل کے مطابق جواب دیا جائے۔

ہم نے اس سے پوچھا کہ آپ بتایئے ایک طرف آپ کا دنیاوی نقصان کا قوی اور یقینی خدشہ ہو اور دوسری طرف اللہ کی رحمت کا حصول مقصد ہو تو آپ کیا کریں گے؟ تو وہ بولے ہم رحمت کے حصول کو اپنائیں گے ہم نے پوچھا تو پھر اس دنیاوی نقصان کا کیا کریں گے؟ وہ بولے ہم برداشت کریں گے لیکن رحمت کے حصول سے پیچھے نہیں ہٹیں گے ہم نے اس سے پھر پوچھا بالفرض آپ کی جگہ کوئی اور ہو تو اسے آپ کیا مشورہ دیں گے؟ کہنے لگے اسے بھی ہم یہی کہیں گے کہ وہ دنیاوی نقصان کی پرواہ نہ کرے بس رحمتِ خدا کے حصول میں لگا رہے ہم نے پھر ان سے کہا کہ یہ ساری صورتحال اس بات کو واضح کرتی ہے کہ کسی بھی شخص کے رحمت خداوندی کے حصول میں بڑھنے والے قدموں کو آپ روکنے کے لئے تیار نہیں اگرچہ اس حصولِ رحمت میں اس کا دنیاوی کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو تو مجھے بتایئے شہادت اللہ کی رحمت ہے یا زحمت؟ کہنے لگے رحمت۔ ہم نے پھر پوچھا بتایئے! آپ زندگی کو شہادت کی موت پر ترجیح دیں گے یا شہادت کو ترجیح دیں گے؟ کہنے لگے میں زندگی پر شہادت کی موت کو ترجیح دوں گا ہم نے پوچھا اگر بالفرض آپ کی جگہ کوئی اور صاحب ہوں تو آپ انہیں کیا مشورہ دیں گے؟ کہنے لگے میں اسے بھی جام شہادت نوش کرنے کیلئے ہی کہوں گا۔ ہم نے کہا اس طرح تو اس کی جان چلی جائے گی اور اس کی زندگی کا چراغ گل ہوجائے گا؟ وہ جھٹ بولے تو کیا ہوا شہادت کے ذریعے اسے ہمیشہ کی زندگی، جنت الفردوس اور انعام خداوندی بھی تو ملے گا ایک جان کو دیکھ کر ان انعامات و اکرامات سے منہ موڑنا یا کسی کو منہ پھیرنے کا مشورہ دینا بے وقوفی ہے۔

ہم نے کہا اگر چہ اب ہمیں مزید کہنے کی کچھ ضرورت نہیں لیکن بات واضح کرنے کیلئے ہم یہ ضرور کہیں گے کہ جب آپ جیسا عام شخص رحمت کے مقابلے میں نقصانِ دنیا کو برداشت کرنے کا جذبہ رکھتا ہے اور زندگی کے مقابلے میں شہادت کی موت کا آرزو مند ہے اور آپ نے خود بڑے زور وشور سے اس بات کا اعتراف بھی کیا کہ یہ جذبہ صرف میری ذات تک محدود نہیں بلکہ میں کسی کے بھی رحمت و شہادت کی طرف بڑھنے والے قدم ہرگز نہیں روکوں گا اگر چہ اس کا جان و مال کا نقصان ہی کیوں نہ ہوجائے اس لئے کہ ایک جان کے عوض انعامات خداوندی اور جنت کا سودا مہنگا نہیں اگر بغض اور عداوتِ رسول نے آپ کو بالکل ہی اندھا نہ کردیا ہوتو مجھے بتایئے! رحمت و شہادت کی طرف صحابہ کرام کے بڑھنے والے قدموں کو اللہ کا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کیسے روک سکتا تھا؟ آپ شہادت کی صورت میں ملنے والے انعام اور جنت کو اس جان کے بدلے میں ترک کردینے کو بے وقوفی قرار دے رہے ہیں تو مجھے بتایئے جان کو بچانے کی غرض سے جنت اور اکرامات و انعامات خداوندی سے منہ پھیرنا سرکارِ دو عالم علیہ السلام کے نزدیک کہاں کی عقلمندی تھی اگر آپ انہیں روک لیتے تو اس طرح وہ شہادت کے مرتبے پر کیسے پہنچتے؟ اورشہادت کی وجہ سے ملنے والے انعامات و درجات پر کیسے فائز ہوتے اور سزاوار ہوتے؟

پس معلوم ہوا ان صحابہ کی شہادت حضور سید عالم ﷺ کے عدم علم کی وجہ سے نہ تھی بلکہ آپ ان کی شہادت سے باخبر تھے لیکن ان کے رحمت و جنت کی طرف بڑھنے والے قدموں کو آپ ہرگز روکنے کے واسطے تیار نہ تھے اس لئے آپ کسی کو جنت سے روکنے یا رحمت سے دور کرنے کے واسطے دنیا میں تشریف نہیں لائے بلکہ آپ جنت میں داخل کرتے اور رحمت سے ملانے کیلئے تشریف لائے تو بھلا آپ انہیں جنت یا رحمت سے کیسے روک سکتے تھے؟

آپ یقین کریں ہمارا یہ جواب اس پر بجلی بن کر گرا میرے ہمراہ میرے چند احباب تھے اور اس کے ساتھ بھی چند اس کے ساتھی تھے اس جواب سے میرے احباب کے چہرے کھل اٹھے اور ان کیلئے گویا بادِ تند تھی ایک دم ان کے چہروں کا رنگ اڑ گیا۔

حضرات انبیاء و اولیاء بالخصوص حضور سید المرسلین ﷺ کے حق میں علم غیب کا اثبات ہم نے قرآن کریم کی متعدد آیات اور متعدد احادیث کے ساتھ اکابرین امت کے ارشادات کی روشنی میں ثابت کردیا ہے۔ یہ کوئی مذاق نہیں کہ جس کی مرضی ہو وہ انکار کرے یا جس کی مرضی ہو وہ اس عقیدے سے راہِ فرار اختیار کرے علم غیب کا اثبات حضرات اہل اللہ کے حق میں اسلام کا وہ بنیادی عقیدہ ہے کہ اس سے فرار کی راہ کسی بھی ذی فہم و عقل کو نہیں مل سکتی اس عقیدے کا انکار کوئی بہت بڑا جاہل اور گمراہ ہی کرے گا علمائے اسلام نے عقیدۂ علم غیب کا اثبات اسلام کے بنیادی عقائد میں شامل و داخل مانا ہے اس کا انکار کفر ہے۔

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سرعام رکھ دیا

اب آخر میں ہم چند دیوبندی حضرات کے معتمد علماء کے علم غیب کے بارے میں تاثرات و واقعات نقل کرکے اگلے موضوع کی طرف رجوع کریں گے۔

دیوبندی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ:

''آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہوتو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) و مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم (چوپایوں) کیلئے بھی حاصل ہے''

(حفظ الایمان صفحہ۱۳)

آگے مزید لکھتے ہیں کہ:

''اور اگر تمام علوم غیبیہ مراد ہیں اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔''

(حفظ الایمان صفحہ۱۴)

اچھا ہوتا کہ اگر تھانوی صاحب وہ دلیل نقلی و عقلی بھی پیش کردیتے جس سے حضور سرور

کونین کے علوم اولین و آخرین کی نفی ثابت ہے نیز جانوروں' پاگلوں اور بچوں کے علم غیب پر بھی کوئی عقلی ونقلی دلیل پیش کردیتے۔

ہم تھانوی صاحب کے اگلے اور پچھلے مؤیدین، اس کے تمام چیلوں اور مریدین کو اتنا چیلنج ضرور دیں گے کہ یہ سارے بھی اکٹھے ہوکر اور مل کر یہ کوشش کرلیں کہ ان کے ہاتھ پاگلوں اور جانوروں کے حق میں علم غیب کے اثبات پر کوئی عقلی ونقلی دلیل آجائے تو قیامت تو آجائیگی لیکن انہیں کوئی دلیل نہیں مل سکے گی۔

حیرت ہے اگر انکار پر آئے تو اللہ کے محبوب اور سب سے افضل رسول علیہ السلام اور مخلوقات میں سب سے افضل ذات کے حق میں علم غیب کی نفی کردی اور اثبات کوشرک قرار دے دیا لیکن جب ماننے پر آئے جانوروں اور پاگلوں کیلئے علم غیب کا اثبات تسلیم کرلیا اور اسے توحید و ایمان کے عین مطابق قرار دیا نہ مانا تو سید الکل علیہ السلام کیلئے اثبات علم غیب نہ مانا اور مانا تو پاگلوں' جانوروں' کیڑوں مکوڑوں تک کوغیب پر باخبر مان لیا انکار پر آئے بڑی دھٹائی کے ساتھ کہہ دیا کہ حضور سید عالم کوتو اتنا بھی غیب کا علم حاصل نہ تھا کہ وہ جان ہی لیتے کہ دیوار کے پیچھے کیا ہے؟ اور عقیدہ اثبات علم غیب کوتوحید و ایمان کے منافی قرار دے کر صاف صاف لکھ دیا کہ:

''اثبات علم غیب غیرحق تعالیٰ کوشرک صریح ہے''

(فتاویٰ رشیدیہ جلد۲)

''جوشخص رسول اللہ ﷺ کوعلم غیب جو خاصۂ حق تعالیٰ ہے۔ ثابت کرے اس کے پیچھے نماز نادرست (لانہ کفر) کیونکہ یہ کفر ہے''

(فتاویٰ رشیدیہ جلد۳)

غور فرمایئے! اگر کوئی مسلمان حضرات اہل اللہ بالخصوص محبوب کبریا ﷺ کے حق میں عقیدۂ علم غیب کا اثبات جائز اور عین ایمان قرار دے تو یہ لوگ چیخ پڑتے ہیں کہ یہ کیا کردیا تم نے اللہ کی صفت غیر اللہ میں تسلیم کرلی تم مشرک ہو کافر ہو تمہارے پیچھے نماز درست نہیں۔

لیکن اسی صفت کو ان کا ایک بے لگام حکیم الامت جانوروں' پاگلوں' کیڑے' مکوڑوں اور

بچوں میں تسلیم کرنے کے باوجود نہ صرف یہ کہ پکا سچا مومن ہی ہے بلکہ تا حال حکیم الامت کے منصب وعہدے پر براجمان بیٹھا اور اپنی جماعت میں مجدد اعظم سے کم حیثیت کا حامل نہیں۔

ہم اگر حضور سید کائنات کیلئے علم غیب کا اثبات اور اس کا اظہار کردیں تو ہم پر یہ فتویٰ لگ جاتا ہے کہ ہم نے آپ کو خدا کے برابر کرکے شرک کردیا اور ان کا اپنا حال یہ ہے کہ یہ پاگلوں اور جانوروں کو خدا کے برابر کرنے کے باوجود توحید و ایمان کے سچے محافظ ہونے کی مہریں اپنے ماتھوں پر لگائے جگہ جگہ مسلمانوں کو تبلیغ کرتے پھرتے نظر آرہے ہیں۔

تھانوی صاحب نے اپنے اس جواب میں علم غیب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱) کل علم غیب ۲) بعض علم غیب

کل اشیاء کے علم غیب کے متعلق تو اس نے کہہ دیا کہ یہ تو عقلاً نقلاً باطل اور فاسد عقیدہ ہے کہ کوئی حضور ﷺ کیلئے کل اشیاء پر باخبر ہونے اور جمیع مخلوقات کا علم ہونے کا اثبات تسلیم کرے۔

حالانکہ ہم نے اس موضوع کے شروع میں قرآن کریم اور پھر احادیث نبویہ سے حضور ﷺ کا کل اشیاء پر باخبر ہونا ثابت کردیا ہے الحمدللہ ہم نے متعدد احادیث پیش کرکے اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی سے اس بات پر دلیل پیش کردی کہ آپ نے خود اس بات کا اظہار و اعلان فرمایا کہ آپ جمیع اشیاء اور مخلوقات کے احوال پر باخبر ہیں اور صحابہ کرام نے بھی اس بات کا اعتراف کیا کہ حضور سید العالمین ﷺ نے ہمیں جو کچھ ہو چکا اور جو واقعات و حالات رونما ہونے والے تھے اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب کی خبریں دیں لہٰذا سابقہ صفحات میں وہ احادیث بحوالہ نقل کردی گئیں ہیں اللہ تعالیٰ نے جسے ماتھے کی آنکھوں سے محروم نہ کیا ہو تو وہ ان احادیث میں ہمارے عقیدے اور موقف کی صراحت کے ساتھ تائید ملاحظہ کرسکتا ہے ورنہ:

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

بہرحال کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم عقلاً نقلاً ثابت کرکے آرہے ہیں کہ آپ تمام مخلوقات اور اشیاء پر باخبر ہیں۔

تھانوی صاحب نے اسے جو عقلاً نقلاً باطل قرار دیا ہے تو کیا اس عقلی و نقلی دلیل کی تھانوی صاحب نشاندہی کریں گے؟ کہ آیا وہ کون سی عقلی و نقلی دلیل ہے کہ جس کی روشنی میں یہ عقیدہ باطل و فاسد ٹھہرتا ہے......؟

دعویٰ کرنے میں کون سا کمال ہے؟ دعویٰ تو بڑے سے بڑے کمال و کام کا بھی کیا جاسکتا ہے؟ لٰہذا تھانوی یا ان کی ذریت کوئی ایک آیت یا ایک ہی حدیث بتادیں کہ جس میں یہ آیا ہو کہ حضرات انبیاء و اولیاء کو اللہ تعالیٰ نے غیب پر آگاہی نہیں بخشی؟

تھانوی صاحب نے غیب کا علم بعض اشیاء کے متعلق یقینی طور پر حضور سید عالم ﷺ کیلئے تسلیم کرنے سے بھی انکار کیا ہاں بعض اشیاء کا علم غیب اور اس کا اثبات کھلے دل سے پاگلوں اور جانوروں کیلئے تسلیم کیا جو کہ اس کی عبارت سے عیاں ہے چنانچہ یہی تھانوی صاحب کہتے ہیں۔

''زید کے بقول اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے''

آپ غور فرمائیں! یہاں پر ''اگر'' کہہ کر حضور علیہ السلام کو بعض اشیاء کا علم غیب حاصل ہونے کے متعلق غیر یقینی بات کہہ دی کہ ''اگر حاصل ہیں''

لیکن جب جانوروں، پاگلوں اور بچوں کی بات آئی تو کوئی ''اگر'' ''مگر'' نہ کہا بلکہ یقینی طور پر صاف صاف کہہ دیا کہ ''ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم (چوپایوں) کیلئے بھی حاصل ہے''

یہاں اس نے یہ نہیں کہا کہ حاصل ہوسکتا ہے بلکہ یقینی بات کہہ دی کہ ان جانوروں اور پاگلوں کو حاصل ہے۔

آپ اس حکیم الامت کا طنز بھی ملاحظہ فرمائیں کہ کس طرح یہ طنزاً کہہ رہا ہے کہ:

''زید کے بقول اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں''

یعنی حاصل تو نہیں لیکن پھر بھی بالفرض مان لیا جائے کہ اگر حاصل ہیں تو اس میں آپ کی کیا خصوصیت ایسا علم تو جانوروں اور پاگلوں کے پاس بھی ہے۔ **معاذ اللہ ثم معاذ اللہ**

کہاں وہ ذات کہ جس کے فضائل و کمالات، شرف و بزرگی کی گرد راہ تک ولی تو ولی کسی نبی کی بھی رسائی اور پہنچ نہیں ہوسکتی اور کہاں تھانوی صاحب جیسے شیطانی صفت انسان کا ان کے علوم کے مقابل پاگلوں، جانوروں اور بچوں کو پیش کرنا۔

اگر ہم اس فتوے پر تھانوی صاحب کے کافر و ملعون ہونے کا فتویٰ دیں تو ہوسکتا ہے کہ کسی دیوبندی کو اپنے بڑے حکیم صاحب کی یہ ہتک عزت محسوس ہو اور اسے کوئی تکلیف ہوجائے ہم انہی کی صفوں سے اور دیوبند کے دارالافتاء سے تھانوی صاحب کے کفر و الحاد پر اسی عبارت کے تحت فتویٰ پیش کرتے ہیں۔

''جو شخص نبی علیہ السلام کے علم کو زید و بکر و بہائم (چوپایوں) و مجانین (پاگلوں) کے علم کے برابر سمجھے یا کہے وہ قطعاً کافر ہے۔''

(المھند صفحہ ۶۴ ادارہ اسلامیات)

خود تھانوی صاحب کا اپنے اوپر کفر کا فتویٰ ملاحظہ فرمایئے۔

کسی مرتضیٰ حسن نام کے صاحب نے تھانوی صاحب سے لکھ کر پوچھا ''بعد سلام مسنون عرض ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب (بریلوی) یہ بیان کرتے ہیں اور حسام الحرمین میں آپ کی نسبت لکھتے ہیں کہ آپ نے ''حفظ الایمان'' میں اس کی تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو ہے ایسا ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے'' آیا آپ نے حفظ الایمان میں یا کسی کتاب میں ایسی تصریح فرمائی ہے؟

چند سطور نیچے ایسا کہنے والے کے متعلق یہی مرتضیٰ حسن صاحب تھانوی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ:

''تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے یا صراحۃً یا اشارۃً کہے اسے آپ مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر؟ بینوا توجروا''

(بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفی عنہ)

تھانوی صاحب اس کے متعلق لکھتے ہیں:

الجواب: ''میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا

جوشخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم ﷺ کی''

(بسط البنان صفحہ ۳)

نہ عقیدہ ہمارا ہے اور نہ یہ فتویٰ ہمارا ہے عقیدہ بھی ان کا اور اس پر کفر و الحاد کا فتویٰ بھی انہی کا۔

اگر ہم اسی فتوے کو تھانوی صاحب پہ دہرا دیں تو کسی دیوبندی کو کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔

علومِ مصطفےٰ ﷺ کو بہائم و مجانین کے علوم کے ساتھ تشبیہ دینے پر جب مسلمان مشتعل ہوکر جوش انتقام میں میدانِ عمل میں آئے اور بالخصوص جب علمائے حرمین نے اشرفعلی تھانوی صاحب پر کفر و ارتداد کے فتاوے صادر فرمائے تو ان لوگوں نے جھٹ یہ تاویل پیش کردی کہ تھانوی صاحب کی عبارت کے اندر لفظ ''ایسا'' تشبیہ کے معنیٰ میں نہیں لہٰذا تھانوی صاحب کی یہ عبارت قابل اعتراض بھی نہیں۔

جماعت دیوبند کے ایک معتمد وکیل کا لفظ ''ایسا'' کی تاویل ملاحظہ فرمایئے مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی چاند پوری لکھتے ہیں کہ ''واضح ہو کہ (حفظ الایمان میں) ''ایسا'' کا لفظ فقط مانند اور مثل ہی کے معنیٰ میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنیٰ ''اس قدر'' اور ''اتنے'' کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ متعین ہیں''

(توضیح البیان صفحہ ۸)

مزید لکھتے ہیں کہ:

''عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ ''ایسا'' بمعنیٰ ''اس قدر'' اور ''اتنا'' ہے پھر تشبیہ کیسی؟

(توضیح البیان)

مولوی مرتضیٰ صاحب نے تھانوی صاحب کی عبارت میں موجود لفظ ''ایسا'' کے متعلق یہ کہا کہ تھانوی صاحب نے ''ایسا'' کہہ کر اس لفظ سے جانوروں اور پاگلوں سے ہرگز تشبیہ نہ دی اس

لئے کہ یہاں لفظ ''ایسا'' تشبیہ کے معنیٰ میں مستعمل نہیں ہاں اگر تھانوی صاحب لفظ ''ایسا'' کو تشبیہ کے لئے استعمال کرتے تو یہ یقیناً کفر ہے کہ حضور علیہ السلام کے علوم کو جانوروں او پاگلوں کے علوم سے تشبیہ دینا بہت ہی قبیح اور کفریہ فعل ہے۔

اگر ہم یہاں مرتضیٰ حسن صاحب کی اس تاویل کو ردّ کرکے یہ کہیں کہ نہیں! تھانوی صاحب نے لفظ ''ایسا'' تشبیہ اور مثلیت کیلئے ہی استعمال کیا ہے تو ہوسکتا ہے کہ کوئی صاحب یہ کہہ دے کہ یہ بے جا ضد کا مظاہرہ کرنا ہے۔

لہٰذا ہم انہی کے ایک اور فاضل محقق کی لفظ ''ایسا'' پر تحقیق پیش کرتے ہیں مولوی حسین احمد مدنی لکھتے ہیں کہ:

''حضرت مولانا (تھانوی) عبارت میں لفظ ''ایسا'' فرمارہے ہیں لفظ ''اتنا'' تو نہیں فرمارہے ہیں اگر لفظ ''اتنا'' ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے علم کی برابر کردیا یہ محض جہالت نہیں تو اور کیا ہے اس سے بھی قطع نظر کریں تو لفظ ''ایسا'' تو کلمہ تشبیہ کا ہے''

(شہاب الثاقب صفحہ ۱۰۲)

بتایئے! ان دو متضاد باتوں کو کیا کہا جائے؟

محققین دیوبند کے مابین خانہ جنگی؟ یا گستاخیِ رسالت کی وجہ سے پڑنے والی افتاد؟

آپ ملاحظہ فرمایئے! مرتضیٰ حسن صاحب لفظ ''ایسا'' کے متعلق ''اس قدر'' اور ''اتنے'' کے معنیٰ مراد لے رہے ہیں اور ''ایسا'' کا معنیٰ ان کے نزدیک اگر تھانوی صاحب تشبیہ اور تمثیل کیلئے استعمال کرتے تو پھر واقعی یہ کفر تھا۔

لیکن حسین احمد مدنی صاحب کے نزدیک لفظ ''ایسا'' تشبیہ اور تمثیل کیلئے ہوتا ہے ان کے نزدیک تھانوی صاحب اگر لفظ ''ایسا'' کو ''اتنے'' کے معنی میں مراد لیتے تو یقیناً یہ تھانوی صاحب کا کفر ہوتا دونوں طرف سے انہوں نے اپنے حکیم الامت کو پھنسادیا ایک کہہ رہا ہے تھانوی صاحب لفظ ''ایسا'' ''اتنا'' کے معنی میں لیتے تو یہ کفر تھا لیکن تھانوی صاحب اس لفظ سے تشبیہ

مراد لے رہے ہیں تو یہ ہرگز کفر نہیں دوسرا فاضل یہ تحقیق پیش کررہا ہے کہ اگر اس لفظ سے تشبیہ مراد ہوتی تو جب کفر تھا لہٰذا اس لفظ سے ''اتنا'' مراد لینا ہرگز کفر نہیں۔

بہر حال ہر دو صورتوں میں تھانوی صاحب کافر ہی رہتے ہیں انہوں نے شاید یہ سوچ کر تھانوی صاحب کی وکالت کی ہوگی کہ ہم تھانوی صاحب کو اس گڑھے سے نکالنے میں کامیاب ہوجائیں گڑھے سے کیا نکالتے لفظ ''ایسا'' پر تحقیق کرکے انہیں کنویں میں پھینک دیا۔

معلوم نہیں عقل کا نام بھی سنا ہے یا نہیں؟ کوئی کچھ کہہ رہا ہے تو کوئی کچھ ہانک رہا ہے ابھی تک ان فاضلوں کو ''ایسا'' کا معنیٰ ہی معلوم نہ ہوسکا۔ پتہ نہیں انہیں اس پر بحث کیلئے کس نے آمادہ کیا ہوگا؟

یہ لوگ کچھ بھی کرلیں گستاخیٔ رسول کے داغ کو یہ تھانوی صاحب کے ماتھے سے مٹا نہیں سکتے۔ تھانوی صاحب نے گستاخیٔ رسالت کا جو طوق اپنے گلے میں ڈالا ہے یہ لوگ اس سے تھانوی صاحب کو خلاصی نہیں دلاسکتے تھانوی صاحب نے حضور سرور کونین ﷺ کے علوم مبارکہ کو جانوروں اور پاگلوں سے تشبیہ دے کر نہ صرف دنیا کے سامنے اپنا مکروہ عقیدہ ظاہر کیا بلکہ اپنے گستاخ اور بے ادب ہونے کی دستاویز بھی فراہم کی۔

علمائے دیوبند نے اپنے اکابرین کی کفریہ عبارات کی آج تک جو مختلف اقسام اور متضاد تاویلات کی ہیں وہ ایک دوسرے سے یکسر مختلف اور متصادم ہیں اگر ایک کو درست اور صحیح قرار دیا جائے تو دوسری تاویل کرنے والا کافر قرار پاتا ہے دوسری کو درست تسلیم کیا جائے تو تیسرا تاویل کرنے والا کافر قرار پاتا ہے نہ یہ تاویلوں سے باز آتے ہیں اور نہ ہی تھانوی صاحب کی اس عبارت پر لگنے والے کفر کے فتاووں سے تاحال یہ تھانوی صاحب کو بچانے میں کامیاب ہوسکے ہیں اور نہ کبھی کامیاب ہوسکیں گے اس لئے کہ:

وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

دیوبندی حضرات آج تک یہی کہتے آ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ہمارے تھانوی صاحب کی اس عبارت میں کوئی گستاخی اور رسول اللہ ﷺ کی بے ادبی نہیں بلکہ یہ مولانا احمد رضا خان صاحب کے قلم کی فنکاری ہے کہ انہوں نے تھانوی صاحب کی عبارت سے کچھ کا کچھ مفہوم اخذ کرلیا۔

ہم تھانوی صاحب کے انہی عقیدتمندوں سے اتنا ضرور پوچھتے ہیں کہ اگر تھانوی صاحب کی اسی عبارت کو تھانوی صاحب کے متعلق کوئی وفادار امتی اس طرح کہے کہ جس طرح تھانوی صاحب کا علم ہے ایسا علم تو کتوں، گدھوں، خنزیروں کو بھی حاصل ہے تو بتایئے آپ کے دل پر کیا گزرے گی......؟ تھانوی صاحب کی اس عبارت اور عقیدے کی وجہ سے آج بے شمار دلِ زخمی اور لاتعداد لوگوں کے ایمان مجروح ہیں آپ لوگوں کو اس کا احساس کیوں نہیں......؟

اگر آپ اس طرح بھی نہ سمجھے ہوں تو اس طرح تو ضرور سمجھ جائیں گے بتایئے اگر تھانوی صاحب کی یہی عبارت اس طرح ہوتی تو کیا اس میں قباحت تھی یا نہ؟

اللہ کی ذات مقدسہ پر معبودیت کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس معبودیت سے کیا مراد ہے بعض کا معبود ہونا یا پوری مخلوق کا معبود ہونا کہ ہر مخلوق جس کی عبادت کرتی ہو اللہ کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ ایسا معبود ہے کہ ساری مخلوق اس کی عبادت کرتی ہے تو یہ دلیل نقلی وعقلی کی روشنی میں باطل ہے اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ وہ ایسا معبود ہے کہ اس کی بعض مخلوق عبادت کرتی ہے اور بعض نہیں تو اس میں اللہ ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا معبود تو ہر بت، پتھر، درخت، بندر، سانپ گائے اور یہاں تک کے شیطان لعین بھی ہے''

جنھوں نے خدائے بزرگ وبرتر کو معبود برحق تسلیم کر کے اپنی جبینِ نیاز کو اس کی بارگاہ میں جھکا دیا ہے وہ ہرگز ہرگز کسی اور کو عبادت کے لائق نہیں سمجھتے اور جو حرماں نصیب اس کے علاوہ کسی اور کے سامنے اپنے سروں کو زمین پر رکھ رہے ہیں اور اپنے ماتھوں پر عبات کے نشان نہیں بلکہ ذلت و رسوائی کی مہریں ثبت کروا رہے ہیں وہ اسے معبود برحق ماننے کے واسطے تیار نہیں

اور یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ مخلوقات میں سے بعض نے اللہ جل شانہٗ کو اور بعض

نے اس کے علاوہ خود ساختہ معبودان باطل یعنی چاند، سورج، ستارے، سانپ، آگ، گائے، بندر، بتوں یہاں تک کہ شیطان لعین کو اپنی عجز وعبادت کے لائق جانا ہوا ہے۔

اب کوئی اس حقیقت کو سامنے رکھکر یہ نتیجہ نکالے کے اللہ تعالیٰ کی معبودیت کی خصوصی عظمت اور انفرادی شان کا اس لئے قائل ہونا کہ وہ ایسا معبود ہے کہ ساری مخلوق اس کی عبادت کرتی ہے تو یہ نظریہ عقل کے بھی خلاف اور حقیقت سے بھی یکسر متصادم ہے اس لئے کہ مخلوق میں بہت سے ایسے ہیں جو اسے معبود نہیں مانتے لہذا جب وہ مخلوق کے مابین متفقہ معبود نہیں تو اس کی معبودیت کو کوئی خصوصی عظمت اور انفرادی شان بھی حاصل نہیں اور رہی یہ بات کے مخلوقات میں سے بعض اسے اپنا معبود مانتی ہے اور بعض نہیں لیکن پھر بھی اس کی معبودیت کو ایک خصوصی عظمت اور منفرد شان حاصل ہے تو اس میں اللہ ہی کی کیا خصوصیت ایسا معبود تو سورج، چاند، ستارے، بت، آگ، سانپ، بندر حتیٰ کہ شیطان لعین بھی ہے کیونکہ بعض مخلوق انکی بھی عبادت کرتی ہے۔ لہذا جب معبودیت دونوں کی ایک تو خصوصیت وعمومیت بھی ایک ہونی چاہیئے۔

حقیقت کے نشانے پہ رکھکر اگر کوئی تیرہ بخت اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کی غرض سے عظمتِ الٰہی پر اس طرح حملہ آور ہو تو مجھے بتایئے کہ وہ کون سا مسلمان ہوگا کہ غیظ وغضب سے جس کی آنکھوں میں خون نہیں اترے گا اور وہ جوشِ انتقام میں میدان میں نہیں اُترے گا......؟

یقیناً ہر مسلمان نہ صرف غم وغصہ کا اظہار کرے گا بلکہ جوش انتقام میں وہ عملاً کاروائی بھی کرے گا کوئی لاکھ عقلی گھوڑے دوڑائے اور لاکھ تاویلیں کرے کہ ”میرا مقصد ومطلب یہ نہیں تھا یہ تھا“، لیکن اس کی یہ تاویلیں ہرگز کوئی اس لئے قابل التفا نہیں سمجھے گا کہ اس شقی نے حقیقت کی آڑ سے خدائے بزرگ و برتر کی معبودیت پر حملہ آور ہوکر بالواسطہ عظمت خدا کو مجروح کرنے کا ناپاک جرم کیا ہے اور اسی جرم کی پاداش میں نہ صرف یہ کہ ایسے شخص کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا جائے گا بلکہ اس کے ناپاک وجود سے اس زمین کو پاک کرنا ہر کوئی اپنے لئے

سعادت اُخروی سے کسی طرح کم نہیں سمجھے گا۔

کیونکہ اس طرح استدلال کرنا درحقیقت عظمت اُلوہیت کو مجروح کرنا ہی ہے اور ایسا کرنے والے کو ایمان واسلام کی مسند پر نہیں بٹھایا جاتا بلکہ کفر گمراہی کی خاک سیاہ کا پیوند بنادیا جاتا ہے اور اگر کوئی شقی القلب اسی استدلال اور اپنے باطل عقائدو فاسد نظریات کو بطور ہتھیار استعمال کرکے ناموس رسالت پر حملہ آور ہو اور دوسروں کو بھی حضرات اہل اللہ بالخصوص جناب نبی کریم علیہ ﷺ کی عظمتوں اور حرمتوں سے ٹکراجانے کیلئے تیار کرے اور اپنے اس ناپاک ومذموم فعل کو ایمان و توحید کا نام دے تو یہ حرمان نصیب بھی کیونکر مومن مسلمان رہ سکتا ہے......؟اس کے باوجود جو اس شخص کو آسمانِ علم وفضل کا درخشاں ستارہ سمجھے یقیناً یہ شخص بہت بڑی حماقت کررہا ہے۔ گلاب کا سہرا خزاں کے ماتھے پہ کوئی دیوانہ ہی ہوگا جو باندھے گا۔

حضور سید عالم ﷺ کیلئے کل علم غیب کا اثبات کرنا اس شخص کے نزدیک کسی طرح بھی درست نہیں اور آپ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ بعض باتوں کو جانتے تھے اور بعض کو نہیں اور اس کے تحت آپ کیلئے خصوصیت علم کی امتیازی شان ثابت کرنا اس ''شتر بے مہار'' کو یہ بھی قبول نہیں اس لئے کہ ایسا حال تو ہر ایک شخص بلکہ پاگلوں اور یہاں تک کہ جانوروں کا بھی ہے کیونکہ ان میں سے بھی ہر ایک بعض باتوں کا علم رکھتا ہے اور بعض کا نہیں لہذا حضور علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ و ذہن رکھنا کہ اگر چہ آپ بعض باتوں کو نہیں جانتے تھے لیکن اس کے باجود آپ کی خصوصیت علم ایک الگ امتیازی شان کی حامل ہے صحیح نہیں اس لئے کہ یہ حال تو اوروں کا بھی ہے لہذا انھیں بھی یہ خصوصیت حاصل ہونی چاہئیے

یہاں ہمیں یہ بتانے کی اب کوئی ضرورت نہیں رہی کہ اس شخص کی اس عبارت سے گستاخئ رسالت کا زہر ٹپک نہیں...... بلکہ بہہ رہا ہے۔

چاہئیے تو یہ تھا کہ یہ اپنے اس فاسد اعتقاد سے سچے دل سے تائب ہوتا۔اور اپنے کہے و کیئے پر اشک ندامت بہاتا لیکن یہ سعادت اس کے مقدر میں نہ تھی اسے قضا نے ایسا کرنے کی مہلت

نہ دی اور یہ اس دنیائے فانی سے اپنے ماتھے پر" گستاخِ رسول" ہونے کی مہر ثبت کرواکر عازمِ آخرت ہوا اس نے خود ہی اپنے اوپر بابِ توبہ کو بند کروایا لیکن اس کے متبعین کیلئے بابِ توبہ کھلا ہوا ہے یہ اپنے "امام" کے ان اعتقادات سے بغاوت کا اعلان کرکے اللہ جلّ شانہٗ کی رضا کا سامان کریں لیکن انھیں خدائے بزرگ وبرتر کی رضا سے زیادہ اپنے بانی مذہب کے چھوڑے ہوئے مذہب کی تبلیغ عزیز ہے اس کے "دم چھلوں" نے اپنی تبلیغ کی بنیاد ہی اس شخص کے گھڑے ہوئے اعتقادات ونظریات پر رکھی ہے تو اس ناقابل تردید حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی دیوانہ ہی ہوگا جو اس جماعت کی تبلیغ کو رضائے الٰہی کے حصول یا اسلام کی وسعت وعظمت پر محمول کرے اس جماعت کے لوگ اپنے بانی مذہب کی اس ایمان سوز عبارت کو بے غبار قرار دینے پر اپنے تمام وسائل وتوانائیاں محض اسی لئے خرچ کررہے ہیں تاکہ گمراہی کی پر ہول ظلمت میں انسیّت کا سامان ہو لیکن درحقیقت یہ لوگ اپنے ہی ہاتھوں اپنے لئے دہشت وحشت کے پہاڑ کھڑے کررہے ہیں اپنے ہی دانتوں سے اپنے لئے گڑھے نہیں بلکہ عمیق کنویں کھود رہے ہیں۔

بہرحال اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ جو علم غیب حضور پرنور کو حاصل تھا ایسا علم غیب تو جانوروں، پاگلوں اور بچوں کو بھی حاصل ہے تو یہاں ان لوگوں سے سوال کرنے والا سوال کرسکتا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کے علوم غیبیہ کا ذریعہ تو وحی الٰہی ہے تو ان جانوروں اور پاگلوں کو کون سے ذریعہ سے علم غیب حاصل ہوا؟

اگر تم یہ کہتے ہو کہ انہیں بھی وحی کے ذریعے یہ علم ملا تو جب بھی کافر قرار پاتے ہو اور اگر یہ کہتے ہو کہ انہیں وحی کے ذریعے نہ ملا تو اس صورت میں علم رسول کی طرح ان کا علم نہ ہوا اور تم نے ان جانوروں اور پاگلوں سے علوم رسالت کو تشبیہ دے کر بدترین گستاخی اور بے ادبی کا ارتکاب کیا ہے لہٰذا اس صورت میں بھی کفر کے طوق سے تمہیں خلاصی نصیب نہیں ہوسکتی۔

غرض یہ کہ یہ لوگ کچھ بھی کرلیں انہیں اس عبارت کو کفریہ اور تھانوی صاحب کو کافر تسلیم کیئے بغیر کوئی چارہ کار ہی نہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! ہمارا اپنے رسول علیہ السلام کے حق میں یہ عقیدہ ہے کہ رب کائنات نے اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جمیع مخلوقات اور کل کائنات کے ذرّے ذرّے کا علم عطا فرمایا ہے اگر کسی دیوبندی صاحب کو ہمارے پیش کردہ دلائل سے اتفاق نہیں تو یہ اس کی خفتہ بختی کے سوا کچھ بھی نہیں بہرحال اتمام حجت کیلئے ہم انہی کے مذہب اور دارالعلوم دیوبند کے بانی کی شہادت پیش کرتے ہیں۔

''علوم اوّلین مثلاً اور ہیں اور علوم آخرین اور لیکن وہ سب رسول اللہ ﷺ میں مجتمع ہیں''

(تحذیر الناس صفحہ ٦)

قاسم نانوتوی صاحب اپنے اسی رسالے کے اگلے صفحے پر لکھتے ہیں کہ:

''انبیاء اپنی امّت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہوجاتے بلکہ بڑھ جاتے ہیں''

(تحذیر الناس صفحہ ۷)

یہ اس شخص کی گمراہی اور زندیقی ہے جو انبیاء کو صرف علوم ہی کی حد تک امتیوں سے افضل اور ممتاز قرار دیا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہر ہر معاملہ میں امتیوں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ بہرحال ہماری بحث کا موضوع علومِ نبوت ہے تو ہم واپس اپنی بحث و موضوع پر آتے ہیں۔

نانوتوی صاحب کے اس عقیدے اور نظریئے کے تحت اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ حضرات انبیاء اپنے امتیوں سے صرف علم ہی کی وجہ سے امتیازی حیثیت کے حامل ہوتے ہیں تو پھر دیوبندی حضرات کو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضور سید عالم ﷺ بھی علم میں اپنے تمام امتیوں سے افضل اور آپ کا علم آپ کے تمام امتیوں سے زیادہ ہے آپ کے کسی امتی کا علم آپ کے برابر نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ اسے زیادہ تسلیم کیا جائے۔

اگر یہ کہا جائے کہ آپ کے علم سے فلاں کا علم زیادہ ہے تو پھر یہ لازم آئے گا کہ آپ کو علوم میں بھی کوئی امتیازی حیثیت حاصل نہیں اور یہ دیوبندی مذہب کے بھی خلاف ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ کی امت میں کون کون داخل ہے مسلم شریف کی حدیث میں ہے

اُرۡسِلۡتُ اِلَی الۡخَلۡقِ کَافَّۃً

''میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں''

معلوم ہوا تمام مخلوقات آپ کی امت میں داخل اور آپ تمام مخلوقات کیلئے رسول بن کر تشریف لائے۔

انہی مخلوقات میں اور آپ کی امت میں لوح و قلم بھی داخل ہیں اور لوحِ محفوظ کے متعلق قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَ کُلُّ شَیۡءٍ اَحۡصَیۡنٰہُ فِیۡ اِمَامٍ مُّبِیۡنٍ

''اور ہم نے ہر شئے کو لوحِ محفوظ میں محفوظ کر رکھا ہے''

(سورہ یٰسں ۱۲)

دوسرے مقام پر ارشاد ہوا۔

وَلَاۤ اَصۡغَرَ مِنۡ ذٰلِکَ وَلَاۤ اَکۡبَرَ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ○

''اور ذرّہ سے چھوٹی اور بڑی کوئی ایسی چیز نہیں جو لوحِ محفوظ میں نہ ہو''

(سورہ یونس آیت ۶۱)

غرض یہ کہ لوح محفوظ کو اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر شئے اور ہر ذرّے کا علم مرحمت فرمایا۔ اب واپس اصل موضوع پر آیئے حدیث شریف کی وضاحت کے بعد یہ بات عیاں ہوگئی کہ آپ کی نبوت و رسالت لوحِ محفوظ کا بھی احاطہ کیئے ہوئے ہے اور لوحِ محفوظ بھی آپ کی امّت میں داخل اگر لوحِ محفوظ کے پاس کائنات کی کل اشیاء کا علم موجود ہے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ کا علم لوح محفوظ سے زیادہ ہے اور آپ کو بھی کل اشیاء کا علم حاصل ہے اور اس کے ساتھ آپ ان علوم سے بھی متصف ہیں کہ جو علوم لوح محفوظ میں نہیں اور ان علوم کا تعلق ذات و صفاتِ خداوندی سے ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ آپ کے پاس غیب کا علم نہیں تھا حالانکہ لوحِ محفوظ میں قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں کل شئے کا علم محفوظ ہے چاہے اس شئے کا تعلق سابقہ زمانے سے ہو خواہ

موجودہ خواہ آئندہ غرض یہ کہ ہر زمانے سے متعلق اشیاء کے حالات واقعات کا علم لوحِ محفوظ میں ہے تو اس صورت میں آپ کی علمی خصوصیت ثابت نہیں ہوئی جو کہ خود دیوبندی مذہب کے عقائد ونظریات کے بھی منافی ہے۔

لامحالہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اگر آپ صرف علوم ہی میں اپنی امت سے ممتاز ہیں تو پھر آپ کو لوح محفوظ سے زیادہ علوم عطا فرمائے گئے ہیں ورنہ بصورت دیگر آپ کی امتیازی حیثیت ثابت نہیں ہوسکتی لیکن کیا کیا جائے انہیں یہ بھی تسلیم نہیں اور صاف صاف کہہ دیا کہ

''ایک خاص علم کی وسعت آپ کو نہیں دی گئی اور ابلیس لعین کو دی گئی ہے''

(شہاب الثاقب صفحہ ۹۲)

خلیل انبیٹھوی صاحب لکھتے ہیں:

''ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کی برابر ہو چہ جائیکہ زیادہ''

(براہین قاطعہ' شہاب ثاقب صفحہ ۹۲)

ملاحظہ فرمایئے! نانوتوی صاحب کہہ رہے ہیں کہ حضور علیہ السلام صرف علم میں اپنی تمام امت سے افضل ہیں عمل میں نہیں۔

اور یہ دونوں ''شتران بے مہار'' علم میں بھی افضل تسلیم کرنے کے واسطے تیار نہیں گویا اس مذہب میں ''رسول'' نہ عمل میں اور نہ ہی علم میں اپنی امت سے افضل ہوسکتا ہے معلوم نہیں پھر اسے ایسی امت کیلئے کیوں مبعوث کر کے بھیجا جاتا ہے کہ جس میں علم وعمل کے میدان میں اس کے ہی امتی اس ''رسول'' سے بہت آگے ہوں؟ حالانکہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو مخلوق کی طرف بھیجنے کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنی امت کے لوگوں کو علم ومعرفت کے زیور سے بھی آراستہ کریں حیرت ہے! کہ جہاں پہلے ہی سے علم وعمل سے آراستہ و پیراستہ افراد موجود ہوں تو وہ اپنی طرف مبعوث ہونے والے ''رسول'' سے کیا استفادہ کریں گے اور وہ رسول انہیں کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے؟ تو ان معنوں کر اس ''رسول'' کا ان کی طرف مبعوث ہونا کسی فائدہ اور

نفع کا ذریعہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ نعوذ بااللہ من جھالتھم

بہر حال اگر ان دونوں کے مؤقف اور نظریۂ کو درست تسلیم کیا جائے تو نانوتوی صاحب نہیں بچتے نانوتوی صاحب کا نظریہ اور عقیدہ باطل قرار پاتا ہے اور اگر نانوتوی صاحب کو راہِ صواب پر تسلیم کیا جائے تو یہ دونوں فاضلانِ دیوبند کا فروزندیق ٹھہرتے ہیں اس لئے کہ یہ دونوں شیطان ملعون کا علم حضور سید الانبیاء سے زیادہ مان کر بدترین گستاخی کے مرتکب ہوئے ہیں جو کہ یقیناً کفر ہے۔

عقیدۂ علم غیب کے متعلق انبیٹھوی صاحب کا ایک اور ایمان سوز اور کفر افروز عقیدہ ملاحظہ فرمایئے۔

''الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلادلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو ردّ کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے''

(براہین قاطعہ صفحہ ۵۵)

یہ ہے وہ ایمان سوز عقیدہ کہ جس کی وجہ سے علمائے حرمین نے خلیل انبیٹھوی کو کافر و مرتد قرار دیا اور لطف کی بات یہ ہے کہ خود اس نے بھی اپنے آپ کو اسی عقیدے کی وجہ سے کافر و ملعون قرار دیا ملاحظہ فرمایئے اسی کا اپنا فتویٰ۔

''جو شخص اس کا قائل ہو کہ فلاں کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے وہ کافر ہے''

(المہند صفحہ ۶۰)

دوسرے مقام پر یوں اپنا منہ کالا کرتا ہے کہ:

''نبی کریم علیہ السلام کا علم حکم و اسرار وغیرہ کے متعلق مطلقاً تمامی مخلوقات سے زیادہ ہے اور ہمارا یہ یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی کریم علیہ السلام سے اعلم ہے وہ کافر ہے''

(المہند صفحہ ۵۷)

آپ خود ملاحظہ فرمائیں کہ ایک طرف تو شیطان و ملک الموت کو آپ سے زیادہ علم والا

مان رہا ہے اور حضور علیہ السلام کو ان سے علم میں زیادہ تسلیم کرنے پر کفر و شرک کا فتویٰ دے رہا ہے اور دوسری طرف اپنے ہی اوپر کفر و ارتداد کا فتویٰ لگا رہا ہے۔

بہر حال ہم یہاں انبیٹھوی صاحب کی اس عبارت پر چند باتیں کریں گے پہلی بات تو یہ کہ انبیٹھوی صاحب کے نزدیک شیطان و ملک الموت کو تمام روئے زمین کا علم حاصل ہے مگر حضور سید کائنات علیہ وسلم کو ہرگز حاصل نہیں۔

دوسری بات یہ کہ شیطان اور ملک الموت کی اس وسعت علم پر نص یعنی قرآن و حدیث سے دلیل موجود ہے لیکن حضور علیہ السلام کے علم پر کوئی دلیل نہیں۔

ہم انبیٹھوی صاحب سے اتنا مطالبہ ضرور کریں گے کہ ہمیں یہ بتائیں کہ شیطان کیلئے علم وسعت زمین کونسی آیت یا کونسی حدیث سے ثابت ہے یا کون سی نص کی صراحت وارد ہے؟ یہ کیا اس کے سارے گرو اور سارے چیلے بھی اکٹھے ہو جائیں تو ایک ایسی نص بھی نہیں دکھا سکتے کہ جس میں شیطان کیلئے وسعت زمین کا علم صراحتہً ثابت ہو۔

اور جہاں تک حضور سرور کائنات علیہ وسلم کیلئے وسعت علم کا تعلق ہے کہ اس پر کونسی نصوص وارد ہیں تو الحمدللہ بے شمار آیات اور ہزارہا صحیح احادیث اس پر وارد ہیں لیجئے ان میں سے صرف ایک ہی ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللهَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْهَا وَاِلٰی مَاهُوَ کَائِنٌ فِیْهَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ هٰذِهٖ

''حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کے پردے اٹھا دیئے ہیں میں اسے دیکھ رہا ہوں اور جو کچھ قیامت تک اس میں ہونے والا ہے اسے بھی (ایسے ہی دیکھ) رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں''

(طبرانی، دارمی، بیہقی)

اب بتایئے! آپ کو تو ایک بھی نص نظر نہ آئی ہم نے فوراً ایک حدیث پیش کردی اور شروع میں ہم نے متعدد آیات و احادیث اور بھی پیش کیں ہیں اگر ماتھے کی آنکھیں سلامت

ہیں تو انہیں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے بہرحال ہم نے تو سرکار رسالت مآب ﷺ کے لئے وسعت علم پر حدیث سردست ہی پیش کردی ہے اب آپ اس آیت اور اس حدیث کی نشاندہی فرمائیں کہ جس میں حضور سید کائنات ﷺ کیلئے وسعت زمین کے علم پر نفی وارد ہوئی ہو؟ آپ ایک ہی حدیث دکھادیں کہ جس میں یہ آیا ہو کہ حضور ﷺ کو وسعت زمین کا علم نہیں دیا گیا؟ اس کے جواب میں یہ کہنا کہ آپ کو اپنے ستر صحابہ کا شہادت کا غم اور دکھ اور حضرت عائشہ صدیقہ پر لگنے والی تہمت پر آپ کا غمگین اور پریشان ہونا اس وجہ سے تھا کہ آپ پر حقیقت منکشف نہ ہوئی تھی اگر آپ غیب جانتے ہوتے تو پریشان کیوں ہوتے لہٰذا آپ کے پاس غیب کا علم نہیں تھا جبھی تو آپ غمگین اور پریشان ہوئے اس طرح کے ذہنی اختراعات اور مفروضات علم غیب کی نفی کیلئے دلیل نہیں بن سکتے اور نہ ہی علم و دلائل کے میدان میں ان دلیلوں کی کوئی حیثیت ہے۔

تیسری بات یہ کہ انبیٹھوی صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت علم نص سے یعنی قرآن و حدیث سے ثابت ہے اس جاہل کو کون سمجھائے کہ قرآن و احادیث کی نصوص کا انکار کرنا کفر ہے اگر حضور سید عالم ﷺ کیلئے وسعت علم زمین کا ماننا شرک اور نصوص یعنی قرآن احادیث کے خلاف ہے تو پھر جو شیطان کے لئے اس وسعت علم کا انکار کرے گا گویا وہ قرآن و احادیث میں وارد نصوص کا منکر ہوگا اور قرآن و حدیث کا انکار کفر لہٰذا شیطان کے علم غیب کا انکار کرنا کفر اور جو انکار کرے گا وہ کافر ہوجائیگا۔

قارئین کرام! غور فرمایئے اہلسنّت کے ساتھ دیوبندی حضرات کا اختلاف اور تصادم غیر خدا کیلئے علم غیب کے اثبات پر نہیں بلکہ عوام اہلسنّت کے ساتھ ان لوگوں کا سارا جھگڑا ہی اسی بات پر ہے کہ ہم جناب نبی کریم ﷺ کے حق میں علم غیب کا اثبات کیوں روا رکھتے ہیں؟ ورنہ اگر غیر اللہ کیلئے علم غیب کا اثبات واقعی شرک ہوتا تو پھر ان لوگوں نے شیطان کیلئے اس کا اثبات کیوں کیا......؟ انہیں ساری اذیت اور تکلیف ہی اس بات سے ہے کہ ہم اہلسنّت سرکار دو عالم ﷺ کی عظمت و شان کے بیان میں رات دن کیوں لگے رہتے ہیں؟ ان کے پدر بزرگوار

شیطان کی تعریف اور عظمت میں دو لفظ منہ سے نکالنا کیوں گوارا نہیں کرتے؟

مقام شکر ہے کہ ہم اہلسنّت حضور ﷺ کے علم غیب کی نفی کرنے والوں کو اہل ایمان میں داخل نہیں مانتے اور ان کی یہ حرماں نصیبی ہے کہ ان کے مذہب میں ابلیس ملعون کا علم غیب نہ ماننا نصوص کا انکار کرنا ہے اور کفر ہے اس موقع پر یہی کہنا مناسب ہے کہ:

كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ اِلٰى اَصْلِهٖ "ہر شئے اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے"

یہ حقیقت ہے کہ اپنا اپنے کی طرف ہی جھکتا ہے ہم اللہ کے رسول علیہ السلام کو اپنا سمجھتے ہیں جبھی تو ان کی عظمت و شان اور ناموس کے دفاع میں سینہ تان کر کھڑے ہیں اور دلائل کی تلوار سے اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت وعزت کی طرف بڑھنے والے ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کر انہی حملہ آوروں کے گلے کا ہار بنا رہے ہیں اور یہ شیطان کو اپنا سمجھ کر اس کی عظمت و شان کو ثابت کرنے پر کمر بستہ اور نہ ثابت کرنے کی صورت میں عوام اہلسنّت کو کاٹ کھانے دوڑ پڑتے ہیں خیر ہم کیا کر سکتے ہیں کاتب تقدیر نے ہمارے نصیب میں حضور سید الانبیاء ﷺ کی عظمت و شان کا بیان کرنا لکھ دیا ہے اور ان کے مقدر میں شیطان کی عظمت و شان کو ثابت کرنے کی سعی لاحاصل لکھ دی ہے ہم اپنے نصیب اور تقدیر پر خوش ہیں اب ان سے کوئی پوچھے کہ ان کا کیا حال ہے......؟

چوتھی بات یہ کہ انبیٹھوی صاحب نے شیطان و ملک الموت کیلئے وسعتِ زمین کا علم عین توحید وایمان قرار دیا اور اسی وسعت علم کو حضور سید المرسلین ﷺ کے حق میں روا رکھنے کو شرک ٹھہرایا۔

لیکن انبیٹھوی صاحب سے یہ سوال ہوسکتا ہے کہ شرک کیا ہے......؟

یہی نا! کہ اللہ تعالیٰ کی خصوصیات کو غیر خدا کیلئے روا رکھنا اور غیر اللہ میں ثابت کرنا یہی تو شرک ہے خواہ ان خصوصیاتِ خداوندی کو کسی کیلئے بھی روا رکھا جائے اس میں نبی، ولی، فرشتہ، عام انسان یا شیطان کی قید نہیں کسی کیلئے بھی خاصہ خدا کو جائز مانا تو شرک لازم آئے گا۔

لیکن ادھر جاہلوں کے اس پدر بزرگوار کی عجیب منطق ملاحظہ فرمایئے کہ شیطان و ملک الموت کیلئے وسعت زمین کے علم کا اثبات شرک نہیں مگر سید کائنات ﷺ کیلئے ثابت کرنا شرک

ہے حالانکہ شرک تو شرک ہی ہے خواہ نبی کو خدا کا شریک مانا جائے یا ولی کو یا عام انسان کو یا شیطان کو ہر صورت میں شرک، شرک ہی رہے گا یہ ہرگز صحیح نہیں ہوسکتا کہ شیطان اور ملک الموت میں خدا کی صفات کا اقرار کرنا تو ایمان ہو اور صرف رسولِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے ان صفات کو تسلیم کرنا شرک ہوجائے حالانکہ صفت ایک اور غیر خدا ہونے میں سب برابر ہیں لیکن اس شخص کی جہالت بھی عجیب ہے کہ جس صفت خداوندی کو اس نے نبی کریم ﷺ کیلئے ایمان و توحید قرار دیا تو اسی صفت کو دوسرے غیر خدا کیلئے ثابت کرنا کفر و شرک قرار دیا تو اسی صفت کو دیگر مخلوق کے لئے ایمان و توحید بناڈالا۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے

اور پھر اس کی وجہ یہ بتائی کہ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت علم قرآن و حدیث یعنی نص سے ثابت ہے تو اس طرح ان کیلئے یہ صفتِ خداوندی تسلیم کرنا ایمان ہوجاتا ہے اور حضور علیہ السلام کیلئے وسعت علم نص سے ثابت نہیں لہٰذا اب کوئی مانے گا تو مشرک ہوجائیگا۔

مطلب یہ ہوا کہ اگر شیطان و ملک الموت کیلئے وسعت علم اگر نص سے ثابت نہ ہوتی تو ان کیلئے بھی اس کا اثبات ماننا شرک ہوتا لیکن چونکہ ان کیلئے نص موجود ہے تو یہ شرک نہیں اس جاہل و گمراہ کے اس نظریئے و عقیدے سے یہی واضح ہوا کہ شیطان اور ملک الموت کو خدا کا شریک ٹھہرانے کا اور اس کے ساتھ شرک کرنے کا اجازت نامہ ہمیں خود اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام نے پکڑا دیا ہے۔ نعوذ باللہ من جھالتھم

اور مزید برآں یہ کہ شیطان و ملک الموت کیلئے یہ وسعت علم نص قطعی سے ثابت ہے اور حضور علیہ السلام کیلئے کوئی قطعی نص نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک ہی صفت ایک جگہ غیر اللہ میں نہ ماننا کفر و شرک اور اسی صفت کو دوسری طرف غیر خدا کیلئے تسلیم کرنا کفر و شرک۔

جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ دیوبندی مذہب میں کفر و شرک کی یہ ساری بحثیں اور توحید کے نام پر ان لوگوں کی طرف سے برپا کیا جانے والا حضرات اہلسنت کے ساتھ یہ سارا جھگڑا

محض حضرات انبیاء بالخصوص حضور سید عالم ﷺ کی عظمت و تقدس کو لوگوں کے دلوں سے ختم کرنے کیلئے ہے لوگوں کی آنکھوں میں دُھول جھونک کر ان لوگوں نے جس مخمصے کو توحید و شرک کے مابین معرکہ قرار دیا ہے درحقیقت یہ وہ جنگِ زرگری ہے جسے ان لوگوں نے زرِ مغربی کے عوض حضرات اہلسنت کے ساتھ تقریباً دوسو سال سے چھیڑ رکھی ہے اور جہاں تک عقیدۂ توحید کی حفاظت کا دعوٰی اور ان لوگوں کا تعلق ہے تو اگر یہ لوگ واقعی توحید کے سچے علمبردار ہوتے تو صفت خداوندی کا اثبات جیسے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کیلئے ان لوگوں نے کفر وشرک قرار دیا ویسے ہی شیطان کیلئے بھی اس کا اثبات کفر وشرک ہی تسلیم کرتے لیکن ان کے یہاں ایسا نہیں جس کا واضح اور صریح مطلب یہ ہوا کہ دیوبندی مذہب میں کفر و شرک کا دارو مدار صفات خداوندی کو ہر غیر اللہ کیلئے تسلیم کرنے پر ہرگز نہیں بلکہ فقط ان صفات کو حضرات انبیاء بالخصوص حضور سید المرسلین ﷺ کے حق میں جائز رکھنا ہی شرک ہے۔

ایک طرف تو خود اس مذہب کا مطاعِ کل، قطب وقت رشید احمد گنگوہی علم غیب کو صفتِ خداوندی اور خاصۂ خدا قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

''علم غیب خاصۂ حق جل شانہ ہے''

(فتاوٰی رشیدیہ جلد اوّل)

''اثبات علم غیب غیر حق تعالٰی کو شرکِ صریح ہے''

(فتاوٰی رشیدیہ جلد ۳)

بتایئے! یہاں تو پیر صاحب علم غیب کو غیر اللہ کیلئے تسلیم کرنا شرک بتا رہے ہیں اور اسے خاصۂ خدا کہہ رہے ہیں اور دوسری طرف انہی کا چہیتا مرید اور بے لگام خلیفہ اسی خاصۂ خدا کو شیطان ملعون میں ثابت کرنے کو عین ایمان قرار دے رہا ہے پیر صاحب کے فتوے اور عقیدے کی رُو سے اگر دیکھا جائے تو مرید کافر، ملعون اور مشرک ٹھہرتا ہے کہ خاصۂ خدا کو شیطان میں تسلیم کر دکھایا۔

اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ یہی براہین قاطعہ انبیٹھوی صاحب نے گنگوہی کے حکم اور

ایما پر لکھی اور گنگوہی صاحب نے اوّل تا آخر پڑھ کر اس کی تصدیق اور تائید کی اور اس کتاب پر یہ تقریظ ثبت کی۔

''اما بعد! احقر الناس خادم الطلبہ بندہ رشید احمد گنگوہی نے اس کتاب مستطاب براہین قاطعہ کو اوّل سے آخر تک بغور دیکھا۔ الحق کہ بندہ کے نزدیک یہ ردّ اور جواب کافی اور الزام و حجت وافی ہے اور فی الواقع یہ براہین قاطعہ اپنے مصنف کی وسعت نور علم دینیہ فسحت ذکاء و فہم و حسن تقریر و بہاء تحریر پر دلیل واضح اور اقوال مخالف کے باحسن البیان فاضح ہے''

مصنف براہین قاطعہ کی وسعت نور علم اور فہم و ذکاء کا حال تو قارئین کرام آپ ملاحظہ فرما ہی رہے ہوں گے کہ ابو جہل کی جہالت بھی مصنف کی جہالت اور رسولِ کائنات علیہ السلام کی عداوت کے سامنے انگشت بدندان ہوئی حالت استعجاب میں گم ہوگی لیکن یہاں غور کرنے کا مقام یہ ہے کہ گنگوہی صاحب نے اوّل تا آخر انبیٹھوی صاحب کی کتاب براہین قاطعہ کو سرسری نہیں بلکہ بغور دیکھا اور پڑھا اب یہ تو کہا نہیں جاسکتا کہ گنگوہی صاحب کو اس کتاب میں شیطان کیلئے علم غیب کا اثبات نظر نہ آیا ہوگا اور بڑے میاں کی آنکھوں نے کام نہ کیا ہوگا۔ فقط اگر ایک جگہ پر شیطان کیلئے علم غیب کا یہ اثبات ہوتا تو چلو یہ عذر مانا جاسکتا تھا کہ بڑے میاں آنکھوں پر لگے ہوئے تعصب کے چشمے نے ان کو اس عبارت کو دیکھنے سے باز رکھا ہوگا اور یہ دیکھ نہ سکے ہوں گے لیکن یہاں تو اس عذر کو قبول کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے کیونکہ انبیٹھوی صاحب نے متعدد مقامات پر یہی بکا کہ علم غیب شیطان کو حاصل ہے اور حضور سید عالم ﷺ کو وسعت علم زمین حاصل نہیں۔

اب گنگوہی صاحب سے ہمارا پوچھنا یہ ہے کہ اگر آپ کے اس فتوے کو درست تسلیم کرلیں کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے تو پھر انبیٹھوی صاحب نے اس خاصۂ خدا کو شیطان میں ثابت کر دکھایا اور اس طرح وہ مشرک اور کافر ہوجاتے ہیں لیکن آپ کی آنکھوں اور عقل پر کس نے پردے ڈال دیئے تھے کہ آپ نے ان تمام شرکیہ عبارات کو عین ایمان اور مصنف کی نور

بصیرت وفہم پر محمول کر کے اس کتاب کو صحیح اور درست قرار دے دیا؟

خود اپنا کفر وشرک کا فتویٰ اپنے اوپر ہی الٹ دیا اگر انبیٹھوی صاحب خاصۂ خدا کو شیطان میں تسلیم کر کے کافر ومشرک ٹھہرے تو بچے آپ بھی نہیں اور انبیٹھوی صاحب کے کفر وشرک سے بھری اس کتاب کی تائید وتصدیق کر کے آپ نے اپنے گلے کا ہار سمجھ کر شرک کے اس طوق میں خود ہی اپنا آپ جکڑا۔

انبیٹھوی صاحب اپنی اسی کتابِ ناپاک میں دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:

''ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعتِ علم دی اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا اب اس پر کسی افضل کو قیاس کر کے اس میں بھی مثل یا زائد اس مفضول سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی فہم کا کام نہیں''

(براہین قاطعہ صفحہ ۵۵)

بتائیے! ایک صاحب ایمان کی آنکھوں میں خون اتر آنے کی بات ہے یا نہیں؟ کہ اس بے دین نے شیطان کے علم سے حضور سرور کائنات کے علم کو زائد تسلیم کرنے کو عقل وشعور سے عاری اور جاہل لوگوں کا کام بتایا گویا اس تیرہ دل کے نزدیک معلّم کائنات سید الکل علیہ ﷺ کے علم سے شیطان لعین کے علم کو زائد ثابت کرنا اور تسلیم کرنا ہی عقلمندوں کا کام ہے۔

خرد کا نام جنون رکھ دیا جنون کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

اگلے صفحے پر یہی انبیٹھوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''ان اولیاء کو حق تعالیٰ نے کشف کر دیا کہ ان کو یہ حضورِ علم حاصل ہوگا اگر اپنے فخر عالم علیہ السلام کو بھی لاکھ گونہ اس سے زیادہ عطا فرماوے ممکن ہے مگر ثبوت فعلی اس کا کہ عطا کیا ہے کس نص سے ہے کہ اس پر عقیدہ کیا جائے''

(براہین قاطعہ صفحہ ۵۶)

ایک طرف تو یہ ہانک رہا ہے کہ وسعت زمین کا علم حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے ثابت

کرنے والا ایسا مشرک ہے کہ ایمان کا حصہ اس کے اندر ہے ہی نہیں اور اب یہ گل کھلا رہا ہے کہ وسعت زمین کا علم اولیاء سے اگر لاکھ گنا زیادہ بھی حضور سید عالم ﷺ کو اللہ عطا فرمادے تو ممکن ہے مطلب یہ ہوا کہ یہ ممکن ہے کہ خدا کسی کو اپنا شریک ٹھہرالے یعنی اپنی صفاتِ خاصہ میں سے کوئی صفت مخلوق میں وہ پیدا کرسکتا ہے یہ ممکن ہے۔ **نعوذ باللہ**

اس شخص کی آنکھوں پر، دل پر، اور عقل پر اللہ تعالیٰ کی مُہر کا اثر تو ملاحظہ فرمائیں کہ وسعت زمین کا علم شیطان و ملک الموت کیلئے مان لیا اور اس پر طرفہ تماشہ یہ کہ قرآن و حدیث سے نصوص بھی گھڑلیں اسی طرح حضرات اولیاء اللہ کیلئے ازراہ کشف مان لیا لیکن جنابِ رسول اللہ ﷺ کیلئے ماننا شرک ہی ٹھہرایا۔

گویا ان سب کو اللہ تعالیٰ نے برضا و رغبت اپنا شریک ٹھہرانا روا رکھا اگر اللہ کو دشمنی تھی تو صرف اپنے محبوب اور رسولِ اعظم ﷺ کے ساتھ تھی۔ **معاذ اللہ**

برین عقل و دانش بباید گریست

انبیٹھوی صاحب کی اس جہالت پر میں حیران ہوں کہ جب مذہب دیوبند کے ایک فاضل محدث اور فاضل محقق کی جہالت کا یہ حال ہے تو پھر اس مذہب کے فی الواقع جاہلوں اور ان پڑھ لوگوں سے خدا ہی اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اسے منظور ہے بڑھانا تیرا

اب ذرا توحید کے ان ٹھیکیداروں کا یہ روپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

''ایک دفعہ مولوی محی الدین صاحب فرماتے تھے کہ چونکہ حضرت حاجی صاحب (امداد اللہ صاحب) عرصۂ دراز بوجہ ضعفِ بدن حج کرنے سے معذور تھے ہم نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ آج خاص یومِ عرفات (یعنی یوم حج) ہے دیکھنا چاہئے کہ حضرت کہاں ہیں؟ انہوں نے مراقب ہوکر دیکھا کہ حضرت جبل عرفات کے نیچے تشریف رکھتے ہیں۔

ہم لوگوں نے بعد عرض کیا کہ آپ یومِ عرفات میں کہاں تھے حضرت نے فرمایا کہیں بھی نہیں مکان پر تھا ہم لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت. آپ تو فلاں جگہ تشریف رکھتے تھے حضرت نے فرمایا! یا اللہ! لوگ کہیں بھی چھپا نہیں رہنے دیتے''

(کرامات امدادیہ صفحہ ۲۰)

یہ تو شکر ہے کہ حاجی صاحب مرید صاحب کو جبل عرفات کے نیچے مل گئے اور اگر بالفرض وہاں نہ بھی ملتے تو اس میں بھی مرید کیلئے کوئی پریشانی اور تکلیف کا پہلو تھا ہی نہیں اس لئے کہ زمین کی وسعت اور ناپید حدود مرید کے علم و تصرف کے سامنے مثل کفِ دست تھی اگر حاجی صاحب زمین کے کسی کونے میں بھی ہوتے تو مرید صاحب آن کی آن میں بلند و بالا پہاڑوں' وسیع و عریض چٹیل میدانوں' گھنے جنگلات اور دشت و صحرا کی خاک چھان کر حاجی صاحب کو پلک جھپکنے سے پہلے ہی ڈھونڈ نکالنے کی مکمل صلاحیت رکھتے تھے۔

آپ غور فرمایئے! تھانوی صاحب' گنگوہی صاحب' اور نانوتوی صاحب کے پیر نہیں بلکہ پیر کے مرید کا یہ مقام ہے کہ اس کے علم و ادراک کے سامنے زمین کی وسعت مثلِ کفِ دست ہے حاجی صاحب کے مرید صرف اتنا ہی نہیں جانتے کہ زمین کا کونسا حصہ کہاں ہے بلکہ اس چیز سے بھی مکمل آگاہ ہیں کہ کون کس وقت زمین کے کس حصے پر ہے حتیٰ کہ یہ بھی جانتے ہیں کہ پہاڑ کے اوپر کون جلوہ افروز اور پہاڑ کے نیچے کون موجود ہے۔

ان لوگوں نے اپنے پیر صاحب کی عظمت کو لوگوں کے دلوں میں بٹھانے کیلئے ان کے مرید کیلئے وسعت زمین کا علم ثابت کر دکھایا لیکن جب بات حضور سرور کائنات امام الانبیاء ﷺ کی عظمت کی آئی تو ہم سے یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ:

''فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے''

(براہین قاطعہ صفحہ ۵۵)

رسولِ کائنات فخر موجودات ﷺ کے حق میں وسعت زمین کے علم کا محض اقرار اگر شرک ہے

تو کوئی ان سے پوچھے کہ فاضلانِ دیوبند حاجی صاحب کے مرید کیلئے اس وسعت علم کا نہ صرف اقرار بلکہ ثابت کرنے کے باوجود مفتیانِ دیوبند کے نزدیک تا حال پکے سچے مومن کیوں ہیں؟

حاجی صاحب امداد اللہ مہاجر مکی کے علم غیب پر ایک اور واقعہ جسے دیوبندی حضرات کے حکیم الامت اشرفعلی تھانوی صاحب نے اپنی کتاب ''امداد المشتاق'' میں نقل کیا ہے ملاحظہ فرمایئے۔

''(منشی محمد عمر صاحب روایت کرتے ہیں کہ) فرمایا کہ ایک دن میں حضرت حاجی صاحب کے درِ دولت پر حاضر ہوا معلوم ہوا کہ اس وقت حضور بالا خانہ پر تشریف فرماہیں اور لیٹے ہوئے ہیں میں نے ادب کی وجہ سے اس وقت اطلاع کرانا مناسب نہ جانا اور اسی جگہ بیٹھا رہا اتنے میں چار آدمی اور آ گئے حضرت کے متعلق مجھ سے دریافت کیا میں نے جو صورت تھی بتادی۔ ان لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ آؤ حضرت حاجی صاحب کی طرف مراقبہ کرکے بیٹھیں ان کو اطلاع ہوجائیگی تو خود ہی تشریف لاوینگے وہ لوگ مراقب ہوکر بیٹھے دیکھتا کیا ہوں کہ حضرت بالا خانہ سے تشریف لارہے ہیں جب آ کر بیٹھ گئے تو میں نے عرض کیا کہ حضور کو اس وقت بڑی تکلیف ہوئی حضرت نے فرمایا کہ اس وقت مجھے تکان زیادہ تھا اس وجہ سے ذرا لیٹ گیا تھا مگر لوگوں نے نہ لیٹنے دیا''

(امداد المشتاق صفحہ ۱۷۷)

''لوگوں نے نہ لیٹنے دیا'' یہ جملہ صاف صاف بتارہا ہے کہ حاجی صاحب اتفاقیہ وہاں نہ آدھمکے بلکہ فقط ان لوگوں کے تصور اور توجہ کی وجہ سے وہاں چلے آئے اس واقعہ سے پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ حاجی صاحب لوگوں کے احوال سے بے خبر نہ تھے اگر آپ لوگوں کے احوال سے بے خبر ہوتے اور لاعلم ہوتے تو جب ان لوگوں نے مراقب ہوکر آپ کی صورت کا تصور باندھا اور آپ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تو حاجی صاحب کو کیسے علم ہوگیا کہ کچھ لوگ اس وقت سر جھکائے مراقب ہوئے بیٹھے ہیں اور مقصد مجھ سے ملاقات کا ہے۔ لہٰذا ان کو شرف زیارت عطا کرنا چاہئے اور چل کر ان سے ملاقات کرنی چاہئے؟

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ تھانوی صاحب اس واقعے کے تحت لوگوں کو یہ باور کرانے

کی کوشش کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے پیر صاحب محض لوگوں کے جسمانی احوال ہی پر مطلع اور باخبر نہ تھے بلکہ آپ دلوں میں آنے والے خیالات سے بھی مکمل آگاہ تھے ظاہر ہے کہ جب ان لوگوں نے ملاقات کی غرض سے مراقبہ کیا تو حضرت حاجی صاحب کو فوراً خبر ہوگئی کہ ان کی خواہش یہ ہے کہ یہ مجھ سے ملاقات کریں تو حضرت نے ان سے ملاقات فرما کر ان کی خواہش کو پورا فرمایا اور خواہش کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور آپ نے ان لوگوں کی اسی دلی خواہش کو پورا فرما کر ان کے دلوں میں آنے والے ملاقات کے خیال پر آگاہ اور باخبر ہونے کا ثبوت فراہم کیا اور تھانوی صاحب نے اس واقعہ کو قلم و قرطاس کے حوالے کر کے لوگوں کو یہ باور کرایا ہے کہ ہمارے پیر صاحب کے سامنے لوگوں کے ظاہر و باطن مثل شیشہ تھے کہ نہ اندر کے احوال پوشیدہ اور نہ ہی باہر کے احوال چھپے ہوئے تھے۔

آپ تھانوی صاحب کا اپنی کتاب میں اپنے پیر صاحب کیلئے عقیدت و محبت کے اس جذبے کو ایک طرف رکھئے اور اپنی دوسری کتاب بہشتی زیور میں کفر و شرک کی لمبی فہرست میں حضرات اہل اللہ کیلئے لب و لہجہ کی اس اجنبیت کو بھی ملاحظہ فرمائیے۔

''کسی بزرگ یا پیر کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا کہ ہمارے سب حال کی اس کو ہر وقت خبر رہتی ہے (کفر و شرک ہے)''

(بہشتی زیور جلد اوّل صفحہ ۳۲)

ہر وقت اس کو خبر رہنا کی قید لگا کر یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ تھانوی صاحب بعض اوقات اور لمحات میں حضرات اہل اللہ کا مخلوق کے احوال پر باخبر ہونا درست مانتے ہیں حالانکہ یہ محض تھانوی صاحب کی چالاکی ہے حقیقت یہ ہے کہ تھانوی صاحب اور ان کے ہمنوا کسی بھی وقت اور کسی بھی لمحہ میں حضرات اہل اللہ کو مخلوق کے احوال پر باخبر اور مطلع نہیں مانتے چنانچہ اسی عقیدے کی عبارت سے دو سطر نیچے تھانوی صاحب نے یہ لکھا کہ:

''کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگئی (کفر و شرک ہے)

(بہشتی زیور جلد اوّل ۳۲)

اپنے پیر کی بات آئی تو وہاں بن پکارے صرف پیر صاحب کا تصور کرلینا ہی پیر صاحب کی اطلاع اور ان کی خبر کیلئے کافی ہے لیکن جب بات حضرات اہل اللہ کی آئی تو پکارنا بھی ناکافی اور شرک بنا ڈالا نیز ان نفوس قدسیہ کے متعلق یہ عقیدہ بھی تھانوی صاحب نے شرکیہ قرار دیا کہ کوئی ان کے متعلق یہ ذہن بنائے کہ ہمارے احوال پر یہ حضرات مطلع ہیں۔

اپنے پیر کیلئے تھانوی صاحب کا یہ شرکیہ عقیدہ کسی کو شرک یا کفر نظر نہ آیا لیکن حضرات اہل اللہ کیلئے ان کی پوری جماعت کا یہی اعتراف و اظہار ہے کہ:

''(کسی بزرگ) یا اس کی صورت کا خیال باندھے اور یوں سمجھے کہ جب میں اس کا نام لیتا ہوں زبان سے یا دل سے یا اس کی صورت کا یا اس کی قبر کا خیال باندھتا ہوں تو وہیں اس کو خبر ہوجاتی ہے سو ان باتوں سے مشرک ہوجاتا ہے اور اس قسم کی باتیں سب شرک ہیں اس کو اشراک فی العلم کہتے ہیں''

(تفویت الایمان صفحہ۱۵)

بتایئے جن جن باتوں کو اس مذہب کے بانی نے شرک کہا وہ سب باتیں تھانوی صاحب نے اپنے پیر صاحب کیلئے کیا روا نہ رکھیں......؟

اسماعیل دہلوی صاحب کے نزدیک کسی بھی بزرگ کا اس نیت سے تصور باندھا یا خیال جمایا یا دل میں پکارا کہ اس بزرگ کو خبر ہوجائے تو اس شخص نے یہ شرک کردیا اور یہ سب امور تھانوی صاحب نے اپنے پیر کیلئے تسلیم کیئے لیکن اس کے باوجود نہ تھانوی صاحب کی توحید پر کوئی آنچ آئی اور نہ ہی ایمان میں کوئی فرق آیا۔

اب تھانوی صاحب کی ایک اور کتاب ارواحِ ثلاثہ سے کشف وغیب کے مشاہدہ کا ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمایئے۔

''حضرت (مولوی قاسم نانوتوی) صلوٰۃ الاوّابین سے فارغ ہوئے تو آواز دی مولوی صاحب! میں نے (یعنی مولوی منصور علی خاں) نے عرض کیا حضرت حاضر ہوں میں سامنے حاضر ہوا اور بیٹھ گیا فرمایا کہ ہاتھ لاؤ میں نے ہاتھ بڑھایا میرا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر

رکھ کر میری ہتھیلی کو اپنی ہتھیلی سے اس طرح رگڑا جیسے بان بٹے جاتے ہیں خدا کی قسم میں نے عیاناً (کھلی آنکھوں سے) دیکھا کہ میں عرش کے نیچے ہوں اور ہر چہار طرف نور اور روشنی نے میرا احاطہ کرلیا ہے گویا میں دربار الٰہی میں حاضر ہوں"

(ارواح ثلاثہ صفحہ ۲۶۵)

جس کے ہاتھ پر مدرسہ دیوبند کے بانی نے ہاتھ رکھا تو اس کے متعلق یہ عقیدہ گھڑلیا اور نظریہ قائم کرلیا کہ ہاتھ کی ہتھیلی رگڑتے ہی آنکھیں ایسی روشن ہوگئیں کہ ساتوں آسمانوں کے اوپر جنت اور جنت سے اوپر عرش الٰہی تک کو آن کی آن میں دیکھ لیا گویا ہر آسمان کی پانچ سو سال کی راہ کی مقدار موٹائی بھی اس کے اور عرش کے درمیان پردہ اور حجاب برقرار رکھنے میں کامیاب نہ ہوسکے آسمان تو آسمان جنت جو سارے آسمانوں اور ساری زمینوں سے زیادہ وسیع و عریض ہے اس کی وسعت اور ناپید حدود بھی ان کی آنکھوں اور عرش کے درمیان حجاب برقرار رکھنے میں کامیاب نہ ہوسکی اور مولوی صاحب کی آنکھیں بالآخر عرش کو دیکھنے میں کامیاب ہوگئیں۔ لیکن جن کے شانوں پر خدا نے اپنا دست قدرت رکھا اس کے متعلق اس جماعت دیوبند کا متفقہ عقیدہ یہ ہے کہ انہیں دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں تھانوی صاحب نے تو نانوتوی صاحب کے ایک شاگرد کیلئے عرش الٰہی کا کشف اور مشاہدہ ثابت کر دکھایا لیکن یہی تھانوی حضور سید عالم ﷺ کیلئے خود آپ کے گھر کا کشف بھی تسلیم کرنے کے واسطے تیار نہیں اور صاف صاف یہ لکھا کہ:

"بہت امور میں آپ کا خاص اہتمام سے توجہ فرمانا بلکہ فکر و پریشانی میں واقع ہونا اور باوجود اس کے پھر مخفی رہنا ثابت ہے۔

قصہ افک میں آپ کی تفتیش و استکشاف بابلغ وجوہ صحاح میں مذکور ہے مگر صرف توجہ سے انکشاف نہیں ہوا"

(حفظ الایمان حصہ ۱۴)

آپ غور فرمائیے! بغضِ رسول میں یہ کس قدر اندھا ہوچکا ہے کہ نانوتوی صاحب کے ایک مرید و شاگرد کیلئے یہی تھانوی صاحب عرش تک کا کشف اور مشاہدہ تسلیم کررہے ہیں لیکن سید عالم ﷺ

کیلئے عرش تو کجا فرش بلکہ اپنے گھر کے احوال کا بھی کشف تسلیم کرنے پر اسے موت آتی ہے۔

بہر حال ہم اس کے ساتھ ہی ایک واقعہ اور نقل کر کے علم غیب کے موضوع کو وہیں ختم کریں گے لہٰذا یہ آخری واقعہ اور اس پر تبصرہ بھی ملاحظہ فرمایئے انبیٹھوی صاحب مدرسہ دیوبند کے فضائل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گئی آپ تو عربی ہیں فرمایا کہ جب سے علماء مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آ گئی سبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا''

(براہین قاطعہ صفحہ ۳۰)

یعنی اس مدرسہ دیوبند کا یہ مقام ہے کہ خود معلّم کائنات ﷺ بھی اسی مدرسے سے فارغ التحصیل ہیں معاذ اللہ جبکہ خود اس مدرسے سے فارغ ہونے والے اس خانہ بدوش کی اُردو کا یہ حال ہے کہ ''کا'' اور ''کی'' کو صحیح مقام پر استعمال کرنے سے عاری ہے اور دعویٰ یہ ہے کہ ہم دیوبندیوں نے حضور سید عالم ﷺ کو اردو سکھائی کون نہیں جانتا کہ کلام مذکر ہوتا ہے جب اسے جملے میں استعمال کرینگے تو یوں نہیں ہوگا کہ ''یہ کلام کہاں سے آ گئی'' بلکہ ''یہ کلام کہاں سے آ گیا'' درست اور صحیح جملہ کہلائے گا

اپنی پہاڑی اردو کا حال یہ ہے کہ ابھی تک خود مدرسۂ دیوبند کے فاضلوں کو ''آ گیا'' اور ''آ گئی'' میں فرق نظر نہ آیا اور منہ اٹھائے معلّم کائنات علیہ السلام کو اردو سکھانے چل پڑے یہ خدائے قہار و جبار کی ان پر مار اور پھٹکار نہیں تو اور کیا ہے؟ کہ اپنا بکا ہوا بھی یہ لوگ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ کیا ہانک رہے ہیں۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اسے منظور ہے بڑھانا تیرا

بہر حال اس عبارت پر ہم نے جو تبصرہ کرنا ہے وہ یہ ہے کہ یہ واقعہ حضور سید عالم ﷺ کیلئے وسعت زمین کا علم ثابت کر رہا ہے کہ حضور سید عالم اس بات پر باخبر ہیں کہ زمین کے کس

حصے پر کیا ہے اور کس حصے پر کیا ہو رہا ہے اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وسعت زمین کا علم نہ دیا گیا ہوتا تو آپ کو پھر یہ کیسے معلوم ہوا کہ زمین پر ایک ملک ہندوستان نام کا ہے اس ملک میں فلاں صوبے اور فلاں شہر میں ایک مدرسہ ہے جس کا نام دیوبند ہے وہاں بڑے بڑوں کو اردو کی تعلیم دی جاتی ہے لہٰذا چل کر وہاں اردو کی زبان سیکھنا چاہئے مجھے بتایئے اگر حضور علیہ السلام زمین پر رونما ہونے والے حالات و واقعات سے بے خبر ہیں تو انہیں مدرسہ دیوبند کا اور اس میں اردو زبان کی تعلیم کا کیونکر علم ہوا؟

دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ حضور سید عالم ﷺ کے تصرفات و اختیارات بعد از وصال بھی جاری و ساری ہیں اگر آپ کو متصرف اور مختار تسلیم نہ کیا جائے تو پھر آپ نے مدرسہ دیوبند میں آ کر اردو زبان کیسے سیکھی......؟

خلاصۂ کلام یہ کہ اگر اس واقعہ کو سچا اور صحیح تسلیم کیا جائے تو پھر حضور سید عالم ﷺ کیلئے وسعت زمین کا علم آپ کے تصرفات و اختیارات ثابت ہوتے ہیں جو کہ مسلک دیوبند کے عقائد و نظریات کے سراسر منافی ہیں تو اس صورت میں مذہب دیوبند کے بنیادی عقائد و نظریات باطل و فاسد ٹھہرتے ہیں اور اگر عقائد دیوبند کو صحیح اور درست تسلیم کیا جائے تو یہ واقعہ غلط ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ یہ واقعہ ان عقائد سے قطعاً متصادم اور منافی ہے۔

ہم اتنے ہی کلام پر اکتفا کر کے اگلے موضوع پر آتے ہیں **الحمد للہ** ہم نے علم غیب کے موضوع پر قرآن کریم احادیث نبویہ اقوال اکابرین اور اس پر اپنا تبصرہ قدرے تفصیل کے ساتھ نقل کر دیا ہے اور اس کے ساتھ چند ایسے لوگوں کے واقعات و اقوال بھی درج کر دیئے ہیں کہ جو ایک طرف حضرات انبیاء و اولیاء بالخصوص حضور سید المرسلین ﷺ کے حق میں علم غیب کے اثبات کو کفر شرک قرار دیتے ہیں اور اسے خاصۂ خدا بتاتے ہیں تو دوسری طرف اسی خاصہ خدا کو اپنے گھر کے بزرگوں یہاں تک کہ ابلیس ملعون میں تسلیم کرنے کو عین ایمان اور عین توحید قرار دیتے ہیں اب فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ آپ نے علم غیب کا اثبات کن حضرات کے حق میں روا

رکھنا ہے؟ اور کس کیلئے اثبات علم غیب کو عین ایمان قرار دیتے ہیں حضرات انبیائے کرام اولیائے عظام کیلئے یا ابلیس لعین اور خود ان کے گھر کے بزرگوں کیلئے۔

آپ جو بھی فیصلہ کریں سوچ سمجھ کر کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ بے سوچے سمجھے فیصلے پر آپ کو قبر وحشر میں پشیمانی اٹھانی پڑ جائے......!

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سرعام رکھ دیا

حیات النبی ﷺ کی بحث

ہمارے دوست قاری محمد ارشد قادری نے دوسرا سوال ہم سے یہ کیا کہ زید کہتا ہے کہ:

''کسی بھی پیر، بزرگ، ولی یا نبی کے مزار پر اس نیت سے جانا کہ یہ حضرات زندہ ہیں اور ان کے مزاروں پر حاضری دینے سے حاجت روائی اور مشکل کشائی ہوتی ہے بیماری سے شفا اور کاروبار میں ترقی ہوتی ہے یا ان کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ ہمارے حالات سے باخبر ہیں ہم جب انہیں پکارتے ہیں تو یہ ہماری پکار کو سن کر ہماری مدد کو پہنچ سکتے ہیں یہ سب کفر وشرک اور ایسے لوگ مشرک ہیں۔

نیز قاری محمد ارشد القادری صاحب نے تیسرا سوال یہ کیا کہ ''ربیع الاوّل کے مقدس ایام میں ابلیس کے چیلے مسلمانوں کو خوشیاں مناتے برداشت نہیں کرپاتے اور لوگوں کو یوم ولادت کی خوشیاں منانے سے باز رکھنے کیلئے ہر سال ایک اشتہار بنام ''وفات ختم الرسل'' شائع کرتے اور درو دیوار پر چپکاتے نظر آتے ہیں لہٰذا اس کے متعلق بھی آپ کچھ جواب لکھیں کہ ان کا ایسا کرنا کہاں تک صحیح ہے؟

جہاں تک زید کے اعتراض اور اس کے جواب کا تعلق ہے تو وہ ہم تھوڑی دیر کے بعد دیں گے پہلے ہم پوچھے گئے ''وفات ختم الرسل'' کے اشتہار کے متعلق سوال کا جواب مختصر سے الفاظ میں دیتے ہیں یہ اشتہار ہم نے بھی بالخصوص ربیع الاوّل کے مقدس ایام میں درو دیوار پر بدنما دھبے کی طرح لگا ہوا دیکھا ہے اور اسے شائع کرنے والے حزب اللہ فرقے سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی توحیدی فرقے سے تعلق رکھنے والے لوگ اپنے فرقے کے بانی ڈاکٹر مسعود عثمانی کا رسالہ جو کہ اسی نام یعنی ''وفات ختم الرسل'' سے موسوم ہے مفت تقسیم کرتے ہیں اور ربیع الاوّل کے مقدس ایام میں تو یہ لوگ گویا اس رسالے کو مفت تقسیم کرنا اپنے لئے کسی فرض کی ادائیگی سے کم نہیں سمجھتے۔

''وفات ختم الرسل'' کے اشتہار کو چھاپنے اور اس رسالے کو ربیع الاوّل کے ایام میں مفت تقسیم کرنے کا فقط یہی مقصد ہوتا ہے کہ ابلیس کے یہ چیلے لوگوں کو یہ تاثر دیں کہ اس دن حضور سید عالم ﷺ کا انتقال بھی ہوا لہٰذا یوم ولادت کی خوشیاں منانے سے باز رہا جائے اس لئے کہ اگر اس دن آپ کی ولادت کی وجہ سے خوشیاں ملیں تو آپ کے انتقال کی وجہ سے غم بھی ملا لہٰذا

غم والے دن خوشیاں منانا جائز نہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آیا ہمیں اس دن یوم ولادت کو مدنظر رکھتے ہوئے خوشیاں منانی چاہئیے یا یوم وصال کا غم تو اس پر دلائل دینا ان ''عقل کے اندھے گانٹھ کے پورے'' لوگوں کے سامنے بین بجانے سے کم نہیں۔

جب ہم یومِ ولادت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر خوشیاں مناتے ہیں تو یہ بات ابلیس اور اس کے چیلوں کو نہایت ہی ناگوار معلوم ہوتی ہے اور ابلیس کے یہی چیلے ہم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ''تم یوم ولادت پر خوشیاں کیوں مناتے ہو کس صحابی نے یوم ولادت پر خوشیاں منائیں کیا تم صحابہ سے زیادہ عاشق ہو کہ صحابہ تو یوم ولادت نہیں مناتے تھے اور تم مناتے ہو۔

صحابہ کرام نے یوم ولادت منایا ہے یا نہیں یہ ایک الگ بحث ہے ہم یہاں ان جاہلوں کو ان کے سوال کے مطابق ہی جواب دینا پسند کریں گے کہ ''تم بتاؤ یوم وصال پر ہر سال ''وفات ختم الرسل'' کیوں مناتے ہو؟ اور کیوں ہر سال ربیع الاوّل کے مقدس ایام میں ''وفات ختم الرسل'' کا اشتہار شائع کراتے ہو؟ مجھے بتاؤ کس صحابی نے ہر سال یوم وصال منایا؟ اور کس صحابی نے ربیع الاوّل کے ایام میں ''وفات ختم الرسل'' کے نام سے اشتہار شائع کر کے در و دیوار پر چپکا کر انہیں دھبے دار کیا؟ کیا تمہیں حضور سید عالم ﷺ کے وصال کا صحابۂ کرام سے زیادہ غم ہے؟ کیا تم صحابہ سے زیادہ عاشق ہو؟

یہ تو تھا ترکی بہ ترکی جواب اب آیئے ان لوگوں کی جہالت اور گمراہی کا ذرا دوسرا رخ ملاحظہ کرتے ہیں۔

یہ ''وفات ختم الرسل'' کا اشتہار شائع کر کے لوگوں کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا اس دن انتقال اور ان کی موت بھی واقع ہوئی تھی یعنی یہ ابلیس کے یہ چیلے ''وفات'' کو موت قرار دیتے ہیں یہ ایسے جاہل اور گمراہوں کا ٹولہ ہے کہ جسے ابھی تک یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ ''وفات'' کا معنیٰ کیا ہے؟ یہ لوگ وفات کا معنیٰ موت مراد لے کر خوب قادیانیت کی تبلیغ میں

مصروف ہیں قادیانی بھی مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی ثابت کرنے کیلئے یہ کہتے ہیں کہ احادیث میں جس مسیح موعود کا قیامت سے قبل آنے کا ذکر ہے اس سے مراد ہمارے مرزا صاحب ہیں عیسیٰ ابن مریم نہیں کیونکہ ان پر تو موت واقع ہوچکی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انتقال پر یہ قادیانی ٹولہ قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کرتا ہے کہ:

یٰعِیسٰی اِنِّی مُتَوَفِّیکَ وَرَافِعُکَ

''اے عیسیٰ بے شک میں تمہیں وفات دے کر اپنی طرف اٹھانے والا ہوں''

(سورہ آل عمران ۵۵)

یہاں ہم ضمناً قادیانیوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انتقال پر اس استدلال کا جواب دے کر واپس اپنے موضوع پر آئیں گے۔

مرزائیوں کا اس آیت سے استدلال کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا واقع ہونا ثابت کرنا دو وجوہات کی بناء پر صحیح نہیں اوّل اس وجہ سے درست نہیں کہ قرآن و احادیث میں کہیں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے موت واقع ہونے کا ذکر نہیں آیا قرآن کریم میں اور صحیح احادیث سے ان کیلئے حیاتِ ظاہری ثابت ہے اور متعدد احادیث سے قرب قیامت آسمان سے زمین پر نازل ہونے کی صراحت ہے اور اسی پر صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین ائمہ متقدمین اور علمائے متاخرین کا اجماع ہے اور کسی نے بھی سورہ آل عمران کی اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے وارد شدہ لفظ ''وفات'' سے آپ کی موت مراد نہیں لی یہ تو سینکڑوں برس بعد پیدا ہونے والے مرزا قادیانی اور اس کے معنوی فرزندوں کے کوڑھ مغز ذہنوں میں ''وفات'' کا معنیٰ موت کا آیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر فرض محال اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے وارد ذکر وفات سے آپ کی موت مراد لی جائے تو پھر بھی مرزا قادیانی صاحب کو اس کا مقصد حاصل نہیں ہوسکتا اس لئے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو موت دینے یعنی وفات دینے کے متعلق ذکر فرمایا یہ ہرگز نہ فرمایا کہ ''بے شک میں نے عیسیٰ ابن مریم کو وفات دے دی''

لہٰذا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہوا تو ہم بھی تسلیم کرلیں گے اب جبکہ حضرت

عیسیٰ علیہ السلام پر موت وارد نہیں ہوئی اور آپ حیات ظاہری کے ساتھ زندہ ہیں تو ہم قرآن و احادیث کے واضح دلائل کے ہوتے ہوئے ہرگز ہرگز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے قائل نہیں ہوسکتے مرزا قادیانی کی حیثیت ہی کیا ہے کہ ہم اس کے اس ذہنی اختراع کو قبول کرلیں ہم نے ضمناً یہ جواب دیا ورنہ اس موضوع پر کافی تفصیل کے ساتھ علمائے اہلسنّت نے کتابیں تصنیف فرمائی ہیں بالخصوص اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کی تصانیف۔

۱) اَلْمُبِیْن ختم النّبیں ۲) قَھرُ الدّیان علی مرتدِ بقادیان

۳) السُّوء وَالْعِقَاب عَلٰی مسیح الکذاب ۴) الجراز الدیانی علی الْمُرْتَد القَادِیَانِیُ

اور عارف باللہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کی کتب:

۱) شمس الہدایت ۲) سیف چشتیائی

مؤخر الذکر کتاب یعنی سیف چشتیائی ردّ قادیانیت پر اپنا ثانی نہیں رکھتی لہٰذا ردِ قادیانیت پر متذکرہ بالا تمام کتب کا مطالعہ کیا جائے بہت زیادہ مفید رہے گا۔

لیکن یہ ذہن میں رکھئے کہ کسی دیوبندی وغیرہ مصنف کی کوئی کتاب مطالعہ کرنے کی غرض سے مت اٹھایئے گا۔ اس میں آپ کو قادیانیت کا رد نہیں بلکہ قادیانیت کی تبلیغ میں یہ مواد ملے گا۔

''سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ''وَلٰکِنْ الرَّسُوْلَ اللہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّن'' فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے''

(تحذیر الناس صفحہ۴)

قاسم نانوتوی کے اس عقیدے اور وضاحت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ایک قادیانی مصنف لکھتا ہے کہ:

''یوں محسوس ہوتا ہے کہ چودھویں صدی کے سر پر آنے والا مجدد امام مہدی مسیح موعود بھی تھا اور اس امتی کو نبوت کے مقام سے سرفراز کیا جانے والا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص

مصلحت سے حضرت مولوی محمد قاسم نانوتوی (بانی دارالعلوم دیوبند) کو خاتمیّت محمدیہ کے اصل مفہوم کی وضاحت کیلئے راہنمائی فرمائی اور آپ نے اپنی کتابوں اور اپنے بیانات میں آنحضرت ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کی نہایت دل کش تشریح فرمائی۔

بلاشبہ آپ کی کتاب ''تحذیر الناس'' اس موضوع پر خاص اہمیت رکھتی ہے''

(افادات قاسمیہ مصنف ابو العطا جالندھری)

آپ ملاحظہ فرمایئے کہ نانوتوی صاحب کی بکواسات و مغلظات کو یہ قادیانی مصنف کس طرح عیّارانہ پیرایئے میں الہام کا رنگ دے رہا ہے ابھی ابھی چند سطور پیچھے آپ نانوتوی صاحب کے حوالے سے یہ پڑھ کر آرہے ہیں کہ ''خاتم النّبیین کے یہ معنیٰ غلط ہیں کہ آپ آخری نبی باعتبار زمانے کے ہیں'' بلکہ آپ آخری نبی باعتبار مقام و مرتبے کے ہیں یعنی آپ کو جو مقام و مرتبہ حاصل ہوا ایسا مقام و مرتبہ اب کسی کو بھی حاصل نہیں ہوسکتا رہا معاملہ آپ کے آخری نبی ہونے کا تو اگر آپ کے بعد بھی کوئی نبی آجائے تو جب بھی آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آئے گا ملاحظہ فرمایئے خود انہی کی زبانی یہ واہیات۔

''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی

خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا''

(تحذیر الناس صفحہ ۳۴)

غرض یہ کہ نانوتوی صاحب نے ''تحذیر الناس'' میں اس بات کی بھرپور کوشش کی ہے کہ ''سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے'' یعنی خاتم النّبیین کے لفظ کا انکار بھی نہ ہو اور نئے نبی کی آمد کا راستہ بھی ہموار ہوجائے اس طرح انگریزوں کا حق نمک بھی ادا ہوجائے اور مسلمانوں کو دھوکے میں رکھ کر یہ تاثر دیا جائے کہ ہم لوگ ختم نبوت کے منکر نہیں لہٰذا اب اس نئے نبی کی راہ میں قرآن کریم کی طرف سے جو رکاوٹ کھڑی تھی اسے دور کرنے کیلئے دو ہی راستے تھے یا تو قرآن کی اس آیت ہی کو قرآن کریم سے نکال دیا جائے کہ جس میں حضور سید عالم ﷺ کو آخری نبی قرار دیا گیا یا پھر خاتم النّبیین کا لفظ تو قرآن کریم ہی میں رہے فقط اس کا مفہوم بدل دیا جائے۔

اس لفظ کو قرآن کریم سے نکالنا اور بدلنا ان کیلئے ممکن نہ تھا یہ اس بات سے واقف تھے کہ روئے زمین پر قرآن کریم کے کروڑوں نسخے اور لاکھوں حفاظ موجود ہیں لہٰذا لفظوں کی چوری اور تحریف چھپانے سے بھی نہیں چھپے گی ہر عام و خاص ہماری اس حرکت پر غیظ و غضب میں آجائے گا اور پھر ایسی درگت بنے گی کہ ہم کہیں منہ دکھانے کے بھی قابل نہیں رہیں گے لہٰذا لفظی تحریف سے باز آکر معنوی تحریف کو انہوں نے اپنے مقصد کے حصول کا بہترین ذریعہ قرار دیا اور پھر نانوتوی صاحب نے خاتم النّبیین کہ جس کا معنی آخری نبی ہیں یعنی اب آپ پر سلسلہ نبوت آکر ختم ہوگیا اور باب نبوت ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بند کردیا گیا اس خاتم النّبیین کا یہ معنیٰ کردیا کہ سلسلہ نبوت ہرگز ختم نہیں ہوا بلکہ آپ کا مقام و مرتبہ اور اس کی عطا کا دروازہ بند ہوچکا اس جاہل و گمراہ کو کون سمجھائے کہ آپ کا مقام و مرتبہ یا اس کی مثل عظمت و شان آپ سے قبل بھی کسی کو نہیں ملی تو آئندہ کسی کو کیسے مل سکتی تھی؟ آخر کا سوال تو وہاں اٹھتا ہے جہاں اوّل بھی ہو جب اس مقام کا حامل آپ سے قبل کوئی ہوا ہی نہیں تو آپ کا آخری ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟ آپ اپنی عظمت و شان کے اعتبار سے یکتا ہیں لہٰذا خاتم النّبیین کے یہ معنیٰ ہیں کہ آپ اپنے سے ماقبل حضرات انبیاء کے بالکل آخر میں تشریف لائے اب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا بات بہت دور نکل گئی ہم عرض یہ کررہے تھے کہ قادیانیوں نے جتنا فائدہ ان ضمیر فروشوں اور نام نہاد محافظین توحید سے حاصل کیا اتنا کسی اور دشمن اسلام سے انہیں میسر آنہ سکا اب قادیانیوں کو اپنا دوسرا بنیادی ہدف بھی پورا ہوتے نظر آرہا ہے یہ مرزائی جو سو سال سے چیخ رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم وفات پاچکے ہیں یعنی ان کی موت واقع ہوچکی ہے لیکن کوئی ان کی اس چیخ و پکار کو سننے کے واسطے تیار نہ تھا اور کوئی بھی ''وفات'' کا معنیٰ موت کو قبول کرنے کے واسطے تیار نہ تھا ان مرزائیوں کیلئے یہ راہ نانوتوی صاحب کی باقیات ہموار کررہی ہے اور بڑی عرق ریزی سے قادیانیت کے اس بنیادی عقیدے کو پھیلانے میں مصروف ہے ''وفات ختم الرسل'' کے اشتہار کو دیواروں پر جب یہ مرزائی دیکھتے ہوں گے تو خوشی سے پھولے نہ سماتے

ہوں گے اور خوشی سے بغلیں بجاتے ہونگے کہ اب انہیں اس اشتہار کے ذریعے ''وفات بمعنی موت'' باور کرانے اور لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا تاثر دینے میں ایک حد تک کامیابی ملتی ہوئی نظر آ رہی ہے۔

قادیانی اسی ''وفات'' کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کرکے آپ کی موت ثابت کرتے ہیں اور قادیانیوں کے یہ بھائی اسی لفظ ''وفات'' کو حضور سرور عالم ﷺ کی طرف منسوب کرکے آپ کی موت ثابت کرتے ہیں گویا نظریات دونوں کے ایک ہیں وفات کے متعلق جو نظریہ قادیانی مذہب کا ہے وہی نظریہ ان توحیدی اور حزب اللہ فرقوں کا ہے۔

قادیانی خواہ کسی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انتقال کا قائل کرواسکیں یا نہ کرواسکیں۔ ان لوگوں کو تو قائل کروانا ان کیلئے بائیں ہاتھ کا کام ہے اور یہ قادیانیوں کے اس نظریئے کو قبول کیئے بغیر راہ فرار اختیار کرہی نہیں سکتے ان کو تو قادیانی بلا خوف و خطر یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم بھی انتقال کر چکے ہیں کیوں کہ ان کے بارے میں بھی قرآن کریم میں ''وفات'' کا ذکر موجود ہے اگر تمہیں ہمارا وفات کے متعلق حضرت عیسیٰ ابن مریم کی موت کا عقیدہ قبول نہیں تو پھر تم لوگ کیوں ''وفات'' سے حضور سید عالم ﷺ کی موت ثابت کرتے ہو اگر ''وفات'' کا معنیٰ موت ہے تو پھر عیسیٰ علیہ السلام کی بھی موت کا تمہیں قائل ہونا پڑے گا ورنہ پھر تمہیں یہ اشتہار بند کرنا پڑے گا بہر حال یہ ان کا اور قادیانیوں کا معاملہ ہے ہمارے لئے تو دونوں ایک ہی جیسے حکم کے قابل ہیں ہم تو ان دونوں کو ایک ہی پیر کی دو جوتیاں سمجھتے ہیں۔

اب آیئے ''وفات'' کے حقیقی معنیٰ کو سمجھتے ہیں کہ آخر اس کا معنیٰ کیا ہے؟

وفات کے معنیٰ کسی شئے کو بالتمام پکڑنا' پورا پورا لینا اور اٹھانے کے ہیں۔

امام ابی عبداللہ القرطبی لکھتے ہیں کہ:

تَوفَیتُ مَالِی مِنْ فُلَانٍ اَیْ قَبَضتَہٗ

''یعنی میں نے اس سے سارے کا سارا مال واپس لے لیا''

(الجامع الاحکام القرآن)

تاج العروس میں ہے کہ:

وَتَوَفَّاهُ اَیْ لَمْ یَدَعْ مِنْهُ شَیْئًا

''یعنی پورے کا پورا لے لیا اور اس سے کوئی چیز باقی نہ رہنے دی''

ثابت ہوا ''وفات'' ''توفی'' ''توفیت'' ان کا معنی کسی بھی چیز کو پورا پورا اور تمام کا تمام پکڑنا ہے یا کل کا کل اٹھالینا مراد ہوتا ہے چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اور جسم دونوں کے ساتھ پورے کے پورے آسمانوں پر اٹھالیئے گئے تھے لہٰذا جبھی ان کیلئے لفظ ''وفات'' کا ذکر ہوا یعنی اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مقصد یہ تھا کہ:

''اے عیسیٰ میں تمہیں روح اور جسم دونوں کے ساتھ پورا پورا اٹھانے والا ہوں''

اب اسی ''وفات'' کے معنیٰ کو قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں ملاحظہ کرتے ہیں چنانچہ اعمال صالحہ کرنے والوں کے متعلق ارشاد خداوندی ہے کہ:

وَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ

''اور جو ایمان لائے اور نیک کام کیئے تو انہیں ان کا پورا پورا اجر اللہ دے گا''

(سورہ آل عمران آیت ۵۷)

دوسری آیت:

وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

''اور قیامت کے دن تمہیں تمہاری مزدوری پوری مل کر رہے گی''

(سورہ آلعمران آیت ۱۸۵)

پہلی آیت میں ''فَیُوَفِّیْهِمْ'' ارشاد ہوا۔ لہٰذا ان جاہلوں کو چاہیئے کہ اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا کریں۔

''اور جو ایمان لائے اور نیک کام کیئے تو اللہ انہیں موت اجر میں دے گا''

اگر ایسے ایسے جاہل و گمراہ پیدا ہوتے رہے اور کچھ کا کچھ معنیٰ لیتے رہے تو پھر ''کر لیئے لوگوں

نے نیک اعمال" ہر کوئی موت کے ڈر سے اعمال صالحہ سے دور بھاگے گا مجھے بتایئے جان جانے کے ڈر سے کون ہوگا جو آپ کو نماز پڑھتے ذکر و تلاوت کرتے نظر آئے گا......؟ اور دوسری آیت میں "تُوَفُّوْنَ" ارشاد ہوا لہٰذا ان جاہلوں کو چاہئے کہ یہاں بھی "تُوَفُّوْنَ" سے موت مراد لے کر اس طرح ترجمہ کیا کریں کہ "اور قیامت کے دن تمہیں تمہاری موت مل کر رہے گی"

اگر "وفات" کا معنیٰ موت کا کیا جائے تو بتایئے اگر قیامت میں موت ملے گی تو پھر عذاب و ثواب کیلئے کون سے دن اٹھایا جائے گا......؟ بہرحال ہم اتنے ہی کلام پر اکتفا کرتے ہیں لیکن اتنا ضرور عرض کرتے ہیں کہ قادیانیت کی ترویج و اشاعت میں قادیانیوں کے معاون و مددگار جتنا یہ منکرین "حیات النبی" ثابت ہوئے اتنا کوئی اور گمراہ بدمذہب نہیں ہوا اگر سارے کے سارے قادیانی مل کر بھی ان لوگوں کے احسانات کا بدلہ اتارنا چاہیں تو جب بھی نہیں اتار سکتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے میں ہم سب مسلمانوں کو قادیانیوں اور ان کی باقیات سے محفوظ رکھے اور ان کے شر سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

اور جہاں تک زید کے عقائد کا تعلق ہے کہ کسی بزرگ، پیر، ولی یا نبی کے مزار پر اس نیت سے جانا کہ یہ حضرات زندہ ہیں اور ان کے مزار پر حاضری دینے سے حاجت روائی اور مشکل کشائی ہوتی ہے بیماری سے شفا اور کاروبار میں ترقی ہوتی ہے یا ان کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ ہمارے حالات سے باخبر ہیں ہم جب انہیں پکارتے ہیں تو یہ ہماری پکار کو سن کر ہماری مدد کو پہنچ سکتے ہیں یہ سب کفر و شرک اور ایسے لوگ مشرکین سے ہیں۔

یہ عقائد رذیلہ صرف زید ہی کے نہیں بلکہ پوری جماعت دیوبند کے بھی ہیں ملاحظہ فرمایئے ان کی مذہبی اور بنیادی کتاب سے ایک حوالہ۔

"سوائے خدا کے کسی پیر پیغمبر کو اس طرح ماننا کہ اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنا اور انکی قبروں پر حاجت روائی کے واسطے جانا خدا کی سب کتابوں کے خلاف ہے اور کسی شریعت میں اس کا حکم نہیں اور شرک ہے۔

(تفویت الایمان صفحہ ۱۴۰)

مزید ملاحظہ فرمائیے۔

''جو شخص اپنی حاجت روائی کیلئے اجمیر جائے یا سید سالار مسعود غازی کے مزار پر یا اس طرح دوسری جگہ پر مراد مانگے یقیناً اس کا گناہ زنا اور ناحق قتل کرنے سے بھی برا ہے''

(انکشاف صفحہ ۱۰۴۔ راہ سنت)

مزید ملاحظہ فرمائیے۔

''بہت سی خلقت اسی سے گمراہ ہوگئی کسی نے کہا میرے پیر کی قبر سے مجھ کو وہی فائدہ ہوتا ہے جو پیر سے ہوتا تھا پیر میرا قبر میں بھی مریدوں کی طرف متوجہ ہے جاہلوں نے ایسی بات کو سند پکڑا اور زیارات قبور میں مبالغہ کیا اور مولوی، بزرگوں سے استمداد اور استعانت کرنے لگے اور قبریں پوجنے لگے''

(تفویت الایمان صفحہ ۱۵۰)

ابھی تو فی الحال ان تین ہی حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ ان لوگوں کی کتابیں انہی مغلظات سے بھری پڑیں ہیں اگر ان سب حوالہ جات پر غور سے دیکھا جائے تو ان لوگوں نے ان عقائد اور حضرات اہل اللہ کے حق میں درج ذیل کمالات کو تسلیم کرنے سے انکار کیا جو یہ ہیں۔

۱) حضرات اہل اللہ کے بعد از انتقال حیات اور زندہ رہنے کا انکار۔

۲) حضرت اہل اللہ کے حاجت روا ہونے کا انکار۔

۳) ان کے مشکل کشا ہونے کا انکار۔

۴) حضرات اہل اللہ کے مزارات کے فیوض و برکات کا انکار۔

۵) بعد از وصال اور حیات ظاہری میں بھی حضرات اہل اللہ کی امداد کا انکار۔

۶) حضرت اہل اللہ کا مخلوقات کے احوال پر باخبر رہنے کا انکار۔

۷) حضرات اہل اللہ کے مزارات پر حاضری دینے والوں کے مومن ہونے کا انکار۔

یہ وہ سات باتیں ہیں کہ جن کا ان لوگوں نے صراحت کے ساتھ انکار کیا اور کر رہے ہیں

ہم مختصر سا سب سے پہلے حضرات اہل اللہ کی حیات پر کلام کریں گے اور پھر دیوبندی حضرات کے لٹریچر ہی سے ان نفوس قدسیہ کی حیات پر دلائل دیں گے اور اس کے بعد بقیہ تمام عقائد فاسدہ کا ردّ بھی ان ہی کی کتابوں سے پیش کریں گے۔

جہاں تک حیاتِ انبیاء و اولیاء کا اور مسلک دیوبند کا تعلق ہے اس کے متعلق ان کے بانی مذہب اسماعیل دہلوی کی کتاب سے یہ اقتباس اس مذہب کے عقیدہ حیات الانبیاء و اولیاء کی عکاسی کیلئے کافی ہے۔

''میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں''

(تفویت الایمان صفحہ ۵۰)

غیظ و غضب میں اس شخص کو اتنا بھی یاد نہ رہا کہ یہ حدیث کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں'' کون سی کتاب میں ہے اور کب آپ نے فرمایا؟

اسماعیل دہلوی تو کیا اس کے اگلے پچھلے سب حمایتی بھی اکٹھے ہو جائیں اور قیامت تک پیدا ہونے والی ذریت بھی مل جائے جب بھی یہ سب اسے حدیث ثابت نہیں کر سکتے اور نہ ہی ذخیرہ احادیث میں سے کسی حدیث میں یہ مضمون دکھا سکتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ فرمایا ہو کہ ''میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں'' لیکن افسوس ہے اس شخص پر کہ محض اپنا باطل و فاسد عقیدہ اور نظریئے کو درست قرار دینے کیلئے اور مسلمانوں کے دلوں سے حضور سرور کائنات ﷺ کی عظمت و عقیدت کو ختم کرنے کیلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی پر جھوٹ باندھ دیا لیکن یہ اس کے انجام سے کیوں غافل رہا کہ خود سرکار دو عالم ﷺ نے اپنی طرف جھوٹ کو منسوب کرنے والے کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

''جس نے مجھ سے جھوٹی بات منسوب کی وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے''

(بخاری شریف کتاب العلم)

اسے جنت سے کیا غرض یہ اور اس کے حواری جس مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں مصروف ہیں

ان کی راہ میں یہ وعیدیں ہرگز رکاوٹ نہیں بن سکتیں ان لوگوں کا مقصد و مشن ہی یہی ہے کہ حضرات اہل اللہ کی عقیدت و عظمت کو بس جس طرح بھی ہو سکے لوگوں کے دلوں سے ختم کیا جائے خواہ اس کیلئے انہیں خدا پر جھوٹ باندھنا پڑے یا اس کے رسول علیہ السلام پر انہیں اس کی پرواہ نہیں۔

ان لوگوں نے جہاں حضرات اہل اللہ بالخصوص حضور سید عالم ﷺ کی عظمتوں اور دیگر کمالات و فضائل کا انکار کیا تو وہیں یہ لوگ عقیدہ حیات النبی کا بھی انکار کررہے ہیں بہرحال ہم مختصر سا اس پر کلام کریں گے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حق سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۝

''اور ہم نے تمہیں سارے جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا''

آپ کا جمیع مخلوقات کیلئے رحمت بن کر تشریف لانا اس لئے ہے کہ آپ جمیع مخلوقات کیلئے رسول بن کر تشریف لائے ہم یہاں ضمناً یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ رسالت رسول کی صفت ہوتی ہے اور رسالت کیلئے رسول کا ہونا لازمی ہے اس صفت سے رسول جس طرح ظاہری حیات میں متصف ہوتا ہے ویسے ہی ظاہری وصال کے بعد بھی متصف ہی رہتا ہے۔

ایسا شخص جاہل و گمراہ ہے جو رسالت کو تو باقی مانے مگر رسول جو کہ اس صفت کا موصوف ہوتا ہے اس کا مٹی میں فنا ہوجانا مانے یہ ہرگز صحیح نہیں کہ موصوف تو مر کر مٹی میں مل جائے اور اس کی صفت باقی اور سلامت رہے۔

مثال کے طور پر اسے آپ یوں سمجھئے سب جانتے ہیں کہ دیکھنا' سننا' بولنا' چلنا وغیرہ وغیرہ یہ سب زندہ شخص کی صفات ہوتی ہیں اب اگر کوئی عقل کا اندھا یہ کہے کہ فلاں شخص مر کر مٹی میں مل گیا ہے لیکن وہ اب بھی دیکھتا ہے' سنتا ہے' بولتا ہے' چلتا ہے مجھے بتایئے کون ایسا ہوگا جو اس کے پاگل ہونے کا اعتراف نہ کرے......؟ اور کون ایسا ہوگا جو اس کی اس منطق کو اس کے صحیح الدماغ ہونے پر محمول کرے گا؟ ہر کوئی یہی کہے گا کہ جب موصوف ختم ہو کر مٹی میں مل گیا تو

اب وہ کیسے چل سکتا ہے، دیکھ سکتا ہے بول سکتا ہے یہ ساری تو زندہ کی صفات ہیں اور جب کوئی زندہ ہی نہ رہا تو بھلا اب یہ صفات کیسے باقی رہ سکتی ہیں۔

بالکل یہی منطق اسماعیل دہلوی کی بھی ہے یہ بھی یہی کہہ رہا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ خود تو مٹی میں فنا ہو گئے لیکن آپ کی صفت رسالت باقی ہے اب اس صورت حال کے پیش نظر وہ کون ہے جو اس کے جنون زدہ ہونے کا اعتراف نہ کرے؟ اب بھی کوئی اگر اس کے صحیح الدماغ ہونے کا معترف ہو تو مجھے بتائیے کیا ایسا شخص انصاف کا خون کرنے والا ہوا یا نہیں؟ ضرور ہوا اس لئے کہ اسی منطق کی وجہ سے جب ایک غیر معین شخص کو پاگل قرار دیا جاسکتا ہے تو پھر اسی منطق عجیب کی وجہ سے اسماعیل دہلوی صاحب کو جنون زدہ قرار نہ دینا یہ کہاں کا انصاف ہے؟

بہر حال ہماری بحث یہ تھی کہ رسالت رسول کی صفت ہوتی ہے لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ رسالت باقی ہے اور رسول بھی زندہ وحیات ہیں جس طرح ظاہری حیات میں رسول اس صفت سے متصف ہوتا ہے اسی طرح وصالِ ظاہری کے بعد بھی اس صفت سے متصف رہتا ہے اور قیامت تک بلکہ قیامت کے بعد بھی ان حضرات کی یہ صفت باقی رہے گی۔

پس جب یہ امر واضح ہوگیا کہ انتقال کے بعد نہ کوئی رسول منصب رسالت سے ہٹایا جاتا ہے اور نہ ہی اس کی صفتِ رسالت ختم کی جاتی ہے بلکہ رسول بدستور رسول ہی رہتا ہے اور اس کی صفتِ رسالت بھی من وعن ویسی ہی رہتی ہے تو لہٰذا اب ضروریات ولوازماتِ رسالت کا انکار کسی بھی ذی علم وفہم کیلئے مناسب نہیں اس لئے کہ جب رسالت باقی اور برقرار تو اس کے لوازمات کیونکر باقی نہ رہینگے؟ یعنی رسالت کیلئے معجزات کا ہونا لازم ہے معجزہ بغیر رسالت کے اور رسالت معجزے سے خالی نہیں ہوتی معجزہ لوازماتِ رسالت سے ہے پس جب رسول کی رسالت ثابت ہوجائے تو اس کیلئے معجزہ خود بخود ثابت ہوجاتا ہے اس لئے کہ یہ قاعدہ اور اصول ہے کہ جب کوئی شئے ثابت ہوجاتی ہے تو اپنے لوازمات کو وہ خود بخود ثابت کردیتی ہے۔

ہمارے زمانے میں ایسے بے شمار فرقے جنم لے چکے ہیں کہ جب ان سے سوال کیا جاتا

ہے کہ تمہارے عقائد حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق تو یہ ہیں کہ یہ کچھ بھی اختیار و قدرت نہیں رکھتے حتیٰ کہ یہ اپنی ذات کیلئے بھی نفع و نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے تو کسی اور کیلئے کیا نفع و نقصان کی قدرت رکھتے ہوں گے۔

حالانکہ قرآن و احادیث میں حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق یہ صراحت وارد ہے کہ ان حضرات کو بارگاہ خداوندی سے بے پناہ اختیارات و تصرفات حاصل ہوتے ہیں اور یہ انہی اختیارات و تصرفات کو بروئے کار لاتے ہوئے مردوں کو زندہ' بیماروں کو شفا' تنگ دستوں کو فراخ دست اور مشکل میں پھنسے ہوئے لوگوں کی مشکل کشائی فرمادیتے ہیں تو یہ سب ان حضرات کے اختیارات و تصرفات نہیں تو اور کیا ہیں؟

تو یہ لوگ اس سوال کا جواب بڑے ہی عیارانہ پیرائے میں یوں دیتے ہیں کہ ٹھیک ہے یہ حضرات مردوں کو زندہ' بیماروں کو شفا' مشکل میں گھرے ہوئے لوگوں کی مشکل کشائی اور حاجت روائی کیا کرتے تھے یہ سب ان کے معجزات تھے اور فقط یہ کام یہ حضرات اپنی حیات ہی میں انجام دیتے تھے لیکن اب چونکہ یہ زندہ نہیں ہیں اور اپنے انتقال کے بعد اب یہ کچھ بھی نہیں کرسکتے حتیٰ کہ اب انہیں اتنا بھی اختیار نہیں کہ یہ اپنی قبروں سے مکھی ہی اڑادیں اب اگر کوئی ان کے متعلق یہ عقائد رکھے کہ یہ حضرات مشکل کشا اور حاجت روا ہیں تو ایسا کرنا شرک اور یہ شخص مشرک ہے۔ **معاذ اللہ**

گویا ان کی زندگی میں ان کے انہی معجزات کی وجہ سے حاجت روا اور مشکل کشا ماننا اور ان کے ساتھ یہ تمام شرکیہ عقائد رکھنا عین توحید اور عین ایمان تھا لیکن جیسے ہی ان حضرات نے پردہ فرمایا تو یہ تمام امور اب شرک ہوگئے مطلب یہ ہوا کہ زندہ نبی' ولی کے ساتھ اگر شرک کیا جائے تو یہ شرک نہیں ہوگا۔

"بریں عقل و دانش بباید گریست"

ان لوگوں کا یہ کہنا کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام محض اپنی حیات میں ہی اپنے

معجزات کے ذریعے لوگوں کی مشکل کشائی اور حاجت روائی فرمایا کرتے تھے ان کے وصال کے بعد اب انھیں حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنا جائز نہیں اور یہ شرک ہے یہ لوگ اور ان کا یہ کہنا غلط ہے کفر والحاد کے سوا کچھ نہیں اور یہ لوگ علم وشعور، عقل وفہم سے بہت دور ہیں اگر حضرات انبیاء اپنی ظاہری حیات میں لوگوں کی مشکل کشائی اور حاجت روائی فرمایا کرتے تھے اور ایسا کرنا ان کے معجزات تھے تو ان منکرین سے ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ ان حضرات کے معجزات کا باقی نہ رہنا کون سی آیت کون سی حدیث یا کون سی دلیل سے ثابت ہے بتایا جائے ان حضرات کو معجزات سے محروم کرنے یا ان کے معجزات کے سلب ہوجانے پر آپ لوگوں کے پاس کیا ثبوت ہے؟

معجزات رسالت کے لوازمات میں سے ہیں اور ابھی ابھی ہم یہ ثابت کر کے آرہے ہیں کہ رسالت ان حضرات انبیائے کرام کے وصال ظاہری کے بعد بھی باقی رہتی ہے اور رسول کو رسالت بغیر معجزات کے عطا ہی نہیں ہوتی۔

لیکن ان جاہل وگمراہ لوگوں نے رسالت کے لوازمات ہی کا انکار کردیا اور حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے وصال فرمانے کے بعد معجزات کے ختم اور سلب ہوجانے کا فاسد نظریہ قائم کردیا۔

جبکہ ہم اہلسنّت کا یہ عقیدہ ہے کہ موت نبی کی نبوت اور اس کے لوازمات کو اور ولی کے لوازماتِ ولایت اور متعلقاتِ ولایت میں سے کسی بھی امرِ لازم کو زائل کرنے یا سلب کرنے کی ہرگز طاقت وصلاحیت نہیں رکھتی اگر لوازمات وضروریاتِ نبوت وولایت میں سے موت کسی امر کو زائل کردے تو پھر لازم آئے گا ایک ایسا شخص جو نہ نبی ہے اور نہ ہی ولی ہے فقط عام مومن ہے تو موت کے بعد اس کا ایمان بھی زائل اور سلب کردیا جاتا ہوگا۔ **معاذ اللہ**

اور پھر ایسا شخص جو صرف کافر ہو تو لازم آئے گا کہ موت اس شخص کا کفر زائل کردیتی ہوگی۔ **معاذ اللہ**

اس لئے معجزات وکرامات سے تو یہ شخص قطعاً محروم اور ایمان بھی اس کے پاس نہیں اور موت کچھ نہ کچھ کسی نہ کسی کا زائل تو کرتی ہی ہوگی اب اس کے پاس کفر کے سوا کچھ اور نہیں تو

لازم آئے گا کہ موت اس کا یہی کفر ہی زائل کردیتی ہوگی۔ اگر یہ کہا جائے کہ موت نہ کسی کے ایمان کو سلب کرتی ہے اور نہ ہی کسی کے کفر کو زائل کرتی ہے تو میں ان عقل کے اندھوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ تمہاری عقل و خرد پر کس نے پردے ڈال دیئے ہیں جو یہ فاسد و باطل عقائد ونظریات گھڑے بیٹھے ہو کہ موت نبی کے معجزات اور ولی کی کرامات ختم کردیتی ہے آخر موت کو حضرات انبیاء کے معجزات اور حضرات اولیاء کی کرامات سے کیا دشمنی ہے جو صرف معجزات و کرامات کو ہی زائل کرنے پر مامور ہے......؟

افسوس! حضرات اہل اللہ سے بغض وعناد میں کفر والحاد کی حدود میں داخل ہوکر یہ لوگ کس طرح بے باکی کے ساتھ اپنے فاسد نظریات پر فخر محسوس کرنے لگے ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جب کسی کی موت اس کے ایمان یا کفر اور متعلقات کو زائل نہیں کرتی تو یہ موت حضرات انبیائے کرام کے معجزات اور اولیائے کرام کی کرامات (جو کہ متعلقات ولایت و نبوت ہیں) زائل کرنے کی طاقت کیسے رکھ سکتی ہے......؟ جو شخص حضرات اہل اللہ کے انتقال کے بعد ان کے معجزات و کرامات کا انکار کرے وہ جاہل و گمراہ ہے جس طرح یہ حضرات حیات ظاہری میں معجزات و کرامات کے ذریعے بیماروں کو شفا' مشکل میں پھنسے ہوئے لوگوں کی مشکل کشائی' ضرورتمندوں کی حاجت روائی اور دیگر امور میں لوگوں کی امداد و استعانت فرمایا کرتے تھے اسی طرح اب بھی ان حضرات کے معجزات و کرامات باقی ہیں اور یہ اب بھی ان تمام کمالات سے اور ان تمام خوبیوں سے آراستہ ہیں۔

بات بہت دور نکل گئی ہم پھر اپنے منقطع ہونے والے سلسلۂ کلام کو جوڑتے ہیں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے لئے ارشاد فرمایا۔

وَمَا اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ○

''ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا''

قرآن کریم سے آپ کا تمام جہانوں کیلئے رحمت بن کر تشریف لانا ثابت ہوگیا اور یہ

قاعدہ اور اصول ہے کہ:

اِذَا ثَبَتَ الشَّیْءُ ثَبَتَ بِجَمِیْعِ لَوَازِمِہٖ

''جب کوئی شئے ثابت ہوتی ہے تو اپنے تمام لوازمات کے ساتھ ثابت ہوتی ہے''

مطلب یہ کہ کسی شئے کو اس کے لوازمات کے بغیر تسلیم کرنا جاہلوں کا اور ثابت کرنا احمقوں کا کام ہے مثلاً اس بات کو یوں سمجھنا آسان ہے کہ ہم جب یہ کہتے ہیں چار جب ہم سے چار کہنا ثابت ہوگیا تو اس چار نے اپنے لوازمات کو خود بخود ثابت کردیا اور اس کے لوازمات سبھی جانتے ہیں کہ کیا ہیں؟ ظاہر ہے چار اس وقت تک چار ثابت ہو ہی نہیں ہوسکتا کہ جب تک اس کے تمام لوازمات یعنی ایک' دو اور تین کو تسلیم نہ کیا جائے اگر ان لوازمات میں سے کسی بھی لازمی امر کا انکار کیا جائے تو اس صورت میں چار ہرگز چار نہیں رہتا۔

خلاصۂ بحث یہ کہ ان تینوں ہندسوں میں سے کسی کا بھی انکار درحقیقت چار کا انکار مانا جائے گا اس لئے کہ ان کے بغیر چار' چار ثابت ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ یہ تینوں ہند سے چار کے لوازمات میں سے ہیں اس مثال کو پیش کرنے کا مقصد آئندہ ہونے والی گفتگو کو جلد اور آسان طریقے سے سمجھانا ہے۔

ہماری گفتگو یہ ہورہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالمﷺ کو سارے جہانوں کیلئے رحمت کرنے والا بنا کر بھیجا اور آپ کا راحم اللعالمین ہونا قرآن کریم سے ثابت ہے۔

رحمت کرنے والے کے بھی چند لوازمات ہیں جن کو تسلیم کرنا لازمی اور ضروری ہے ان لوازمات کو تسلیم کیئے بغیر اس کے راحم ہونے کا اعتراف کرنا ہرگز مفید نہیں ہم اپنے موضوع کی مناسبت سے ان لوازمات میں سے صرف ایک ہی لازمی امر کا ذکر کریں گے۔

رحمت کرنے والے کیلئے سب سے پہلا اور ضروری امر یہ ہے کہ وہ زندہ ہو اللہ نے آپ کو عقل دی ہے مجھے بتایئے جو خود مردہ ہو وہ دوسروں پر کیا رحم کرے گا؟ وہ تو خود رحمت کا محتاج ہے اگر معاذ اللہ حضور سید عالمﷺ مر کر مٹی میں مل گئے ہوں تو آپ کسی پر رحمت کیسے کرسکتے ہیں؟ رحمت

کیلئے رحمت کرنے والا ضروری ہے رحمت راحم کی صفت ہوتی ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ رحمت کرنے والا خود تو مر کر مٹی میں مل جائے فنا ہوجائے اور ختم ہوجائے لیکن اس کی صفت باقی رہے؟ یہ عقیدہ و نظریہ کفر والحاد کے سوا کچھ بھی نہیں اس لئے کہ رحمت تو آپ کی صفت ہے جب صفت باقی تو موصوف بھی باقی جب آپ کا رحمت ہونا باقی تو آپ کا زندہ ہونا بھی از خود ثابت ہوجاتا ہے۔

لہٰذا یہ تسلیم کیئے بغیر کسی بھی ذی شعور کے پاس چارہ نہیں کہ آپ کا رحمۃ اللعالمین ہونا اور آپ کو راحم تسلیم کرنا اسی صورت درست ہوسکتا ہے کہ جب آپ کو زندہ اور آپ کی حیات کو باقی تسلیم کیا جائے جو آپ کی حیات کا قائل نہیں وہ محض آپ کی اس صفت رحمت کو تسلیم کر کے لوگوں کو دھوکے میں رکھنا چاہتا ہے اس لئے کہ جب موصوف ہی نہ ہو تو صفت ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی اور موصوف کے بغیر کسی صفت کو ثابت کرنا اور تسلیم کرنا جاہلوں اور احمقوں ہی کو زیب دیتا ہے کسی ذی علم اور ذی عقل کو یہ حرکت مناسب نہیں۔

اب دیوبندی حضرات کی کتب سے حیات النبی پر ثبوت ملاحظہ فرمائیے۔

۱) دیوبندی حضرات کے قطب الارشاد رشید احمد گنگوہی صاحب فرماتے ہیں۔

''چونکہ انبیاء علیہم السلام سب کے سب زندہ ہیں اس لئے ان کی آگے وراثت چلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا''

(الکواکب الدری جلد ۱ صفحہ ۴۴۳)

۲) انہی حضرات کے حکیم الامت مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب فرماتے ہیں۔

''حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کیلئے بہت کچھ شرف حاصل ہے کیونکہ جسدِ اطہر اس کے اندر موجود ہے بلکہ حضور خود یعنی جسد مع تلبس الروح (یعنی روح اور جسم کے ساتھ) اس کے اندر تشریف رکھتے ہیں کیونکہ آپ قبر میں زندہ ہیں قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں صحابہ کا بھی یہی اعتقاد ہے حدیث میں بھی نص ہے ''ان نبی اللہ حی فی قبرہ یرزق'' کہ آپ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق بھی پہنچتا ہے''

۳) دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ:

''حضور کیلئے بعد وفات کے بھی حیات برزخی ثابت ہے اور وہ حیات شہداء کی حیات برزخی سے بھی بڑھ کر ہے اور اتنی قوی ہے کہ حیات ناسوتی (دنیاوی) کے قریب قریب ہے چنانچہ بہت سے احکام ناسوت (دنیا) کے اس پر متفرع ہیں دیکھئے زندہ مرد کی بیوی سے نکاح جائز نہیں ہے حضور علیہ السلام ﷺ کی ازواج سے بھی نکاح جائز نہیں اور زندہ کی میراث تقسیم نہیں ہوتی حضور کی بھی میراث تقسیم نہیں ہوتی اور حدیثوں میں صلوٰۃ وسلام کا سماع وارد ہوا ہے''

(الطہور صفحہ ۴۹)

۴) دیوبندی حضرات کے حجۃ الاسلام مولوی قاسم صاحب نانوتوی فرماتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ ہنوز قبر میں زندہ ہیں اور مثل گوشہ نشینوں اور چلہ کشوں کے عزلت گزیں ہیں جیسے ان کا مال قابل اجراء حکم میراث نہیں ہوتا ایسے ہی آپ کا مال بھی محل توریث نہیں''

(آب حیات صفحہ ۱)

۵) یہی نانوتوی صاحب مزید فرماتے ہیں کہ:

''ارواحِ انبیاء کو بدن کے ساتھ علاقہ (تعلق) بدستور رہتا ہے پر اطراف و جوانب سے سمٹ آتی ہے''

(جمالِ قاسمی صفحہ ۱۳)

۶) مزید فرماتے ہیں کہ:

''انبیاء کو ابدانِ دنیا کے حساب سے زندہ سمجھیں گے پر حسب ہدایت ''کل نفس ذائقة الموت'' اور ''اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَیِّتُوْن'' تمام انبیاء کرام علیہم السلام خاص کر حضرت سرور کائنات ﷺ کی نسبت موت کا اعتقاد بھی ضروری ہے''

(لطائف قاسمیہ صفحہ ۴)

۷) مولوی گنگوہی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''آپ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں ''نبی اللہ حی یرزق'' اس مضمونِ حیات کو بھی مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ اللہ نے اپنے رسالہ ''آب حیات'' میں بِمَالاَ مَزِیْدَ عَلَیْہِ ثابت کیا ہے''

(ہدایۃ الشیعہ صفحہ ۲۹)

۸) انہی حضرات کے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ:

''آنحضرت ﷺ زندہ ہیں جیسا کہ اپنی جگہ یہ ثابت ہے اور آپ اپنی قبر میں اذان و اقامت سے نماز پڑھتے ہیں''

(فتح الملہم ج۳ صفحہ ۴۱۹)

۹) مولوی حسین احمد صاحب مدنی لکھتے ہیں کہ:

''وہ (یعنی وہابی) وفاتِ ظاہری کے بعد انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی اور بقاء علاقہ بین الروح والجسم کے منکر ہیں اور یہ حضرات (علمائے دیوبند) صرف اس کے قائل ہی نہیں بلکہ مثبت بھی ہیں اور بڑے زور و شور سے اس پر دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل اس بارہ میں تصنیف فرما کر شائع کر چکے ہیں''

(نقشِ حیات ج۱ صفحہ ۱۰۳)

۱۰) سابق مفتی دارالعلوم دیوبند مولوی شفیع صاحب دیوبندی لکھتے ہیں کہ:

''جمہور امت کا عقیدہ اس مسئلے میں یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام برزخ میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں ان کی حیات برزخی صرف روحانی نہیں بلکہ جسمانی حیات ہے جو حیاتِ دینوی کے بالکل مماثل ہے بجز اس کے کہ وہ احکام کے مکلّف نہیں''

۱۱) آگے لکھتے ہیں:

''خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت حقیقی جسمانی مثل حیات دینوی کے ہے جمہور امت کا یہی عقیدہ ہے اور یہی عقیدہ میرا اور سب بزرگانِ دیوبند کا ہے''

(ماہنامہ الصدیق، ملتان، جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ)

لیکن ان کے بانی مذہب کا تو عقیدہ یہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نہ صرف مردہ بلکہ آپ کا جسم بھی مٹی ہو چکا۔ معاذ اللہ (دیکھئے تقویت ایمان صفحہ ۵۰)

۱۲) سابق مہتمم مدرسۂ دیوبند قاری طیب صاحب فرماتے ہیں کہ:

''احقر اور احقر کے مشائخ کا مسلک وہی ہے جو المہند میں بالتفصیل مرقوم ہے یعنی

برزخ میں جناب رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام بجسد عنصری زندہ ہیں جو حضرات اس کے خلاف ہیں وہ اس مسئلہ میں دیوبند کے مسلک سے ہٹے ہوئے ہیں"

(ماہنامہ الصدیق، ملتان)

"المھنّد" میں ان کا کیا مسلک مرقوم ہے ملاحظہ کیجئے۔

۱۳) "ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلّف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آں حضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ یہ برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو"

(المھند صفحہ ۳۸)

۱۴) مولوی قاسم صاحب نانوتوی لکھتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ کی حیات دنیوی علی الاتصال اب تک برابر مستمر ہے اس میں انقطاع یا تبدل وتغیر جیسے حیاتِ دنیوی کا حیاتِ برزخی ہوجانا واقع نہیں ہوا"

(آب حیات صفحہ ۳۶)

۱۵) ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ:

"حیات نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام دائمی ہے ممکن نہیں کہ آپ کی حیات زائل ہوجائے اور حیات مومنین عرضی ہے زائل ہوسکتی ہے"

(آب حیات صفحہ ۱۵۹)

۱۶) ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔

"ان (انبیاء کرام) کی موت ان کی حیات کی ساتر ہوگی یعنی یہ موت رافع و دافع نہ ہوگی"

(آب حیات صفحہ ۴۷)

۱۷) مفتی دارالعلوم دیوبند مولوی مہدی حسن صاحب فرماتے ہیں۔

"آنحضرت ﷺ اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود اور حیات ہیں"

(ماہنامہ الصدیق ملتان جمادی الاولی ۱۳۷۸)

۱۸) مولوی ادریس صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور لکھتے ہیں۔

''حضرت انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز وعبادات میں مشغول ہیں، اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ برزخی حیات اگر چہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیاتِ حسّی اور جسمانی ہے اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عامہ مؤمنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے''

(حیاتِ نبوی صفحہ۲)

اب ذرا حضرات انبیاء و اولیاء سے توسل اور بارگاہ خداوندی میں انہیں اپنا سفارشی سمجھنے پر حضرات دیوبند کے علماء کا متفقہ فیصلہ بھی انہی کی زبانی ملاحظہ فرمایئے۔

''ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء، وصلحاء واولیاء وشہداء و صدیقین کا توسل جائز ہے ان کی حیات میں یا بعد وفات''

(المہند صفحہ ۳۷)

جھوٹ سراسر جھوٹ بول رہے ہیں آپ!

نہ آپ کا یہ عقیدہ ہے اور نہ ہی آپ کے بڑوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرات اہل اللہ سے توسل کرنا یا انہیں سفارشی سمجھنا جائز ہے بلکہ آپ حضرات رات دن اپنے بانی مذہب کی ان خرافات کی تبلیغ وترویج میں مصروف ہیں کہ:

''جو کوئی کسی مخلوق کو عالم میں متصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل ہی سمجھ کر اس کو مانے سو اس پر شرک ثابت ہوجاتا ہے گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلہ کی طاقت اس کو نہ ثابت کرے''

(تفویت الایمان صفحہ ۲۷)

''پیغمبر خدا کے وقت میں کافر بھی اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ اسی کا مخلوق اور اس کا بندہ سمجھتے تھے اور ان کو اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننی اور نذر و نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر و شرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے سو ابو جہل اور وہ شرک میں برابر ہے''

(تفویت الایمان صفحہ ۱۴)

اصل عقیدہ توسل و شفاعت کے متعلق ان کا یہ ہے کہ یہ لوگ حضرات اہل اللہ سے توسل اور ان کی سفارش کے قائل ہی نہیں ان حضرات اہل اللہ سے توسل کرنا اور انہیں اپنا سفارشی سمجھنا اس مذہب کے عقائد کے یکسر منافی اور ان عقائد کو حضرات اہل اللہ کیلئے روا رکھنے والا دیوبندی مذہب میں ابو جہل سے شرک میں کسی طرح کم نہیں لیکن ملاحظہ فرمایئے کہ کس طرح انبیٹھوی صاحب نے اپنے مذہب وعقیدے سے بغاوت کرکے آناً فاناً روگردانی اختیار کی حالانکہ کتاب تقویۃ الایمان کے انہی عقائد پر ان کے مشائخ نے مذہب دیوبند کی بنیاد رکھی۔

یہاں آ کر ہوسکتا ہے کہ آپ کے تجسس میں اضافہ ہوا ہو کہ آخر انہیں اپنے بنیادی عقائد کے خلاف بغاوت کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

بات یہ ہے کہ جب ان کے یہ عقائد کہ:

۱) حضرات اہل اللہ کو اپنا وکیل و سفارشی سمجھنا اور بارگاہ خداوندی میں انہیں اپنی بخشش ونجات اور حاجت برآری کیلئے وسیلہ سمجھنا ہرگز جائز نہیں اور ایسا کرنا شرک ہے۔

۲) حضور ﷺ مر کر مٹی میں مل گئے۔ **معاذ اللہ**

۳) حضرات اہل اللہ کے مزارات پر حصولِ برکت کی نیت سے جانا شرک ہے۔

۴) شیطان کا علم حضور سید عالم ﷺ کے علم سے زیادہ ہے۔ **معاذ اللہ**

۵) حضور سید عالم ﷺ کا علم غیب پاگلوں، جانوروں اور بچوں کے علم غیب جیسا ہے۔ **العیاذ باللہ**

اس کے علاوہ بھی ان کے دیگر بنیادی عقائد جب علمائے حرمین کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان رذیل اور فاسد عقائد پر ان کے کفر و ارتداد کے فتاوے صادر فرمائے جس کی تفصیل ''حُسام الحرمین'' میں موجود ہے۔

علمائے حرمین کے فتاوٰں کے بعد ان حضرات دیوبند پر زمین تنگ ہوتی چلی گئی اور چاروں طرف سے ان پر لعن وطعن ہونے لگی اور لوگ ان کے باطل عقائد اور فاسد نظریات پر آگاہ ہوکر ان حضرات پر غیظ وغضب میں آگئے۔

علمائے حرمین کے فتاوؤں کے بعد یہ کہیں منہ دکھانے کے بھی قابل نہ رہے تو انہوں نے اپنی منافقت کا کھل کر اظہار کیا اور "المهند" نامی کتاب لکھ کر ان حضرات نے ان تمام عقائد سے وقتی اور محض تحریری بغاوت و روگردانی فقط لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی غرض سے کی حالانکہ "المهند" میں ان لوگوں نے جن عقائد کو کفر و الحاد کا پلندا قرار دیا ہے انہی عقائد کو ان کے مشائخ نے عین ایمان و توحید قرار دیا اور انہی عقائد کو ان کے مشائخ نے توشۂ آخرت سمجھ کر اپنے ساتھ اپنی قبروں میں لے گئے۔

"المهند" میں ان لوگوں نے جن عقائد کو ایمان و توحید قرار دیا ان کی مذہبی اور بنیادی کتاب تفویت الایمان میں انہی عقائد کو کفر و شرک قرار دیا گیا ہے اور ان عقائد کے حامل کو ابو جہل کا ثانی اور اصل مشرک قرار دیا گیا ہے اگر "المهند" کے عقائد کو صحیح تسلیم کیا جائے تو ان عقائد کی رو سے اسماعیل دہلوی کے عقائد ونظریات کفر وارتداد کا پلندا قرار پاتے ہیں اور "تفویت الایمان" نامی کتاب (جو کہ ان لوگوں کے نزدیک ایک الہامی کتاب سے کسی طرح کم حیثیت نہیں رکھتی) کو اگر درست مانا جائے تو پھر "المهند" کے عقائد اور ان عقائد ونظریات کو اپنا سمجھنے والے تقریباً باسٹھ مقتدر علمائے دیوبند کہ جن میں ان کے حکیم الامت بھی شامل ہیں (یعنی اشرفعلی تھانوی صاحب نے بھی "المهند" کے عقائد کو صحیح قرار دیا) تو یہ سب کے سب علمائے دیوبند کافر و مشرک قرار پاتے ہیں کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر "المهند" میں ظاہر کیئے گئے عقائد واقعی حضرات دیوبند کے ہیں تو پھر ان لوگوں کی طرف سے تقویت الایمان نامی کتاب کے عقائد ونظریات کی تبلیغ و اشاعت اور اس کتاب کو عین ایمان قرار دے کر لوگوں کو کیوں اسے خریدنے اور اپنے پاس رکھنے کی ترغیب دی جارہی ہے؟ حالانکہ تفویت الایمان کے عقائد ونظریات "المهند" کے یکسر منافی ہیں لیکن آج ان کے بیسیوں اداریتقویت الایمان کو چھاپنے میں مصروف ہے یہ اور ان کے مشائخ اس کتاب کو لوگوں کو خریدنے کیلئے یہ تاثرات لکھ کر راغب کررہے ہیں۔

"کتاب "تقویت الایمان" نہایت عمدہ کتاب ہے اور ردّ شرک و بدعت میں لاجواب

ہے استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے اور موجب اجر کا ہے اس کے رکھنے کو جو برا کہتا ہے وہ فاسق اور بدعتی ہے"

(فتاویٰ رشیدیہ حصہ اوّل)

"گنگوہی صاحب مزید اس کتاب کی افادیت کیلئے رقم طراز ہیں۔

"کتاب "تقویت الایمان" نہایت عمدہ اور سچی کتاب ہے اور موجب قوت و اصلاح ایمان کی ہے اور قرآن و حدیث کا مطلب پورا اس میں ہے"

(فتاویٰ رشیدیہ حصہ اوّل)

انصاف سے کہیئے! یہ ساری صورتِ حال کیا اس حقیقت سے پردہ نہیں اٹھاتی کہ "المھند" میں ظاہر کیئے جانے والے عقائد محض تحریری و زبانی ہیں ان لوگوں کے قلبی و بنیادی عقائد وہی ہیں جو تقویت الایمان میں درج ہیں۔

پچھلے صفات میں آپ حضرات اہل اللہ کی حیات بعد از انتقال کے متعلق کتاب "تقویت الایمان" اور "المھند" کے مابین تضاد دیکھ چکے ہیں کہ صاحب "تقویت الایمان" حضور ﷺ کی حیات بعد از وصال تو دور کی بات ہے اسے تو آپ کے جسد اطہر صحیح وسالم رہنے کا بھی اقرار نہیں ہے تو حیات کا سوال کہاں؟ اور "المھند" میں اس کے بالکل برعکس عقیدہ ظاہر کیا گیا۔ اسی طرح آپ حضرات "تقویت الایمان" کے حوالے سے حضرات اہل اللہ کو اللہ کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ اور سفارشی سمجھنے والے کے متعلق کفر و شرک کا فتویٰ بھی ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ جبکہ "المھند" میں حضرات اہل اللہ کے توسل اور وسیلہ کو عین ایمان و توحید قرار دیا گیا۔

ان دونوں کتابوں میں درج عقائد کے مابین زمین و آسمان کے فرق سے بھی زیادہ ایک اور فرق ملاحظہ فرمایئے۔

"اولیاء و انبیاء، امام اور امام زادے پیر اور شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے اور ہم کو ان کی فرماں برداری کا حکم کیا ہے ہم ان کے چھوٹے ہیں"

(تقویت الایمان صفحہ ۴۹)

آپ کھلی آنکھوں ملاحظہ فرمائیے کہ ''تقویت الایمان'' کتاب میں حضرات انبیاء کو اپنا بڑا بھائی قرار دیا گیا ہے لیکن دوسری طرف حضرات انبیائے کرام کو اپنا بڑا بھائی قرار دینے والوں کے متعلق ''المھند'' میں ظاہر کیا جانے والا عقیدہ ملاحظہ کیجئے اور بتائیے کیا ان دونوں عقائد کی رو سے ہر ایک عقیدہ کا حامل کافر نہیں؟

''ہم میں اور ہمارے بزرگوں میں سے کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے اور ہمارے خیال میں کوئی ضعیف الایمان بھی ایسی خرافات زبان سے نہیں نکال سکتا اور جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم علیہ السلام کو ہم پر بس اتنی ہی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ ایمان کے دائرے سے خارج ہے''

(المھند صفحہ ۵۴)

بات وہیں لوٹ جاتی ہے کہ جن عقائد کو ''المھند'' میں حضرات دیوبند نے اپنے عقائد ظاہر کر کے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی ہے انہی عقائد کو تفویت الایمان میں کفر و شرک قرار دیا گیا ہے اور ''تفویت الایمان'' تا حال چھپ رہی ہے اور ابھی ابھی چند سطور قبل آپ ان حضرات کے قطب الارشاد اور امام ربانی مولوی گنگوہی کے تفویت الایمان کے متعلق تاثرات پڑھ چکے ہیں کہ جس میں انہوں نے اس کتاب کی اہمیت کو قرآن کریم سے کسی طرح بھی کم قرار نہ دی''المھند''میں ظاہر کیئے گئے عقائد نہ حضرات دیوبند کے ہیں اور نہ انہیں یہ عقائد تسلیم ہیں چنانچہ انہی کے ایک مفتی عبدالشکور ترمذی کا انکشاف ملاحظہ فرمائیے۔

''افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس زمانہ میں بعض وہ حضرات جن کو تلمذ اور شاگردی کا انتساب بھی علمائے دیوبند کے ساتھ حاصل ہے اور اسی لئے وہ اپنے آپ کو دیوبند کی طرف منسوب کرتے اور دیوبندی کہلاتے ہیں لیکن اس کے باوجود عقائد دیوبند کی اس مسلکی دستاویز اور وثیقہ (یعنی المھند) کے مندرجات سے ان کو نہ صرف اختلاف ہی ہے بلکہ وہ ''علماء دیوبند'' کے ان اجماعی عقائد کے خلاف علی الاعلان تحریر و تقریر میں مصروف ہیں اور طرفہ تماشہ یہ کہ پھر بھی وہ اپنے آپ کو دیوبندی کہلانے پر اصرار کرتے ہیں''

(خلاصہ عقائد علمائے دیوبند صفحہ۴)

بتایئے اگر واقعی "المھند" میں ظاہر کیئے گئے عقائد حضرات علمائے دیوبند کے اور ان کے مشائخ کے حتمی اور حقیقی تھے تو پھر عوام دیوبند اور بعد میں آنے والے علمائے دیوبند کو اپنے انہی اکابرین کے عقائد سے بغاوت کیونکر سوجھی......؟

لا محالہ ماننا پڑے گا کہ ان کے حقیقی اور ختم عقائد وہی ہیں جو کتاب "تقویت الایمان" "براہین قاطعہ" "حفظ الایمان" اور "فتاویٰ رشیدیہ" وغیرہ ان کی بنیادی کتب میں ظاہر کیئے گئے اور "المھند" میں محض لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی غرض سے ان لوگوں نے اپنی ان بنیادی کتب کے عقائد کے خلاف اپنے عقائد ظاہر کیئے جس میں یہ کامیاب نہ ہوسکے اور خود انہی کے چیلوں نے اور بعد میں آنے والوں نے "المھند" کے عقائد کو نہ صرف قبول کرنے سے انکار کیا بلکہ ان عقائد کا رد بھی علی الاعلان کرنا شروع کردیا۔

ہمارا اس تمام کلام اور اس گفتگو کو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر ہم حضرات اہل اللہ کی حیات بعد از وصال کا اقرار کریں یا ان حضرات کو بارگاہ خداوندی میں اپنا سفارشی اور وکیل یا وسیلہ سمجھیں یا ان کے مزارات پر برکت کے حصول اور حاجت برآری کی نیت سے حاضری دینے سے مشرک ٹھہرتے ہیں تو زید اپنے بزرگوں اور اکابرین کے خلاف بھی یہی فتویٰ دے اور انہیں بھی کافر و مشرک قرار دے اس لئے کہ ہم نے یہ تمام عقائد اور امور دیوبندی حضرات کی کتب سے بھی ثابت ہیں اگر ہم ان عقائد کی وجہ سے کافر و مشرک قرار پاتے ہیں تو پھر دیوبندی حضرات کا کوئی عالم بھی کفر و ارتداد سے نہیں بچ سکتا......!

اب آگے منجملہ زید کے حضرات اہل اللہ کے متعلق تمام نظریات و عقائد کا دیوبندی کتب ہی سے جواب دیا جارہا ہے ملاحظہ فرمایئے۔

۱) "مولوی معین الدین صاحب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے وہ حضرت مولانا کی ایک کرامت جو بعد وفات، واقع ہوئی بیان فرماتے تھے کہ

ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاڑہ بخار کی بہت کثرت ہوئی سو جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لے جاکر باندھ لیتا اسے ہی آرام ہوجاتا بس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پر مٹی ڈلواؤں تب ہی ختم کئی مرتبہ ڈال چکا پریشان ہوکر ایک دفعہ مولانا کی قبر پر جاکر کہایہ صاجبزادے بہت تیز مزاج تھے آپ کی تو کرامت ہوگئی اور ہماری مصیبت ہوگئی یاد رکھو کہ اب کے کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے ایسے ہی پڑے رہیو لوگ جوتا پہنے تمہارے اوپر ایسے ہی چلیں گے بس اسی دن سے پھر کسی کو آرام نہ ہوا جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی ویسے ہی یہ شہرت ہوگئی کہ اب آرام نہیں ہوتا۔ پھر لوگوں نے مٹی لے جانا بند کردیا۔

(ارواح ثلاثہ صفحہ۳۹۹)

آپ نے واقعہ ملاحظہ فرمایا اس کے تحت ہم جو چند باتیں کرنا چاہتے ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

۱) اس واقعہ سے صاحب مزار کا زندہ ہونا اور قبر میں دفن ہونے کے باوجود باہر کے یعنی زندہ لوگوں کے احوال کا مشاہدہ کرنا ثابت ہوا اگر صاحب مزار زندہ نہ ہوتے اور لوگوں کے احوال سے باخبر نہ ہوتے تو جب بیٹے نے دوبارہ قبر پر مٹی نہ ڈالنے کی دھمکی دی تو صاحب مزار کو کیسے خبر ہوگئی کہ اب خیر اسی میں ہے کہ یہ علاج و معالجہ کا سلسلہ بند ہو؟ اور پھر ایسا ہی ہوا لہٰذا یہ ساری صورتحال اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ مولوی صاحب اگرچہ دنیا سے رخصت ہوچکے تھے لیکن اس کے باوجود دنیا اور اہل دنیا سے مکمل رابطہ رکھے ہوئے تھے۔

۲) اس واقعے سے صاحب مزار کا تصرف بھی ثابت ہوا اگر صاحب مزار کو تصرف حاصل نہ ہوتا تو جب بیٹے نے یہ کہا کہ ''یاد رکھو کہ اب کے کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے ایسے ہی پڑے رہیو لوگ جوتا پہنے تمہارے اوپر ایسے ہی چلیں گے بس اسی دن سے پھر کسی کو آرام نہ ہوا''

مجھے بتایئے یہ جملہ ''بس اسی دن سے پھر کسی کو آرام نہ ہوا'' کیا اس بات کو واضح نہیں کرتا کہ شفا دینا یا نہ دینے درحقیقت مٹی کا کام نہ تھا بلکہ یہ سب صاحب مزار کی طرف سے تھا کہ جب تک دھمکی وغیرہ نہ تھی تو اس وقت تک مٹی میں شفا ڈالے رکھی اور جیسے ہی بیٹے کے

تیور بگڑے تو اسی دن سے ہی مٹی سے شفا سلب کر لی مجھے بتایئے تصرف و اختیار اگر اس کا نام نہیں تو پھر کس شیئے کا نام ہے......؟

٣) اس واقعے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات اہل اللہ کے مزارات کی خاک میں بھی ان حضرات کی وجہ سے برکت و شفا ہوتی ہے اگر کسی دیوبندی حضرت کو یہ بات تسلیم نہیں تو ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ تمہارے اپنے گھر کے ایک بزرگ کے متعلق تمہارے حکیم الامت اشرفعلی تھانوی صاحب نے جو یہ واقعہ لکھا تو کیا اس واقعہ میں یہ صراحت نہیں کہ ''سو جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لے جا کر باندھ لیتا اسے ہی آرام ہو جاتا''

اگر مٹی میں شفا نہ تھی تو کیا لوگوں کو جنون ہو گیا تھا کہ پورے قبرستان کی قبروں کو چھوڑ کر فقط مولوی یعقوب صاحب ہی کی خاک قبر کو بخار کا چورن بنایا ہوا تھا......؟

اس واقعے کو آپ ایک طرف رکھئے اور ان کا یہ عقیدہ ملاحظہ فرما کر آپ خود ہی جواب دیں کہ آخر یہ سب کیا ہے؟

''کسی سے کوئی بیماری یا کوئی بلا دُور کرنے کی کسی بزرگ کی طرف نسبت کرنا کفر ہے''

(بریلوی فتنہ صفحہ ١٠١)

ہم اگر یہ اعتقاد رکھیں کہ فلاں بیماری سے فلاں بزرگ کی وجہ سے شفا حاصل ہوئی تو ہم پر یہ لوگ کفر و شرک کا فتویٰ داغ دیتے ہیں لیکن یہاں تو ان کے تھانوی صاحب نے بیماری سے نجات کو اپنے گھر کے بزرگ ہی سے نہیں بلکہ ان کی قبر کی مٹی سے منسوب کیا لیکن اس کے باوجود تھانوی صاحب کے ماتھے پر امام الموحدین اور حکیم الامت ہونے کی مہر لگی ہوئی ہے۔

مزارات پر اکتساب فیض کی غرض سے کچھ مدت کسی مزار پر گزارنے کے متعلق ان ہی حضرات کے عمل و اعتقاد میں ایک اور شرمناک تصادم ملاحظہ فرمایئے۔

ان حضرات کے قطب الارشاد فرماتے ہیں کہ:

''میں (یعنی رشید احمد گنگوہی) شاہ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مدت دراز تک بیٹھا ہوں اور مجھ کو شاہ صاحب نے تعلیم بھی کی ہے اور جو کچھ نفع ہوا وہ حضرت حاجی صاحب اور

شاہ عبدالقدوس صاحب ہی کا طفیل ہے''

(تذکرۃ الرشید حصہ دوئم صفحہ ۱۸۹)

کسی کی قبر پر مجاور بن کر بیٹھنا یعنی مدت دراز تک قبر ہی کے پاس رہنا اس کو ان کی مذہبی اور بنیادی کتاب میں جانوروں کا کام بتایا گیا ہے۔

''قبروں پر مجاور بننا شرع میں ہرگز نہیں ٹھہرایا سو ہرگز نہ بنے اور کسی کی قبر پر کوئی شیر رات دن بیٹھا رہتا ہے تو اس کی سند نہ پکڑے کہ آدمی کو جانور کی ریس کرنی نہ چاہئے''

(تقویت الایمان صفحہ ۵۰)

اگر کسی کی قبر پر مجاور بن کر بیٹھنا جانوروں کا کام ہے تو بتایئے گنگوہی صاحب نے شاہ عبدالقدوس صاحب کے مزار پر بیٹھ کر اپنے جانور ہونے کا ثبوت دیا یا نہ......؟

دوسری بات یہ ہے کہ آپ پچھلے صفحات میں یہ پڑھ کر آرہے ہیں کہ تقویت الایمان نامی اس کتاب کے بارے میں گنگوہی صاحب نے یہ کہا کہ:

''قران و حدیث کا مطلب پورا اس میں ہے''

گنگوہی صاحب کی اس عبارت سے آپ کیا سمجھے؟ ان کا مطلب یہ ہے کہ تقویت الایمان میں جن عقائد و امور کو جائز کہا گیا ہے وہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ قرآن وحدیث کے عین مطابق ہیں۔

اور جن عقائد و امور کو ناجائز کہا گیا وہ محض ناجائز ہی نہیں بلکہ قرآن و حدیث کے بھی یکسر منافی ہیں۔

گنگوہی صاحب ازروئے تقویت الایمان شاہ عبدالقدوس صاحب کے مزار پر مدت دراز تک بیٹھ کر ناجائز امر کے مرتکب ہوئے ان کا یہ فعل محض ناجائز ہی نہیں بلکہ قرآن کے بھی خلاف اور حدیث کے بھی یکسر منافی اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ گنگوہی صاحب نے یہ کہا کہ مجھے جو کچھ نفع ہوا یہ شاہ صاحب اور حاجی صاحب (یعنی ان کے پیر) ہی کا طفیل ہے یہ عقیدہ بھی ان کے مذہب میں غیر خدا کیلئے روا رکھنا شرک ہے اور پھر کسی کی قبر کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ مجھے اس قبر سے فائدہ حاصل ہوا ان کے نزدیک گمراہی اور بے دینی کے سوا کچھ نہیں۔

''بہت سی خلقت اسی سے گمراہ ہوگئی کسی نے کہا میرے پیر کی قبر سے مجھ کو وہی فائدہ ہوتا ہے جو پیر سے ہوتا تھا''

(تقویت الایمان ۱۵۰)

ملاحظہ فرمایئے! ان کے نزدیک کسی کے گمراہ ہونے کیلئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے پیر کی قبر کو نفع کا باعث قرار دے جبکہ گنگوہی صاحب نے شاہ عبدالقدوس صاحب کی قبر کے متعلق نہ صرف یہ گمراہ اعتقاد رکھا بلکہ اس کا ببانگِ دہل اظہار بھی کیا لیکن اس کے باوجود نہ گنگوہی صاحب گمراہ ہیں اور نہ ہی ان حضرات کے نزدیک ان کے ایمان و توحید میں کچھ فرق آیا۔

اس کے ساتھ ان کے حکیم الامت مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب کا نقل کردہ اپنے پیر صاحب کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیں۔

''فقیر مرتا نہیں صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو زندگی ظاہری میں میری ذات سے ہوتا تھا فرمایا (حضرت صاحب نے) کہ میں نے حضرت کی قبر مقدس سے وہی فائدہ اٹھایا جو حالت حیات میں اٹھایا تھا''

(امداد المشتاق صفحہ ۱۱۳)

مجھے بتایئے! تھانوی صاحب کے پیر صاحب کا یہ ارشاد ان کے عقیدے کے بالکل منافی ہے یا نہیں؟ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ مجھے میرے پیر کی قبر سے اسی طرح فائدہ حاصل ہوتا ہے جس طرح پیر صاحب کی حیات میں ہوتا تھا تو وہ شخص گمراہ ہے اب بتایئے! اس فتوے اور عقیدے کی رو سے تھانوی صاحب اور ان کے پیر صاحب گمراہ ٹھہرے یا نہیں؟ مزید ملاحظہ فرمایئے انہی حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے متعلق تھانوی صاحب نے لکھا کہ حاجی صاحب نے فرمایا کہ:

''میرے حضرت کا ایک جولاہا مرید تھا بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمایئے حکم ہوا کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا ایک مرتبہ میں زیارت مزار کو گیا وہ شخص بھی حاضر

تھا اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا کہ مجھے ہر روز وظیفہ مقررہ پائیں قبر سے ملا کرتا ہے''

(امداد المشتاق صفحہ ۱۱۷)

پیرانِ دیوبند کی دھاک دلوں پر جمانے کیلئے کس طرح علمائے دیوبند اپنے مذہب و عقیدے پر تازیانے برسانے پر فخر محسوس کررہے ہیں آپ ملاحظہ فرمائیں اپنے بزرگوں کیلئے عقیدت کی فراوانی اور دل میں موجود ان حضرات کا جذبہ توقیر کا نظارہ۔

لیکن دوسری طرف انہی حضرات دیوبند کا حضرات اہل اللہ کے مزارات کیلئے تنگ نظری اور دل میں موجود ان حضرات اہل اللہ کیلئے بغض وعناد کا نظارہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

''جو شخص اپنی حاجت روائی کیلئے اجمیر جائے یا سید سالار مسعود غازی کے مزار پر یا اسی طرح دوسری جگہ پر مراد مانگے یقیناً اس کا گناہ زنا اور ناحق قتل کرنے سے بھی بڑا ہے''

(انکشاف صفحہ ۱۰۴ راہ سنت صفحہ ۱۶۳)

ان کے بانی مذہب کی بھی سنتے جائیں۔

''قبر پر اپنی حاجت مراد کے واسطے یا مراقبہ کرنے کو یا مجاور خادم بن کر بیٹھنا حرام ہے کسی ہی کی قبر ہو''

(تقویت الایمان صفحہ ۱۵۳)

بتائیے عقیدے اور واقعے میں زمین و آسمان کے مابین فرق سے بھی زیادہ فرق ہے یا نہیں؟اب کون ہوگا جو اس صورتحال میں ان لوگوں کو آسیب زدہ نہ قرار دے؟

اگر پیرانِ دیوبند کے مزاروں پر حاضری دینا اور وہاں دستگیری اور حاجت برآری کیلئے عرض پیش کرنا عین ایمان وتوحید ہے تو پھر حضرات اہل اللہ کے مزاروں اور بالخصوص حضور خواجہ غریب نواز کے مزار پر اس نیت سے حاضری دینا کیونکر ناجائز وحرام ہوسکتا ہے؟

یہاں تک ہم نے انتقال کردہ بزرگوں کے فیوض و برکات اور ان کے مزارات پر حاضری دینے کے نتیجے میں ملنے والے ثمرات کو دیوبندی لٹریچر سے ثابت کیا ہے اب آگے زندہ بزرگوں سے مدد و استعانت کے جواز اور ان بزرگوں کے مشکل کشا اور حاجت روا ہونے پر دیوبندی لٹریچر ہی سے چند دلائل ملاحظہ فرمائیے۔

دیوبند حضرات کے حکیم الامت مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب اپنی کتاب ''امداد المشتاق'' میں اپنے پیر حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی مدد و استعانت کے متعلق ایک عجیب و غریب واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ پیرانی صاحبہ کہتی ہیں کہ:

''ایک بار میرے بھتیجے حج کو آتے تھے آگبوٹ (بڑی کشتی) تباہی میں آ گیا حالت مایوسی میں انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک طرف حاجی صاحب اور دوسری طرف حافظ جیو صاحب آگبوٹ کو شانہ دیئے ہوئے تباہی سے نکال رہے ہیں صبح کو معلوم ہوا کہ آگبوٹ دو دن کا راستہ طے کر کے صحیح و سالم کنارے پر لگ گیا''

(امداد المشتاق صفحہ ۱۴۱)

اسی صفحے پر دو سطور نیچے لکھا ہوا ہے کہ:

''ہنگام واپسی از عرب یہ معلوم کر کے کہ بحر ہند میں بہت جوش ہے مجھ کو آگبوٹ میں اکثر انتشار ہوتا تھا۔ مگر اسی حالت میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ آگبوٹ کے داہنے بائیں حضرت صاحب قبلہ (امداد اللہ صاحب) اور حضرت شیخی مولانا محمد ادریس صاحب نگرامی مدظلہ چلے آ رہے اور آگبوٹ کو سنبھالے ہوئے الحمدللہ ۵ صفر ۱۳۱۴ھ کو بخیر و عافیت کرانچی (کراچی) بندر پہنچ گئے اور کسی دن غیشان تک نہیں ہوا''

(امداد المشتاق صفحہ ۱۴۱)

اس کے ساتھ گنگوہی صاحب کے ایک مرید کی بھی سنتے جایئے۔

مولوی محمود حسین صاحب ایک بار حج کے سفر سے واپس آ رہے تھے کہ راستے میں ان کے جہاز کو شدید طوفان نے آلیا اور ان کا جہاز طوفان میں پھنس گیا طوفان بڑا شدید تھا اور اس وجہ سے پورے جہاز میں ایک کہرام مچا ہوا تھا۔ موت کے خوف سے بجز چیخ و پکار کے اور کوئی آواز نہ آتی تھی اب اس سے آگے اصل کتاب سے واقعہ ملاحظہ فرمایئے لکھا ہے کہ:

''اسی حالت میں شام ہوگئی۔ طوفان کی تیزی بدستور اور تلاطم کا زور و شور اسی حال پر قائم تھا کہ کبھی یہ کنارہ اوپر جائے اور وہ کنارہ پانی میں ڈوبے اور کبھی اس کا برعکس آخر رات ہوئی تو

کس کا سونا اور کیسا آرام جہاز کے تمام مسافروں سے ہراسان اور گریاں جیسے بیٹھے تھے اسی طرح رات گزاردی آخر شب میں مجھ پر کچھ غنودگی کی ایسی حالت طاری ہوئی جس کو خواب و بیداری کے بین بین کہنا چاہئے کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ دریا میں کھڑے، ہیں اور ایک کشتی کو جو گہری دلدل میں پھنسی ہوئی ہے نکالنے کیلئے سہارا دے رہے اور زور لگارہے ہیں فوراً ہی مجھے ہوش آ گیا ایک ڈھارس بندھ گئی کہ اب انشاء اللہ نجات ملی خدا کی شان کہ چند لحظہ کے بعد ہی طوفان رفع ہوگیا اور جہاز اپنی اصل حرکت پر آ گیا۔ اس وقت کپتان نے کہا کہ جہاز میرے اختیار سے باہر ہوکر راستہ سے ڈھائی سو میل علیحدہ ہولیا ہے تم لوگوں کی خوش نصیبی ہے کہ سمندر میں کسی پہاڑ سے ٹکرایا نہیں ورنہ ٹکرا کر پاش پاش ہوجاتا"
(تذکرۃ الرشید صفحہ ۲۱۶ حصہ دوئم)

ان واقعات کے تحت ہم جو چند باتیں کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ پیرانِ دیوبند علم غیب بھی رکھتے تھے اور یہ علم غیب ہی کی وجہ تو تھی کہ یہ حضرات اپنے مریدین اور معتقدین کے حالات سے مکمل باخبر تھے خواہ ان کے مریدین زمین کے کسی کونے میں ہوں یا سمندر کے کسی حصے میں ہوں بہرحال مریدوں کے حالات سے یہ غافل نہ ہوتے تھے اور مریدین پر آنے والے مصائب و آلام سے بھی واقف ہوتے تھے اگر یہ بات نہ تھی تو مجھے بتایئے سمندر کی طغیانی میں مریدان دیوبند کا طوفان و موت کے درمیان گھر جانا انہیں کیسے معلوم ہوا؟ اور اگر یہ اس بات سے بے خبر ہوتے کہ ہمارے مرید اس وقت کہاں ہیں؟ سمندر میں یا زمین کے کسی کونے میں تو بتایئے پھر پیرانِ دیوبند زمین کی لامحدود وسعت اور سمندر کی ناپید کنار وسعتوں میں ادھر ادھر بھٹکنے اور تلاش کرنے کے بجائے سیدھا جائے حادثہ پر کیسے پہنچے......؟

۲) دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ یہ حضرات صرف علم غیب ہی نہ رکھتے تھے بلکہ یہ لوگوں کو مصیبت اور مشکل سے نجات دلانے کیلئے بھی مکمل اختیار و قدرت رکھتے تھے اگر ان میں نفع اور کسی کو نقصان دینے کی طاقت نہ ہوتی تو یہ حضرات یوں چشم زدن میں جائے حادثہ پر پہنچ کر جہاز کو مسافروں سمیت مصیبت اور مشکل سے نکالنے میں ہرگز کامیاب نہ ہوتے۔

حالانکہ ان ہی لوگوں کے مذہب میں کوئی کسی کی مصیبت اور مشکل دور کر ہی نہیں سکتا اس لئے کہ کسی میں یہ طاقت ہے ہی نہیں۔

''بھلائی برائی نفع ونقصان کا اختیار اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہیں۔ خواہ وہ نبی ہو یا ولی' امام ہو یا شہید' غوث ہو یا قطب' جن ہو یا فرشتہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور میں نفع ونقصان کی قدرت ازخود یا خدا کی بخشی ہوئی جاننا اور ماننا شرک ہے''

(درس توحید)

آپ ایک طرف اس عقیدے کو رکھیں اور دوسری طرف ان واقعات کو رکھیں۔ بتایئے کیا یہ دونوں ایک دوسرے کو نہیں جھٹلا رہے ہیں؟

عقیدہ یہ ہے کہ کسی میں بھی خواہ وہ نبی ہی کی ذات کیوں نہ ہو نفع ونقصان کی قدرت نہ ازخود ہے اور نہ ہی خدا کی بخشی ہوئی ہے اور خدا کے سوا کسی میں بھی نفع ونقصان کی قدرت ثابت کرنا یہ شرک ہے خواہ اس قدرت کو اللہ ہی کی عطا و بخشش ثابت کیوں نہ کی جائے بہرحال ہر طرح شرک ہے اور ایسا اعتقاد رکھنے والا مشرک ہے اور واقعات میں اس بات کی صراحت ہے کہ پیرانِ دیوبند بھلائی اور نفع پہنچانے کا مکمل اختیار اور قدرت رکھتے تھے جبھی تو یہ منہ اٹھائے اپنے مریدین اور معتقدین کی امداد کیلئے چل پڑے تھے اگر ان میں نفع اور بھلائی پہنچانے کی قدرت نہ ہوتی تو یہ طوفان اور سمندر کی طغیانی میں پھنسے ہوئے لوگوں کی امداد کے واسطے کیوں جاتے؟ اور مسافروں کو جہاز سمیت طوفان کی تیز وتند ہواؤں کا رخ موڑ کر اور سمندر کی بدمست لہروں اور خونخوار موجوں سے چھڑا کر بچانے میں کامیاب کیسے ہوتے؟

اب یہاں مفتیانِ دیوبند سے یہ سوال ہم ضرور کریں گے کہ بتایا جائے اگر کسی میں نفع و بھلائی پہنچانے کا اختیار ہی نہیں نہ ازخود اور نہ ہی خدا کا عطا فرمایا ہوا تو پھر ان بزرگانِ دیوبند میں نفع و بھلائی پہنچانے کی قدرت و اختیار کہاں سے آ گیا؟

بہرحال اگر اس عقیدے کو درست تسلیم کیا جائے تو یہ سارے واقعات جھوٹے اور من گھڑت قصوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے اور اگر ان واقعات کو صحیح مانا جائے تو پھر متذکرہ بالا

عقیدہ حضراتِ انبیاء و اولیاء کی عظمتوں کا مذاق اڑانے کا ذریعہ اور کفر والحاد کے سوا کچھ نہیں۔

۳) تیسری یہ بات معلوم ہوئی کہ پیرانِ دیوبند کی توجہ کمال کے انتہائی درجے پر پہنچی ہوئی تھی اور امور کے ساتھ ساتھ ہمہ وقت مریدوں پر بھی رہتی تھی یہی وجہ تھی کہ مریدوں کو اپنے پیروں کو پکارنے اور اپنی طرف متوجہ کرنے کی زحمت ہی اٹھانا نہ پڑتی تھی مریدوں کو مشکل میں پھنسنے میں تو دیر ہوجاتی تھی لیکن پیروں کا وہاں حاضر و موجود ہونے میں کوئی وقت نہیں لگتا تھا۔ ادھر مرید پھنسا اور ادھر بن پکارے مدد کیلئے پیر پہنچا یہ ہم کوئی قیاس آرائی نہیں کررہے ہیں بلکہ آپ خود ان واقعات میں ملاحظہ کرسکتے ہیں کہ مریدوں کا اپنے پیروں کو پکارنا کہیں بھی ثابت نہیں۔ بلکہ جیسے ہی مریدین مصیبت میں پھنسے ویسے ہی پیروں کو وہاں موجود پایا۔

اپنے بزرگوں کیئے جذباتِ عقیدت کی یہ وارفتگی آپ ایک طرف رکھئے اور اللہ کے حبیب اور سب سے افضل رسول حضور سرور کونین علیہ کے حق میں لب و لہجہ کی بے اعتنائی زبان کی بے حیائی اور عقیدے کی بے باکی سامنے رکھ کر خود انصاف ۔سے فیصلہ فرما کر جواب دیجئے کیا یہ ایمان و اسلام کیلئے زہر قاتل نہیں؟

''بہت امور میں آپ کا (یعنی اللہ کے محبوب علیہ کا) خاص اہتمام سے توجہ فرمانا اور فکر و پریشانی میں واقع ہونا اور باوجود اس کے پھر مخفی رہنا ثابت ہے قصہ افک میں آپ کی تفتیش و استکشاف بابلغ وجوہ صحاح میں مذکور ہے مگر صرف توجہ سے انکشاف نہیں ہوا''

(حفظ الایمان)

بانی دارالعلوم دیوبند کی بھی ہرزہ گوئی ملاحظہ کرتے جائیں۔

''احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ علیہ کو بعض اقوال و افعال مومنین کی کچھ خبر نہیں ہوئی قصہ افک سے روشن ہے کہ رسول اللہ علیہ نے کس قدر اس باب میں تجسس کیا اور پھر بایں ہمہ قبل نزول وحی کچھ معلوم نہ ہوا حضرت علی بوجہ شکر رنجی باہمی جو حضرت طاہرہ مطہرہ فاطمہ زہرا سے پیش آئی تھی مسجد میں جاکر سو رہے اور آپ کو یہ معلوم نہ ہوا کہ حضرت علی کہاں چلے گئے۔ ورنہ سوال کی کیا حاجت تھی''

(آب حیات صفحہ ۱۳۷)

اگر سوال کرنا اس بات کی علامت ہے کہ اس سوال کرنے والے کو اس کے متعلق علم نہیں جبھی تو سوال کررہا ہے ورنہ سوال کی کیا حاجت تھی؟ تو اس کے متعلق صرف اتنا ہی عرض کر کے واپس اپنے اصل موضوع کی طرف آئیں گے کہ اس طرح تو پھر رب کائنات کا بھی بے علم و بے خبر ہونا لازم آتا ہے مشہور روایت ہے کہ کل قیامت میں ہر ایک آدمی سے چار سوالات ہونے ہیں۔

۱) عمر کس کام میں گزاری۔

۲) جوانی کیسے گزاری۔

۳) مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔

۴) علم کتنا حاصل کیا اور اس پر کتنا عمل کیا۔

(بیہقی شریف)

یہ سارے سوالات خود رب کائنات ہر ایک آدمی سے کرے گا تو کیا یہ گمراہ ٹولہ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرسکتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو لوگوں کے متعلق ان باتوں کا علم ہوتا تو اسے سوال کی کیا حاجت تھی؟ معلوم ہوا اللہ کو علم ہی نہیں جبھی تو وہ سوال کرے گا۔ **معاذ اللہ**

گر همیں مکتب وهمیں ملاست
کار طفلاں تمام خواہد شد

معلوم نہیں کہ عقل وخرد کے عوض کیا کھا کر بیٹھے ہوئے ہیں جو ایسے نتائج قرآن واحادیث سے اخذ کر کے اپنے عقائد گھڑ رہے ہیں۔

بہرحال یہ تو ہم نے ضمناً عرض کردیا ہے درحقیقت ہمیں بتانا یہ مقصود ہے کہ ایک طرف تو اپنے پیر کیلئے یہی تھانوی صاحب یہ ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں کہ ہمارے پیر صاحب کے علم وتوجہ سے سمندر کی ناپید کنار وسعتوں میں کوئی کشتی تک باہر نہیں تو اور کیا شئے باہر ہوسکتی ہے؟ اپنے پیر کیلئے تو جذباتِ عقیدت کا یہ عالم ہے لیکن حضور سید کائنات کیلئے مسجد میں سوئے ہوئے حضرت علی بلکہ خود اپنے گھر میں موجود اپنی زوجہ محترمہ کے احوال پر مطلع ہونا ان حضرات کو بالخصوص انہی تھانوی صاحب کو قطعاً تسلیم نہیں۔

اپنے پیرانِ دیوبند کیلئے یہ عقائد گھڑے بیٹھے ہیں کہ ان حضرات کو وہ مقام حاصل تھا کہ کہیں توجہ کی ضرورت ہی نہ پڑتی ادھر کوئی مصیبت میں مبتلا ہوا اور ادھر ان کو خبر ہوگئی لیکن حضور سید الکل کیلئے عقیدہ یہ ہے کہ آپ کی توجہ کرنے کے باوجود اور اپنی زوجہ پر لگنی والی تہمت کی حقیقت اور اس کے علم کی خواہش کرنے کے باوجود حقیقت حال آپ پر منکشف نہ ہوئی ایک طرف آپ ان حضرات دیوبند کا اپنے پیروں کیلئے گھڑے ہوئے ان قصوں کو رکھیں اور دوسری طرف انہی حضرات کے رسول کائنات ﷺ کے حق میں ان عقائد کو رکھیں اور بتائیں سرکار دو عالم ﷺ کے حق میں گھڑے ہوئے یہ عقائد کفر والحاد نہیں تو اور کیا ہیں......؟

ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیے کہ حاجی امداد اللہ صاحب کے ایک مرید کسی بحری جہاز میں سفر کر رہے تھے کہ ایک تلاطم خیز طوفان سے جہاز ٹکرا گیا قریب تھا کہ موجوں کے ہولناک تصادم سے اس کے تختے پاش پاش ہوجاتے اب آگے مزید واقعہ جاننے کیلئے خود راوی کی زبانی ملاحظہ فرمائیے۔

''انھوں نے جب دیکھا کہ اب مرنے کے سوا چارہ نہیں اسی مایوسانہ حالت میں گھبرا کر اپنے پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کیا کہ اس وقت سے زیادہ کون سا وقت امداد کا ہوگا اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر اور کارساز مطلق ہے اسی وقت آگبوٹ غرق سے نکل گیا اور تمام لوگوں کو نجات ملی اگلے روز مخدوم جہانیاں اپنے خادم سے بولے ذرا میری کمر دباؤ نہایت درد کرتی ہے خادم نے دباتے دباتے پیراہن مبارک جو اٹھایا تو دیکھا کہ کمر چھلی ہوئی ہے اور اکثر جگہ سے کھال اتر گئی ہے پوچھا حضرت یہ کیا بات ہے کمر کیوں کر چھلی؟ فرمایا کچھ نہیں پھر پوچھا۔ آپ خاموش رہے تیسری مرتبہ پھر دریافت کیا حضرت یہ تو کہیں رگڑ لگی ہے اور آپ تو کہیں تشریف بھی نہیں لے گئے فرمایا ایک آگبوٹ ڈوبا جاتا تھا۔ اس میں تمہارا ایک دینی اور سلسلہ کا بھائی تھا اس کی گریہ وزاری نے مجھے بے چین کردیا اور آگبوٹ کو کمر کا سہارا دے کر اوپر کو اٹھایا جب آگے چلا اور بندگانِ خدا کو نجات ملی۔ اسی سے چھل گئی ہوگی اور اسی وجہ سے درد ہے مگر اس کا ذکر نہ کرنا''

(کرامات امدادیہ صفحہ ۱۸)

اگر یہ واقعہ صحیح اور سچا ہے تو پھر اس عقیدے کا کیا کیا جائے کہ جس کا اظہار ان کے بانی

مذہب نے اپنی کتاب میں کر دیا ہے۔

''حاجتیں برلانی بلائیں ٹالنی مشکل میں دستگیری کرنی' برے وقت میں پہنچنا یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء و اولیاء کی پیرو شہید کی بھوت و پری کی یہ شان نہیں جو کوئی کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے...... اور مصیبت کے وقت اس کو پکارے سو وہ مشرک ہوجاتا ہے اور اسکو اشراک بالتصرف کہتے ہیں''

ایک سطر نیچے اسی صفحے پر لکھا ہوا ہے کہ:

''پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے''

(تقویت الایمان صفحہ ۱۵)

غور فرمایئے! حضرت انبیاء و اولیاء میں تو ان کمالات کو اللہ کی عطا سے تسلیم کرنے کی بھی ان کے مذہب میں اس لئے اجازت نہیں کہ یہ سب کمالاتِ الوہیت ہیں لیکن اس سوال کا سامنا کیئے بغیر حضرات دیوبند کیسے رہ سکتے ہیں کہ اگر واقعی یہ کمالات و صفات صرف خدا کی ہیں اور غیر خدا میں ان کمالات کو ثابت کرنا شرک ہے تو یہ علمائے دیوبند انہی کمالات کو اپنے پیر میں ثابت کرنے کے باوجود تا حال مفتیانِ دیوبند کے نزدیک پکے سچے توحیدی اور مومن کیوں ہیں؟

دوسری بات یہ کہ اگر واقعی مشکل میں دستگیری کرنا اور برے وقت میں پہنچنا صرف اللہ ہی کی شان ہے تو یہ شانِ خدا حاجی صاحب کو کس نے عطا کردی تھی جو چشم زدن میں جائے حادثہ پر پہنچ کر آ گبوٹ کو مثل کھلونا سمجھتے ہوئے کمر پر اٹھا کر غرق ہونے سے بچا آنے میں کامیاب ہوئے؟ مزید یہ کہ انہی کے بانی مذہب کے عقیدے کی رو سے غیر خدا میں نہ اللہ کی بخشی ہوئی اور نہ ہی اس کی اپنی ذاتی طاقت موجود ہے کہ وہ کسی کے برے وقت میں پہنچ جائے یا کسی کی مشکل میں دستگیری کرے یہ سب صرف اور صرف اللہ ہی کی شان اور اُسی کی صفات ہیں لیکن مجھے انصاف سے بتایئے اپنے مریدوں کے برے وقت میں پہنچ کر اور مشکل میں ان کی دستگیری فرما کر ان ہی کے مذہب و عقیدے کی رُو سے پیر دیوبند نے کیا اپنے خدا ہونے کا ثبوت فراہم

نہ کیا؟ اگر یہ کہیں کہ نہیں اس بات سے ان میں خدائی صفات کا ہونا یا ان کا خدا ہونا ہرگز لازم نہیں آتا۔ تو میں ان سے پوچھنا چاہوں گا۔ پھر جب کوئی مسلمان حضرات اہل اللہ کے حق میں یہ عقائد روا رکھے تو تم پر اس وقت کیا قیامت ٹوٹ پڑتی ہے جو چھوٹے بڑے مل کر اس مظلوم مسلمان پر کفر و شرک کے فتوؤں کی بوچھاڑ محض انہی جھوٹے الزامات پر کر دیتے ہو کہ یہ شخص حضرات اہل اللہ میں خدائی صفات مان کر انہیں خدا کے برابر کر بیٹھا۔ لاکھ وہ مظلوم یہ کہتا رہے کہ میں ہرگز ان نفوس قدسیہ میں خدائی صفات کو تسلیم کرنے کا مرتکب نہیں ہوا اس لئے کہ میں نے ان حضرات کے ان کمالات کو خدا کی دین اور اسی ہی کی عطا قرار دی ہے۔

لیکن آپ کے ہاں اس عطائی اور ذاتی تفریق کو قطعاً کوئی اہمیت اور ان میں کوئی فرق نہیں سمجھا جاتا۔ اور تقویت الایمان کا یہ فتویٰ اس مسلمان پر لگانے کیلئے آپ حضرات کی زبان کی نوک پر ہوتا ہے۔

''پھر خواہ یوں سمجھے ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے۔ خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے''

(تقویت الایمان صفحہ ۱۵)

اس موضوع کا یہ آخری واقعہ ملاحظہ فرمایئے محبوب علی نقاش صاحب حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے کوئی معتقد ہوئے گزرے ہیں وہ بیان کرتے ہیں ہمارا جہاز سمندر میں غرق ہوا چاہتا تھا کہ:

''میں مراقب ہو کر آپ سے ملتجی ہوا آپ نے مجھے تسکین دی اور آگبوٹ کو تباہی سے نکال دیا''

(امداد المشتاق صفحہ ۱۲۴)

''میں مراقب ہو کر آپ سے ملتجی ہوا'' یہ جملہ صاف بتا رہا ہے کہ مرید صاحب نے گلا پھاڑ پھاڑ کر پیر صاحب کو امداد کیلئے نہ پکارا بلکہ اپنے سر کو اپنے دل پر جھکا کر محض پیر صاحب کا تصور ہی جمایا تھا کہ ادھر ہزاروں میل دور پیر صاحب کو خبر بھی ہوگئی حالانکہ خود ان کے فاضل موحد نے تقویت الایمان میں اسی پر یہ فتویٰ دیا''

(کسی بزرگ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ) ''جو خیال و وہم میرے دل پر گذرتا ہے وہ سب سے واقف ہے سو ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے''

(تقویت الایمان صفحہ ۱۵)

حالانکہ اس واقعہ میں اسی شرکیہ عقیدے اور فعل کی صراحت موجود ہے کہ مرید نے دل ہی میں یعنی مراقب ہوکر اپنے پیر سے التجا کی اور پیر صاحب اس قلبی ارادے پر مطلع ہوکر امداد کرنے بھاگ پڑے۔

اور سب سے عجیب تماشہ یہ ہے کہ یہی تھانوی صاحب اپنی دوسری کتاب ''بہشتی زیور'' میں کفر و شرک کی باتوں کی لمبی فہرست بنا کر انہی باتوں میں ان عقائد کو بھی شرکیہ قرار دیا کہ ''کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگئی (کفر و شرک ہے)

(بہشتی زیور حصہ ا صفحہ ۳۲)

کسی بزرگ کو پکارنا اور پھر اس پکار پر کسی بزرگ کے خبردار ہوجانے پر تو تھانوی صاحب کو شرک نظر آ گیا لیکن خود اپنے ہی ہاتھوں سے نکلنے والی دوسری کتاب ''امداد المشتاق'' میں اپنے ہی قلم سے نکلنے والے اس واقعے میں مرید صاحب کے دل کی خاموش زبان کا استغاثہ اور اس پر پیر صاحب کا خبردار ہوجانا عین ایمان و توحید کیونکر نظر آیا؟ اور اس پر مزید یہ کہ یہ پکارنا اور حضرات اہل اللہ سے امداد طلب کرنا صرف تھانوی صاحب ہی کے نزدیک کفر و شرک نہیں کہ تھانوی صاحب کے متعلق کوئی دیوبندی حضرت یہ عُذر پیش کرے کہ ہمارے حکیم الامت صاحب کے ذہن نے کام نہ کیا ہوگا آخر وہ بشر تھے۔ غلطی ہوگئی ہوگی وہ جن عقائد کو اپنے پیر صاحب کے حق میں جائز تسلیم کرتے تھے ان ہی عقائد کو وہ حضرات انبیاء یا اولیاء کیلئے کفر و شرک کیسے قرار دے سکتے ہیں؟

بلکہ ان کی مذہبی اور بنیادی کتاب میں بھی اسے کفر و شرک ہی قرار دیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

''یہ جو بعضے لوگ اگلے بزرگوں کو دور دور سے پکارتے ہیں اور اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو کہ وہ اپنی قدرت سے ہماری حاجت روائی کرے اور پھر یوں سمجھتے ہیں کہ ہم نے کچھ شرک نہیں کیا۔ اس واسطے کہ ان سے حاجت نہیں مانگی بلکہ دعا کروائی ہے سو یہ بات غلط ہے اس واسطے کہ گو اس مانگنے کی راہ سے شرک نہیں ثابت ہوتا لیکن پکارنے کی راہ سے ثابت ہوجاتا ہے کہ ان کو ایسا سمجھا کہ دور سے اور نزدیک سے برابر سن لیتے ہیں جبھی ان کو اس طرح سے پکارا''

(تقویت الایمان ۲۴)

ہم اگر حضرات اہل اللہ کے متعلق یہ اعتقاد رکھیں کہ یہ حضرات اپنے پکارنے والوں کی پکار سن کر ان کی امداد کے واسطے پہنچ جاتے ہیں تو ان کے نزدیک ہمارے ایمان کو سنبھلنے کا کوئی موقع ہی نہیں ملتا اور ہم آناً فاناً کافر و مشرک بن جاتے ہیں لیکن اپنے مذہبی خاندان کے بزرگوں کے حق میں دل کی خاموش زبان کے استغاثہ پر مطلع ہونے کو ثابت کرنے اور مصیبت میں اپنے قبیلے کے بزرگوں سے امداد چاہنے کے باوجود نہ ان کی توحید بگڑی اور نہ ہی ایمان پر کوئی آنچ آئی تاحال توحید و ایمان کے سچے علمبردار ہونے کی مہر ان لوگوں نے اپنے ماتھوں پر لگائی ہوئی ہے۔

اسی کے ساتھ ہم اس موضوع کو یہیں آکر ختم کرتے ہیں کہ اب یہ مختصر سی کتاب مزید کسی طوالت کی متحمل نہیں اگرچہ اس موضوع پر دیوبندی کتب میں اب بھی مزید وافر مقدار میں مواد موجود ہے لیکن ہم اتنے ہی دلائل پر اکتفا کرتے ہوئے بس اتنا اور عرض کریں گے کہ زید نے حضرات اہل اللہ کے حق میں ہمارے جن اعتقادات کو کفر و شرک قرار دیا ہم نے انہی اعتقادات کو انہی کے مذہبی لٹریچر سے ثابت کر دکھایا ہے جن عقائد کو زید نے کفر و شرک کہا ان میں منجملہ یہ تھے۔

۱) حضرات اہل اللہ کے بعد از انتقال حیات کا انکار۔

۲) ان کے حاجت روا ہونے کا انکار۔

۳) ان کے مشکل کشا ہونے کا انکار۔

۴) حیات ظاہری اور بعد از وصال حضرات اہل اللہ سے مدد طلب کرنے اور ان حضرات میں اس کی قدرت و طاقت کا انکار

۵) ان حضرات کا مخلوقات کے احوال پر مطلع ہونے کا انکا۔

۶) ان حضرات اہل اللہ کے مزارات کے فیوض و برکات کا انکار۔

۷) اور ان کے مزارات پر حاضری دینے والوں کے صاحب ایمان ہونے کا انکار۔

اہلسنّت کے ان اعتقادات کو زید نے کفر و شرک کہا اگر ہم ان تمام امور پر قرآن و احادیث اور اکابرین امت کے ارشادات کے تحت کلام کرتے تو ہوسکتا تھا کہ زید یا کوئی بھی اس

کا ہم خیال اور ہم مذہب ان دلائل سے یہ کہہ کر پہلو تہی کرتا کہ نہیں اس آیت یا حدیث کا یہ مطلب نہیں یہ مطلب ہے یوں نہیں یوں ہے تو بات سمجھانے سے بھی اس کی موٹی عقل میں نہ آتی لہٰذا ہم نے مناسب یہی سمجھا کہ ان سب امور کا صرف انہی کے مذہبی لٹریچر سے جائز ہونا ثابت کیا جائے سو ہم نے ان کا جائز ہونا ثابت کر دیا۔ اب اگر زید ان تمام عقائد و نظریات کو کفر و شرک کہتا ہے تو ہم اس سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ یہ تمام عقائد و نظریات تمہارے اکابرین نے اپنے قبیلے کے بزرگوں کے حق میں کیونکر روا رکھے؟ اور غیر اللہ ہونے میں سب برابر لہٰذا اس طرح زید کے فتوے کی رو سے اس کے تمام اکابرین کافر و مشرک ٹھہرتے ہیں کیونکہ انہوں نے یہ تمام کمالات اپنے پیروں میں ثابت کرنے کیلئے واقعات و قصے گھڑے لہٰذا یہ تمام قصے بھی پھر زید کے فتوے کی رو سے من گھڑت اور جھوٹے ثابت ہوتے ہیں اور اگر ان تمام واقعات کو درست مان کر ان پیرانِ دیوبند میں ان کمالات کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر حضرات اہل اللہ میں ان تمام کمالات کو نہ تسلیم کرنا کفر و گمراہی کے سوا کچھ نہیں غرض یہ کہ اگر یہ کمالات غیر خدا میں تسلیم کرنا شرک ہے اور ہم حضرات اہل اللہ میں ان کو تسلیم کر کے مشرک ٹھہرے تو بچے یہ بھی نہیں اس لئے کہ یہ اپنے مذہبی بزرگوں کے حق میں انہیں روا رکھ کر کافر و مشرک ٹھہرتے ہیں اگر زید یہ کہتا ہے کہ نہیں ہمارے اکابرین کافر و گمراہ نہیں ہیں تو پھر حضرات انبیاء و اولیاء کے حق میں ان کمالات و عقائد کو روا رکھنے والے بھی ہرگز کافر و مشرک نہیں اب اگر اس کے باوجود بھی کوئی ہمارے کفر و شرک کا قائل ہو تو وہ اپنے ایمان کی خبر لے۔

حاضر و ناظر کی بحث

ہمارے محترم قاری محمد ارشد القادری صاحب نے تیسرا سوال حضور سید عالم ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کے متعلق بھیجا کہ زید کہتا ہے کہ اگر پیغمبر علیہ السلام حاضر و ناظر ہیں تو پھر نظر کیوں نہیں آتے؟ اور بہت سے جاہل و گمراہ لوگ پیغمبر علیہ السلام کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ حاضر و ناظر بھی اور نور بھی ہیں اگر واقعی ان لوگوں کا عقیدہ درست ہے تو چاہئے کہ رات میں اندھیرا ہی نہ ہو قاری صاحب نے ہم سے یہ کہا ہے کہ ہم اس کا قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل جواب دیں لیکن قارئین کرام آپ ہی ملاحظہ فرمایئے کہ اس جاہلانہ اعتراض کا کیا مفصل جواب دیا جائے اور اگر ہم اس اعتراض کے تحت قرآن و احادیث سے دلائل پیش کر بھی دیں تو اس جاہل معترض کے اعتراض سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ محض بحث و مباحثہ کو طول دینا چاہتا ہے اپنے اعتراض کو نہ تو قرآن کریم کی آیت کے تحت وارد کر رہا ہے اور نہ ہی حدیث رسول کے تحت لیکن ہم سے اپنے اس جاہلانہ اعتراض پر قرآن و حدیث کا طالب ہے اگر یہ اعتراض قرآن کریم کی آیت یا حدیث کے تحت وارد کرتا تو ہم ضرور اس کا قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیتے جیسا کہ علم غیب پر اعتراضات اس نے قرآن کی آیات کے تحت وارد کیئے تو ہم نے متعدد آیات و احادیث اور پھر اکابرین امت کے ارشادات کی روشنی میں اس کا مفصل جواب دیا۔ اگر یہ اعتراض بھی اسی طرح ہوتا تو ہم جواب بھی اسی طرح مفصل دیتے لیکن اس بات میں کسی بھی ذی فہم و عقل کو کوئی شک نہیں کہ اگر بات سامنے والے کے ذہن و عقل کے مطابق ہو تو اس میں فائدہ زیادہ ہے لہٰذا ہم بھی جیسا اعتراض ویسا ہی جواب کے تحت زید کے اس اعتراض کا جواب دینا پسند کریں گے تو ملاحظہ فرمایئے ہمارا جواب۔

اگر حضور سید عالم ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے اور آپ کے نور ہونے کا اس جاہلانہ نظریئے کے تحت انکار کر دیا جائے تو پھر اس جاہل کو چاہئے کہ یہ اپنے انکار کے دائرے کو بڑھا کر خدائے قدیر اور ملائکہ تک لے جائے اور ان کے نور ہونے اور حاضر و ناظر ہونے کا بھی

انکار کردے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بھی حاضر و ناظر ہیں لیکن ہمیں نظر نہیں آتے حالانکہ ہمارے دائیں اور بائیں کندھوں پر اعمال لکھنے والے فرشتے کراماً کاتبین ہر وقت ہمارے ساتھ حاضر و موجود رہتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہمیں نظر نہیں آتے اللہ تعالیٰ کا اور ملائکہ کا نظر نہ آنا کیا اس بات پر دلیل بن سکتا ہے کہ **معاذ اللہ** اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر نہیں؟ اور نہ ہی ہمارے ساتھ اعمال لکھنے والے فرشتے ہیں؟ لہٰذا یہ سب باتیں محض خرافات اور جھوٹی ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر ہمیں یہ ضرور نظر آتے۔

دوسری بات یہ کہ اگر کسی کا نظر نہ آنا اس کے عدم وجود پر دلیل ہے تو پھر ہوا کے متعلق کیا خیال ہے کہ وہ بھی نظر نہیں آتی۔ تو کیا ہوا کے وجود کا بھی انکار کردیا جائے گا اور اس پر مزید یہ کہ انسان کی اپنی ایجاد کردہ شئے بجلی جو نظر نہیں آتی اور جو اس کے تار ہوتے ہیں اس میں یہ حاضر و موجود رہتی ہے زید کو چاہئے کہ وہ اپنے اس نظریئے کو عملی جامہ پہنائے اور جو نظر نہ آئے اس کے حاضر و موجود ہونے کا عملاً انکار کردے اور کسی ننگے بجلی کے تار کو کہ جس میں سے گیارہ ہزار وولٹ گزر رہے ہوں پکڑ لے زید کو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ جس کا وجود نظر نہیں آتا آیا اس کا وجود ہوتا ہے یا نہیں؟

اور مزید یہ کہ زید نے جو یہ کہا کہ اگر حضور سید عالم ﷺ حاضر و ناظر ہیں اور نور بھی ہیں تو پھر رات میں اندھیرا نہیں ہونا چاہئے اگر اس جاہل کی یہ منطق درست تسلیم کرلی جائے تو پھر اس طرح خدا کے حاضر و ناظر اور نور ہونے کی نفی بھی لازم آتی ہے اس لئے کہ اللہ بھی حاضر و ناظر ہے اور نور بھی ہے لیکن پھر بھی رات میں اندھیرا ہوتا ہے اور اعمال لکھنے والے دو فرشتے بھی ہر وقت ہر ایک کے ساتھ ہوتے ہیں اور ایک روایت کے مطابق سونے والے شخص کے اوپر اٹھارہ (۱۸) فرشتے اس کی حفاظت کیلئے اس کے مختلف اعضائے جسم آنکھ، ناک، کان، منہ وغیرہ پر متعین کیئے جاتے ہیں بتایئے فرشتے جو کہ نور ہیں اتنی کثیر تعداد میں اس کے پاس ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود اس کے ارد گرد اندھیرا ہی اندھیرا کیوں رہتا ہے؟

کوئی پرلے درجے کا جاہل و گمراہ ہی ہوگا جو اس اندھیرے کو دیکھ کر یہ عقیدہ و نظریہ گھڑ لے کہ نہ خدا نور ہے اور نہ ہی اس کے ملائکہ نور ہیں اور اگر نور ہیں تو پھر نہ خدا حاضر و ناظر ہے اور نہ اس کے ملائکہ حاضر و موجود ہیں اگر واقعی خدا اور اس کے فرشتے حاضر و موجود ہوتے تو پھر رات میں ہرگز اندھیرا نہ ہوتا۔

بتایئے اگر ایسے فاضل پیدا ہوتے رہے اور کچھ کا کچھ سمجھتے رہے تو اپنے ساتھ لوگوں کے عقائد و نظریات کو خراب کریں گے یا نہیں؟ اور اگر اسی طرح عقلی گھوڑے لوگوں نے دوڑانا شروع کر دیئے تو معلوم نہیں اپنے ساتھ اور کتنوں کو جہنم کا ایندھن بناڈالیں گے لہٰذا اپنے عقائد و اعمال کو بچانے میں اگر واقعی آپ مخلص ہیں تو ایسے تمام لوگوں اور فرقوں سے دور اور الگ رہئے کہ جو عقلی کسوٹی پر قرآن و احادیث کو پرکھتے ہیں اور پھر جو ان کی عقل نے سمجھا بس اسی کو قرآن و حدیث کا نام دے بیٹھتے ہیں خود بھی اور دوسروں کو بھی گمراہی کے گڑھے میں دھکیلنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔

یہ تھا ہمارا جواب اعتراض کے مطابق اب آیئے زید کے اگلے اعتراض اور اس کے جواب کی طرف پیش قدمی کرتے ہیں۔

حضور سید عالم ﷺ کے نور ہونے کا بیان

زید چوتھا اعتراض یہ کرتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے متعلق نور ہونے کا عقیدہ رکھنا جہالت و گمراہی ہے غزوۂ احد میں اور سفر طائف میں آپ زخمی ہوئے اور آپ کے زخموں سے خون نکلا جو نور ہوتا ہے وہ زخمی نہیں ہوتا اور اس پر تیر و تلوار بھی اثر نہیں کرتی یہ بات عقل کے بھی اور حقیقت کے بھی خلاف ہے کہ جو نور ہو وہ زخمی ہو جائے یا اس سے خون نکلے ان جاہل اور بے عقل لوگوں کے ذہن میں کہاں سے یہ بات آ گئی جو انہوں نے یہ عقیدہ بنالیا کہ نبی علیہ اسلام نور ہیں نور نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے' نہ نکاح کرتا ہے اگر آپ نور تھے تو آپ نے یہ سب کام کیوں کیئے؟

اب بھی کسی کی عقل میں اتنی واضح باتیں نہ آئیں اور وہ یہی عقیدہ بنائے رکھے کہ پیغمبر اسلام نور ہیں تو ہمارے پاس کچھ علاج نہیں۔

غور فرمایئے! اس کے استدلال کا رخ کس جانب مڑا ہوا ہے حضور سید عالم ﷺ کا نور ہونا اسے اس لئے تسلیم نہیں کہ یہ بات اس کی عقل میں نہیں آ رہی کہ نور کھاتا' پیتا' زخمی ہوتا یا اس سے خون کا جاری ہونا بھی ممکن ہے بس یہی وہ وجوہات ہیں کہ جنکی وجہ سے اس کی عقل اسے حضور سید عالم ﷺ کو نور تسلیم کرنے سے مانع ہے اگر حضور سید عالم ﷺ کے نور نہ ہونے پر اس کی اس عقلی دلیل کو درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر وہ کونسا کمالِ نبوت ہے جو اس کی عقل میں آ سکے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم میں ذکر ملتا ہے کہ آپ کو آگ کے دہکتے ہوئے شعلوں میں ڈالا گیا۔ لیکن آگ کا آپ پر قطعاً کوئی اثر نہ ہوا یہاں تک کہ آپ سات دنوں تک آگ کے شعلوں میں رہے اور دوسری روایت کے مطابق آپ چالیس دن اور بعض مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ آپ پچاس دنوں تک آگ کے اس سمندر میں رہے لیکن اس کے باوجود آپ سلامت رہے

(تفسیر صاوی وجلالین)

اب کوئی اس جاہل سے پوچھے کیا تمہاری عقل میں یہ آ سکتا ہے کہ کوئی ذی جان آگ کے دہکتے ہوئے شعلوں میں کود جائے اور اتنے کثیر دنوں تک آگ ہی میں رہے لیکن پھر بھی وہ

جلنے سے محفوظ رہے؟

کیا قرآن کریم کے اس واقعے کا انکار محض اس لئے کیا جاسکتا ہے کہ یہ واقعہ بھی زید کی عقل میں نہیں آرہا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصاء سے نور کا پھوٹنا یعنی روشنی کا نکلنا یہ بات صحیح روایات سے ثابت ہے اور خود آپ کے ہاتھ سے نور کا پھوٹنا قرآن کریم سے ثابت ہے اور آپ کے عصاء کا اژدھا بن جانا اور پھر جادوگروں کے بنائے ہوئے سارے سانپوں کو نگل جانا یہ بھی قرآنِ کریم سے ثابت ہے اب یہ ساری باتیں بھی اسے قبول نہیں ہونگی اس لئے کہ سوکھی لکڑی سے روشنی کا نکلنا کیسے ممکن ہے اس کیلئے چراغ کا ہونا ضروری ہے اور پھر کسی بشر کے ہاتھ سے نور کا پھوٹنا کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ اسی طرح اس کی موٹی عقل اسے بھی قبول نہیں کرے گی کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ لکڑی اژدھا بن جائے اور وہ کھانا پینا شروع کردے؟ لہٰذا یہ اپنی عقل کو یہاں بھی بے لگام کرکے ان ساری باتوں کا انکار کردے اس لئے کہ اس میں سے کوئی بات بھی اسکی عقل میں آہی نہیں سکتی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم میں یہ ذکر موجود ہے کہ آپ کے ہاتھ میں لوہا نرم ہوجاتا تھا۔ جس سے آپ جنگی لباس وغیرہ بنایا کرتے تھے حالانکہ کون نہیں جانتا کہ لوہے کو پگھلانے کی طاقت وصلاحیت عام آگ میں بھی نہیں ہوتی اسے پگھلانے کیلئے اور نرم کرنے کیلئے بہت تیز حرارت والی آگ کی ضرورت ہوتی ہے اب اگر یہاں بھی زید عقلی گھوڑے دوڑائے کہ جب لوہا عام آگ میں نہیں پگھل سکتا تو انسانی ہاتھ کی گرمی میں وہ کیسے پگھل سکتا ہے؟ لہٰذا یہ بھی عقل سے باہر بات ہے اور ناقابل قبول امر ہے۔

اور آگے چلئے تو ہمیں قرآن کریم ہی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ مردے زندہ کیا کرتے تھے روایات میں ملتا ہے کہ آپ کسی مردے کو زندہ کرنا چاہتے تو یہ فرمادیتے کہ ''قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ'' یعنی ''اللہ کے حکم سے کھڑا ہوجا'' تو وہ زندہ ہوجاتا زید کیلئے یہ بھی ناقابل قبول ہوگا اس لئے کہ یہ بھی اس کی عقل سے باہر ہے اس لئے کہ یہ اس کی عقل میں آہی نہیں سکتا کہ مرے ہوئے شخص کی سوکھی رگوں، بجھے دل اور بے جان جسم میں فقط

ایک انسانی زبان سے نکلے ہوئے صرف ایک جملے سے زندگی واپس لوٹ آئے اور وہ زندہ ہوجائے لہٰذا عقل کے منافی سمجھتے ہوئے قرآن کریم کے اس انکشاف کو بھی رد کردینا چاہئے۔

اور احادیث میں یہ صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ حضور سید عالم ﷺ جب درختوں کو بلاتے تو وہ اشارہ پاتے ہی زمین کا سینہ شق کرکے اپنے تنوں کے بل چلتے ہوئے حاضر بارگاہ ہوتے آپ کی نبوت و رسالت کی گواہی دیتے آپ جو بھی حکم فرماتے اسے وہ بجالاتے اور پھر اشارہ پاتے ہی واپس اپنے مقام پر چلے جاتے اس کا بھی اس عقل کے اندھے کو چاہئے کہ انکار کردے اس لئے کہ یہ بھی عقلاً ممکن نہیں کہ درخت کسی کا اشارہ سمجھیں بات سمجھیں چلتے ہوئے آئیں اور پھر چلتے ہوئے واپس لوٹ جائیں۔

اس سے بھی زیادہ عجیب تو ''استن حنانہ'' کا واقعہ ہے کہ کھجور کے ایک خشک تنے کے ساتھ آپ ٹیک لگایا کرتے تھے جب منبر بن گیا تو آپ جیسے ہی منبر پر رونق افروز ہوئے وہ خشک کھجور کا تنا آپ کی جدائی میں رودیا صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبارک جسم اس تنے سے مس ہوا تو اس میں نہ صرف حیات، عقل وشعور پیدا ہوا۔ بلکہ عشق وسوز بھی جاگ اٹھا پھر وہی خشک کھجور کا تنا غمزدہ انسانوں کی طرح فراقِ رسول ﷺ میں پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا یہ بات بھی اس کی بدمست عقل میں نہیں آسکتی لہٰذا اس کا بھی انکار کردے۔

غرض یہ کہ اگر عقل کو پیمانہ اور کسوٹی مقرر کرکے حضرات انبیاء کے کمالات کو پرکھنا شروع کردیا جائے تو پھر کون سا کمال ایسا ہوگا جسے عقل تسلیم کرے یا اس کا احاطہ کرے؟ تو کیا ہم کسی کی بدمست اور بے لگام عقل کو درست مان کر قرآن و احادیث کا اور کمالات نبوت کا انکار کردیں گے؟ **معاذ اللہ**

نہیں! نہیں! ہم ایسے شخص کی تمام تر عقلیات کو غلط اور ایسے شخص کو تو ملحد قرار دے سکتے ہیں لیکن قرآن و احادیث کا اور کمال نبوت کا رتی برابر انکار کی جرأت نہیں کریں گے مزید یہ کہ اگر زید نے کھانے پینے، زخمی ہونے اور زخموں سے خون کے جاری ہونے کو دیکھ کر حضور سید عالم ﷺ کو نور ماننے سے انکار کردیا ہے تو ہم اس جاہل سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے کئی کئی دنوں

تک سحری و افطار کے بغیر مسلسل روزے رکھے اور آپ کے جسم میں کسی بھی قسم کی کمزوری اور نقاہت پیدا نہ ہوئی اسی طرح ایک صحابی کو اندھیری رات میں کھجور کی شاخ عطا فرمائی تو اس میں سے نور پھوٹنے لگا ہجرت کی رات کافروں نے آپ کے حجرہ اطہر کا محاصرہ کیئے رکھا اور آپ ان کی جاگتی آنکھوں کے سامنے سے گزر کر تشریف لے گئے لیکن کسی کو آپ نظر نہ آئے۔

بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث میں یہ صراحت موجود ہے کہ جس طرح آپ آگے دیکھا کرتے اسی طرح اپنے پیچھے ہونے والے حالات و معاملات کا بھی مشاہدہ فرمایا کرتے یہاں تک کہ آپ پر اپنے پیچھے کھڑے لوگوں کا نہ رکوع پوشیدہ تھا اور نہ ہی ان کے دلوں کا خشوع وخضوع چھپا ہوا تھا غرض یہ کہ آپ جسمانی کیفیت پر بھی مطلع تھے اور لوگوں کے قلبی خیالات وتغیرات سے بھی آگاہ تھے۔

بخاری شریف ہی میں ہے کہ آپ کی آنکھیں سوتیں اور دل جاگتا اسی لئے آپ کی نیند ناقض وضو نہ تھی آپ لگاتار کئی کئی دن بغیر کھائے پیئے روزے رکھا کرتے تھے لیکن اس کے باوجود آپ کے جسم میں کوئی کمزوری اور نقاہت پیدا نہ ہوتی سیرت کی کتابوں میں ہے کہ آپ کا پسینہ مشک کی طرح مہکتا تھا اور آپ کے جسم کا سایہ نہ پڑتا تھا۔ خصائص الکبریٰ میں ہے کہ آپ کے بدن کی خوشبو کستوری سے زیادہ خوشبودار تھی کتاب ''الوفا'' میں ہے کہ آپ اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھتے جیسے روشنی میں دیکھتے تھے سفر میں آپ کے ساتھی تھک جاتے اور آپ کو تھکان نہ ہوتی شب معراج میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور پھر مسجد اقصیٰ سے فضائے بسیط اور پھر ایک ایک کر کے سارے آسمانوں سے گزر کر سدرۃ المنتہیٰ تک پھر آگے حجاباتِ عظمت طے کر کے لامکان میں پہنچے اور پھر خدائے بزرگ و برتر کا اپنے سر کی آنکھوں سے دیدار کر کے آن کی آن میں بخیر و عافیت واپس بھی تشریف لے آئے۔

شب معراج میں آپ مسجد حرام میں آرام فرما تھے کہ فرشتے آئے اور آپ ان کے ساتھ آبِ زم زم کے چشمے پر آئے جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے سینۂ اقدس کو شروع

سینہ سے انتہائی پیٹ تک چاک کیا اور سینۂ اطہر سے دل مبارک نکالا اسے آب زم زم سے تین مرتبہ دھویا اور پھر اپنے مقام پر رکھ دیا آپ نے یہ سب ماجرا خود دیکھا اور صحابہ کو بتایا دل کا جسم سے جدا کیا جانا اس کے باوجود آپ کا زندہ رہنا اور نہ آپ کو کسی قسم کی تکلیف اور نہ ہی درد کا لاحق ہونا اور نہ ہی خون کا بہنا۔ حالانکہ ''شق صدر'' یعنی آپ کے سینۂ اطہر کو صرف ایک مرتبہ نہیں بلکہ چار مرتبہ مختلف مواقع پر چاک کیا گیا لیکن اس کے باوجود ایک قطرہ لہو کا نہ ٹپکنا آپ کے ہوش وحواس کا سلامت رہنا چار مرتبہ آپ کے قلب اطہر کو آپ کے جسم سے جدا کیا گیا لیکن اس کے باوجود آپ کا زندہ رہنا دل کے جدا ہونے کے باوجود پہلے ہی حال پر رہنا کیا یہ بشری اوصاف ہیں......؟ ہرگز نہیں یہ سب نور ہی کے اوصاف ہیں۔

اگر زید کو غزوہ احد اور سفر طائف میں حضور سید عالم ﷺ کے زخموں سے خون بہتا نظر آ گیا اور اس جاہل نے اسی وجہ سے آپ کے نور ہونے کا انکار کیا ہے تو چار مرتبہ ہونے والے ''شق صدر'' کے واقعے کو بھی اپنی آنکھوں کے سامنے رکھے کہ اس میں تو آپ کا دل مبارک جسم سے الگ کیا گیا لیکن ایک قطرہ لہو بھی نہ ٹپکا اور آپ بھی بالکل صحیح وسلامت رہے بتایا جائے وہ کون سا بشر ہے کہ جس کا دل اس کے جسم سے جدا کردیا جائے اور اسے نہ کوئی تکلیف ہو نہ اس کا خون جاری ہو اور وہ زندہ وسلامت بھی رہے؟

زید نے آقائے کائنات ﷺ کے کھانے پینے کو دیکھ کر یہ عقیدہ بنالیا کہ جو نور ہوتا ہے وہ کھاتا پیتا نہیں لیکن اس کور باطن نے یہ نہ دیکھا کہ حضور سرور کونین ﷺ کئی کئی دن بغیر کھائے پیئے گزار دیا کرتے تھے زید بھی ایسا کرکے دیکھ لے کہ بغیر کھائے پیئے یہ بھی بیس پچیس دن گزار کر دیکھ لے معلوم ہوجائے گا کہ آیا اس کے جسم سے صرف توانائی و طاقت ختم ہوتی ہے یا اس کے بدن سے زندگی وحیات ہی کا خاتمہ ہوجاتا ہے اسے معلوم ہوجائے گا کہ نور اور بشر میں کیا فرق ہے؟

اہلسنّت کے نزدیک حضور سید عالم ﷺ کی بشریت کا انکار گمراہی و بے دینی ہے اور اسی طرح آپ کی نورانیت کا انکار بھی الحاد و زندیقی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بشری عوارض پیش

آتے تھے اور آپ اگرچہ بشری لباس میں ملبوس تھے لیکن آپ کی حقیقت قطعاً بشریت نہ تھی اگر سرکار دو عالم ﷺ کے بعض ایسے اوصاف جو آپ کے بشر ہونے کو ثابت کرتے ہیں تو آپ کے ایسے اوصاف بھی اکثر و بیشتر ظاہر ہوتے رہتے تھے جو آپ کے نور ہونے کو ثابت کرتے ہیں جیسا کہ ان نورانی اوصاف میں سے بعض کا ہم نے پچھلی سطور میں مختصر ذکر کیا لہٰذا بشری اوصاف پر نظر رکھ کر آپ کے نورانی اوصاف اور آپ کی نورانیت کا انکار کرنا کسی جاہل و گمراہ ہی کا کام ہوسکتا ہے صاحب علم وعقل کیلئے یہ حرکت ہرگز مناسب نہیں۔

قارئین کرام! اب تک ہونے والے اس تمام کلام میں ہم نے حضرات اہل اللہ بالخصوص حضور سید عالم ﷺ کے جن اوصاف و کمالات کا ذکر کیا اب ان تمام کمالات و اوصاف کو ہم قرآنِ کریم کی صرف ایک ہی آیت سے ثابت کرتے ہیں لہٰذا صاحبان ایمان اپنی ضیافت طبع کیلئے درج ذیل ایمانی تقریر ملاحظہ فرمائیں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ٥

''بے شک ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری اور ڈر سنانے والا بنا کر''

حضور سید عالم ﷺ کا گواہ ہونا صرف کسی خاص مخلوق تک محدود نہیں بلکہ آپ جمیع مخلوقات پر گواہ ہیں اور آپ کا جمیع مخلوقات کیلئے گواہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ آپ جمیع مخلوقات اور ساری کائنات کیلئے رسول بن کر تشریف لائے جیسا کہ صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً ''میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں''

معلوم ہوا آپ جمیع مخلوقات کیلئے رسول بن کر تشریف لائے بس اسی وجہ سے آپ کا جمیع مخلوقات پر گواہ ہونا بھی ثابت ہوجاتا ہے کیونکہ جس طرح آپ کی رسالت عام ہے اسی طرح آپ کی صفات رسالت بھی عام ہیں یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ کی رسالت تو عام ہو لیکن آپ کی صفاتِ رسالت عام نہ ہوں لہٰذا جس جس کیلئے آپ کو رسول بنا کر بھیجا گیا اس اس کیلئے آپ کو

ربّ کائنات نے گواہ بنا کر بھی بھیجا ہے۔

ہمارے اس بیان کی روشنی میں حضور سید عالم ﷺ کی جمیع کائنات کیلئے رسالت کے ساتھ آپ کی شہادت بھی جمیع مخلوق کیلئے ثابت ہوجاتی ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ:

اِذَا ثَبَتَ الشَّیءُ ثَبَتَ بِجَمِیْعِ لَوَازِمِہٖ

''جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو اپنے تمام لوازمات کے ساتھ ثابت ہوتی ہے''

لہٰذا آیت قرآنی سے حضور سید عالم ﷺ کا گواہ ہونا ثابت ہوگیا تو گواہی کے لوازمات اور گواہ کیلئے جو لازمی شرائط ہیں وہ بھی خود بخود ثابت ہوگئیں۔ گواہ کیلئے جو لازمی امور ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱) گواہ کیلئے سب سے پہلا اور لازمی امر یہ ہے کہ وہ زندہ ہو مردہ نہ ہو مردہ شخص کسی بھی معاملے پر گواہ نہیں بن سکتا اور حضور سید عالم ﷺ تو ماقبل اور مابعد سب پر گواہ ہیں اگر معاذ اللہ آپ کو مردہ قرار دیا جائے تو پھر آپ کا گواہ ہونا درست نہیں قرار پاتا اس لئے کہ اگر آپ زندہ ہی نہ ہوں تو آئندہ آنے والی مخلوق پر آپ گواہ کیسے ہوسکتے ہیں؟ جبکہ گواہ کیلئے زندہ ہونا لازمی امر ہے تو اگر آپ آئندہ آنے والی مخلوقات پر بھی گواہ ہیں اور یقیناً ہیں تو پھر آپ زندہ بھی ہیں اس لئے کہ گواہ کا زندہ ہونا لازمی وضروری امر ہے لہذا آپ بھی زندہ وحیات ہیں

۲) گواہ کیلئے دوسرا لازمی امر یہ ہے کہ اسے علم بھی ہو۔

یعنی جس معاملے یا جس شئے پر اسے گواہ بنایا گیا ہو وہ اس معاملے اور اس شئے کو جانتا بھی ہو اور اگر اسے یہ معلوم ہی نہ ہو کہ اسے کس معاملے اور کس شئے پر گواہ بنایا گیا ہے تو نہ وہ اس شئے یا اس معاملے پر گواہی دے سکتا ہے اور نہ ہی اس کا گواہ ہونا صحیح ہے مثال کے طور پر زید بکر سے کہے کہ میں تمھیں فلاں فلاں شے پر گواہ بناتا ہوں تم ان پر گواہ ہو اس کے جواب میں بکر کہے کہ مجھے ان کا نام بتاؤ آیا وہ کون کونسی اشیاء ہیں؟ مٹی کی ہیں پتھر کی ہیں سونے کی ہیں چاندی کی ہیں لوہے کی ہیں لکڑی کی ہیں تانبے کی ہیں یا پیتل کی ہیں؟ کس چیز کی ہیں؟ اگر کوئی معاملہ ہے تو کیسا ہے؟ کاروباری معاملہ ہے گھریلو معاملہ ہے یا شادی بیاہ کا معاملہ ہے؟

آخر ہے کیا؟ تم مجھے کس پر گواہ بنانا چاہتے ہو؟ اب اگر زید یہ کہے کہ تم اس بات کو چھوڑو کہ تم کس پر گواہ ہو؟ تمہیں اس سے کیا غرض کہ تم کس پر گواہ ہو؟ بس تم فلاں فلاں چیز پر گواہ ہو تمہیں ان پر گواہی دینی ہے۔

جسے عقل وخرد سے معمولی سا بھی حصّہ ملا ہو بتایئے زید کی یہ منطق کیا وہ درست تسلیم کرلے گا......؟ یقیناً نہیں۔

اس لئے کہ جب بکر کو یہ علم ہی نہیں ہوگا کہ اسے کس کس چیز پر گواہ بنایا گیا ہے تو اس پر گواہی دینا بکر کیلئے کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟ لہذا بکر کو گواہی کے منصب کے ساتھ علم دینا بھی ضروری ہے ورنہ وہ گواہ نہیں بن سکتا اور نہ ہی گواہی دے سکتا ہے۔

اور حضور سید عالمﷺ تو ساری کائنات اور جمیع مخلوقات کے رسول بھی ہیں اور ان سب پر گواہ بھی ہیں اگر آپ کو مخلوقات کا اور جمیع اشیاء کا علم ہی نہ ہو تو آپ اس پر گواہ کیسے ہوسکتے ہیں؟ اور علم کے بغیر آپ گواہی کیسے دے سکتے ہیں؟ پس جب آپ کا آیہ کریمہ کی روشنی میں گواہ ہونا ثابت ہوگیا ہے تو آپ کا جمیع مخلوقات پر باخبر ہونا خود بخود ثابت ہوگیا۔

۳) گواہ کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ اسے جس چیز پر گواہ بنایا گیا ہو وہ فقط اس چیز ہی کو نہ جانتا ہو بلکہ اس چیز کی حالت سے بھی واقف ہو کہ آیا وہ کیسی چیز ہے نئی ہے یا پرانی ہے بڑی ہے یا چھوٹی ہے کالی ہے یا سفید ہے یا کتنی مقدار میں ہے کم ہے یا زیادہ ہے اگر کسی انسانی معاملے پر گواہ بنایا گیا ہو تو وہ گواہ یہ جانتا ہو کہ آیا یہ معاملہ کرنے والے کون ہیں جوان ہیں یا بوڑھے ہیں مرد ہیں یا عورتیں ہیں وغیرہ وغیرہ۔

غرض یہ کہ گواہ کا اتنا جاننا ہی کافی نہیں کہ وہ فلاں چیز پر گواہ ہے بلکہ اس کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس چیز کی حالت و کیفیت سے بھی مکمل آگاہ ہو لہذا گواہ کا احوال پر باخبر ہونا بھی ثابت ہوگیا جب سرکار دو عالمﷺ جمیع مخلوقات پر گواہ ہیں تو آپ کا جمیع مخلوقات کے احوال پر باخبر ہونا خود بخود ثابت ہوجاتا ہے۔

۴) گواہ کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ اسے جس چیز پر گواہ بنایا گیا ہو یا جس معاملے پر اسے گواہ بنایا گیا ہو تو اس چیز یا معاملے کو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا بھی ہو ورنہ بن دیکھے کسی معاملے یا کسی چیز پر گواہی دینا یا گواہ بننا ہرگز صحیح نہیں لہٰذا گواہ کیلئے دیکھنا بھی اور اس شئے یا معاملے کا مشاہدہ بھی ضروری ہے سرکار دو عالم ﷺ تو جمیع مخلوقات پر گواہ ہیں جب آپ ساری کائنات و اشیاء پر گواہ ہیں تو آپ کا ساری کائنات و اشیاء کا مشاہدہ کرنا اور جمیع مخلوقات کو ملاحظہ کرنا لازمی امر ہے۔

۵) گواہ کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ اسے جس معاملے پر گواہ بنایا گیا ہو یا جس بات پر اسے گواہ بنایا گیا ہو اس نے اس معاملے اور بات کو سنا بھی ہو فقط کسی کے درمیان ہونے والے معاملے کو اس نے دیکھا ہو لیکن ان کے مابین ہونے والی ''گفت وشنید'' کو اس نے سنا نہ ہو تو یہ اس معاملے پر صرف دیکھنے کی وجہ سے گواہی نہیں دے سکتا اور نہ ہی گواہ بن سکتا ہے لہٰذا حضور سرور عالم ﷺ جب تمام مخلوقات اور ان کے مابین ہونے والے معاملات پر گواہ ہیں تو آپ کا ان معاملات میں ہونے والی ''گفت وشنید'' کا سماعت فرمانا بھی از خود ثابت ہوجاتا ہے۔

۶) گواہ ہونے کیلئے چھٹی شرط یہ ہے کہ وہ جس معاملے پر گواہ بنایا گیا ہو اس گواہ کا اس معاملے سے پہلے وہاں موجود ہونا ضروری ہے اگر وہ کسی معاملے کے ختم ہونے کے بعد آیا یا دوران معاملہ آیا تو یہ اس معاملے پر گواہ نہیں بن سکتا اس لئے کہ اگر یہ معاملہ ختم ہونے کے بعد آیا تو اسے کیا خبر کہ اس کے آنے سے قبل کیا کیا ہو چکا ہے اور اگر دوران معاملہ آیا تو پھر بھی اسے معلوم نہیں کہ اس کے آنے سے قبل کس نے کیا کردیا ہے اور کتنا معاملہ کس طرح ہوا آقائے کائنات ﷺ تو اوّل تا آخر جمیع مخلوقات کیلئے رسول اور گواہ بنا کر بھیجے گئے ہیں اگر آپ تمام مخلوقات سے پہلے حاضر و موجود نہ ہوں تو پھر آپ اپنے سے ماقبل مخلوقات پر گواہ کیسے ہوسکتے ہیں اور آپ کا ماقبل مخلوقات کی گواہی دینا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے؟ حالانکہ سابقہ صفحات میں آپ حدیث شریف کے حوالے سے یہ پڑھ کر آرہے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کو رشد و ہدایت

کی طرف۔ دعوت اور آپ کی قوم کا اس دعوت سے اعراض ورواہِ فرار اختیار کرنے پر حضور سیّد عالم ﷺ گواہی دیں گے ظاہری لحاظ سے دیکھا جائے تو حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے مابین زمانہ ہزاروں سال پر پھیلا ہوا ہے یعنی حضرت نوح علیہ السلام ہزاروں سال پہلیا ور آپ ہزاروں سال بعد ہوئے اگر یہ منطق درست تسلیم کرلی جائے کہ آپ اوّل الخلق نہیں تو لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت نوح علیہ السلام جب اپنی قوم کونجات و بخشش، رشد و ہدایت پر آنے کیلئے اصرار پر اصرار اور آپ کی قوم کی طرف سے آپ کی دعوت سے منہ موڑ کر انکار پر انکار جو ہو رہا تھا تو آپ اس وقت بھی نہ تھے جب آپ اس وقت تھے ہی نہیں تو حضرت نوح علیہ السلام کا آپ کو گواہ بنانا ان کی حمایت میں آپ کا گواہی دینا اور اس پر لطف تو یہ کہ خود ربّ کائنات کا آپ کی گواہی کو قبول فرمانا یہ سب کیا معنیٰ رکھتا ہے؟ پس ثابت ہوا مخلوقات میں سب سے اول آپ ہی کی ذاتِ بابرکات کو پیدا کیا گیا ہے اس لئے کہ آپ کو جمیع مخلوقات پر گواہ ہونے کے منصب سے نوازا جانا تھا اور گواہ کیلئے پہلے ہونا ضروری ہے لہٰذا آپ کا سب سے اول موجود ہونا ضروری تھا پس آپ کے اس گواہی کے منصب نے آپ کا اول الخلق ہونا خود ہی ثابت کردیا۔

۷) گواہ کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ بااختیار بھی ہو مجبور و بے بس نہ ہو کسی کو بے بس کر کے گواہ بنانا یا اس سے گواہی دلوانا ہرگز صحیح نہیں لہٰذا حضور سید عالم ﷺ کو جب گواہ بنایا گیا ہے تو یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ آپ کو بے اختیار و بے بس بنا کر اس منصب پر فائز کیا گیا ہو اس لئے کہ گواہ کیلئے بااختیار ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا سرکار دو عالم ﷺ کو اختیار کا حاصل ہونا لازمی امر ہے۔

۸) یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ کسی بھی محفل میں شریک افراد کو گواہ کے مثل نہیں قرار دیا جاسکتا اس لئے کہ گواہ کو وہ امتیازی شان و خصوصیت حاصل ہوتی ہے کہ وہ بیک وقت محفل میں شریک بھی ہوتا ہے اور محفل پر گواہ بھی ہوتا ہے اور یہ امتیازی شان سب شرکاء محفل کو حاصل نہیں ہوتی لہٰذا اسی امتیازی شان کی وجہ سے گواہ ان سب شرکاء محفل میں بے مثل و بے نظیر ہوتا ہے پیارے مصطفےٰ ﷺ تو جمیع مخلوقات پر گواہ ہیں لہٰذا آپ بھی کسی کی مثل نہیں ہوسکتے اب بعض

فرقوں کا یہ کہنا کہ حضور علیہ السلام ہمارے ہی مثل بشر ہیں معاذ اللہ۔ یہ نظریہ و عقیدہ کفر والحاد کے سوا کچھ نہیں۔ کوئی بھونڈی عقل والا ہی ہوگا جو اس امتیازی شان و خصوصیت کے بعد بھی آپ کو اپنی مثل کہنے سے باز نہ رہے ورنہ اہل علم وفہم اور سلیم طبع حضرات ایسی جرأت قطعاً نہیں کرسکتے۔

۹) گواہ دیگر شرکاء محفل سے زیادہ معظم ہوتا ہے تمام شرکاء محفل میں اسے سب سے زیادہ تعظیم واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے یہ تو عام مشاہدہ ہے کہ گواہ کو بطور عزت وتکریم کے مخصوص جگہ پر بٹھایا جاتا ہے اسے عزت دی جاتی ہے اور اس کے لئے ایسا کرنا مہذب لوگوں کی علامت اور ایسے کرنے والے خود بھی مہذب سمجھے جاتے ہیں گواہ کو اہمیت و عزت نہ دینے والوں کو یا اسے عام افراد کی طرح تکریم و عزت دینے والوں کو کوئی بھی مہذب ومعزز نہیں سمجھتا اور نہ ہی ایسے لوگوں کے اس فعل کو کوئی مہذب ومعزز شخص پسند کرتا ہے لہٰذا حضور سرور کائنات ﷺ جمیع مخلوقات پر گواہ ہیں تو آپ کی تعظیم وتوقیر بھی جمیع مخلوقات سے زیادہ بجالانی ضروری ہے اس کے باوجود اسماعیل دہلوی کا یہ کہنا کہ آپ کی تعظیم محض بڑے بھائی کی تعظیم جیسی کی جائے۔ معاذ اللہ یہ گمراہی و بے دینی نہیں تو اور کیا ہے؟ کون ایسا سلیم طبع ہوگا جو اس شخص کی اس بات سے اتفاق کرے گا؟ ہرگز کوئی بھی اس کے اس نظریہ سے اتفاق نہیں کرسکتا مگر وہ کہ جنہوں نے حضور سید عالم ﷺ کی تعظیم و توقیر کو توحید کے منافی سمجھا ہوا ہے وہ ضرور جہنم میں جانے کیلئے اس کی ہمنوائی کریں گے۔

بہر حال یہ امر لازمی ہے کہ گواہ تمام شرکاء محفل میں سب سے زیادہ معظم ہوتا ہے لہٰذا سرکار دو عالم علیہ السلام ساری مخلوقات پر گواہ ہیں اور آپ کی تعظیم ساری مخلوقات سے زیادہ کی جائے گی۔

۱۰) گواہ کی مدد کا انکار بھی نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ گواہ کا کسی معاملے پر گواہی دینا یہ گواہی کے ضرورت مندوں کی مدد نہیں تو اور کیا ہے؟

۱۱) تمام مخلوقات پر گواہ ہونے میں صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کو انفرادی فضیلت حاصل ہے مخلوقات میں صرف حضور علیہ السلام ہی کی ذاتِ بابرکات ہے کہ جنہیں اس منصب عظیم پر فائز کیا گیا ہے کسی اور کے حصے میں یہ فضیلت نہیں آئی تو لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ

آپ تمام مخلوقات سے افضل ہیں جبھی تو آپ کے سر پر جمیع مخلوقات پر گواہ ہونے کا تاج رکھا گیا لہٰذا آپ کے اس منصب نے آپ کا افضل الخلق ہونا بھی خود بخود ثابت کر دیا۔

۱۲) آیت کریمہ کی روشنی میں یہ بات ثابت ہے کہ آپ جمیع مخلوقات پر گواہ ہیں آپ کے اسی منصب نے آپ کا حیات ہونا آپ کا مخلوقات کے معاملات کو دیکھنا اور سننا ارر احوال مخلوقات پر آپ کے باخبر ہونے کو ثابت کیا یہ بات ہر ذی عقل جانتا ہے کہ کسی کے معاملے کو دیکھنا' سننا اور اس پر باخبر ہونا اسی وقت ممکن ہے کہ جب کوئی وہاں قریب موجود ہو لہٰذا حضور سید الانبیاء ﷺ کیلئے جب یہ سب امور ثابت ہو گئے تو یہ امر بھی خود بخود واضح اور ثابت ہو جاتا ہے کہ حضور سید الانبیاء ﷺ اپنی روحانیت و نورانیت کے ساتھ تمام مخلوقات کے قریب ہیں ہمارا یہ قطعاً اعتقاد نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جسمانی لحاظ سے ہر جگہ حاضر اور ہر شئے کے قریب ہیں بلکہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ آپ کائنات کے ذرّے ذرّے پر روحانی طور پر موجود ہیں لیکن ہم اس کے بھی معترف ہیں کہ جسمانی طور پر کوئی شئے آپ کی پہنچ سے ہرگز دور نہیں پس ان معنوں کر آپ کا جمیع مخلوقات کے قریب ہونا بھی ثابت ہو گیا۔

۱۳) سابقہ سطور میں آپ پڑھ کر آرہے ہیں کہ گواہ کا ہونے والے معاملے سے قبل ہونا ضروری ہے ورنہ اس معاملے پر اس کی گواہی صحیح نہیں پس گواہ کیلئے اس لازمی شرط نے یہ ثابت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اوّل الخلق ہیں جب آپ کو پیدا کیا گیا تو اس وقت نہ زمین تھی نہ آسمان نہ مکین تھا نہ مکان نہ عرش تھا نہ کرسی نہ فرشتے تھے نہ انسان نہ جن تھے نہ جانور نہ درخت تھے نہ پودے نہ پھل تھے نہ پھول نہ مٹی تھی نہ پتھر نہ ہوا تھی نہ فضا نہ پانی تھا نہ آگ نہ دن تھا نہ رات غرض یہ کہ کچھ بھی نہ تھا ظاہر ہے یہ سب مخلوقات ہیں اور آپ کا اوّل الخلق ہونا اسی صورت درست ہوسکتا ہے کہ جب آپ ان سمیت ساری مخلوقات سے پہلے موجود ہوں اب یہاں ایک نکتہ ہے وہ یہ ہے کہ جب کچھ تھا ہی نہیں تو آپ کی پیدائش کس سے ہوئی؟ آیئے اس اشکال کو دور کرنے کیلئے حدیث رسول علیہ السلام کو ملاحظہ کرتے ہیں۔

حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

یَاجَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُّوْرِہٖ

"اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کی پیدائش سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا"

(مواہب اللدنیہ، مصنف عبدالرزاق، زرقانی شریف، مطالع المسرات، حجۃ اللہ علی العالمین)

اور اسی حدیث سے دیوبندی حضرات کے حکیم الامت مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب نے اپنی کتاب "نشر الطیب" کو شروع کیا اور سب سے پہلے "نور محمدی" کا عنوان قائم کر کے اسی حدیث سے اس عنوان کا آغاز کیا۔

بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کے منصب شہادت نے آپ کا اوّل الخلق ہونا ثابت کیا اور آپ کے اوّل الخلق ہونے نے آپ کا نور ہونا ثابت کر دیا یہی رہ مقام ہے کہ جہاں پر آ کر زیر نظر کتاب کا اختتام ہوا چاہتا ہے کتاب ختم ہوئی' الفاظ ختم ہو گئے لیکن حضور سرور کونین ﷺ کی عظمت و شان کا بیان جوں کا توں ابھی باقی ہے اور باقی رہے گا شاید کسی نے اسی موقع کیلئے کہا ہے کہ:

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہئے اس بحر بے کراں کیلئے

اور امام اہلسنّت نے اسی حقیقت کا اعتراف یوں فرمایا ہے کہ:

اے رضا خود صاحب قرآں ہے مداحِ حضور
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی

جس کی عظمت و شان تعریف و ثناء کا بیان خود خدائے بزرگ و برتر فرمائے تو اس ذات کی کماحقہ تعریف، و شان کا بیان مخلوق سے کب ممکن ہے؟ یہ کمزور و ناتواں اور ہر لحاظ سے محدود مخلوق ہر گز حضور سید الکل ﷺ کی عظمت و شان کے بیان کا حق ادا نہیں کر سکتی۔

حضور سرور کائنات کے فضائل و کمالات کے بیان پر اگرچہ بے شمار تصنیفات منظر عام پر آ چکی ہیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ ان تمام تصانیف کے ذریعے خود ان کے مصنّفین و محررین ہی

کوعزت وعظمت کی بلندیاں حاصل ہوئیں حضور سید کائنات کی عظمت و شان اور آپ کے ذکر و ثناء کی بلندی کو ان تصانیف کی ہرگز کوئی ضرورت نہیں۔

خدا شاہد ہے کہ میں نے یہ کتاب اس لئے نہیں لکھی کہ آپ کی عظمت و شان میری اس کتاب کے ذریعے زیادہ ہوجائے گی یا آپ کی تعریف و ثناء کا بیان میری اس بے ڈھنگی تحریر یا ان شکستہ الفاظوں کا محتاج ہے بلکہ خدا کی قسم! دنیا و آخرت کی عزت وعظمت کے حصول کیلئے ہم آپ کی عظمت و شان کو بیان کرنے کے محتاج ہیں اس کتاب کی تصنیف کے پیچھے میرا دین و دنیا کی بھلائیوں کے حصول' نزع کی سختیوں میں آسائیوں' قبر کی تاریکیوں اور تنہائیوں میں انسیت میدان حشر کی ہولناکیوں اور پریشانیوں سے نجات' میزانِ عمل پر فضل خداوندی کی طلب' حساب وکتاب کے ہوش رُبا مرحلوں سے اور پل صراط کے مشکل ترین اور ہوش باختہ لمحات سے چھٹکارا پانے اور پروانۂ مغفرت کو پانے کا جذبہ کارفرما ہے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو میری' میرے والدین' میرے بہن بھائیوں' میرے تمام گھر والوں اور جملہ تمام مسلمانوں کی ہدایت ونجات کا ذریعہ بنائے اور اس کتاب سے تاقیامت مخلوق کو فیضیاب کرتا رہے۔ آمین

بحق سید الانبیاء والمرسلین ﷺ

کتاب کی آخری سطور لکھتے ہوئے میں روحانی سکون اور قلبی خوشی محسوس کر رہا ہوں کہ میرے رب نے میرا انتخاب ناموس رسالت کے دفاع اور عظمت نبوت کے تحفظ کیلئے فرمایا اور میری علمی بساط سے بڑھ کر رب کائنات نے میرے ہاتھوں وہ کام کروادیا کہ میرے لئے اس انعام و اعزاز کا شکر ادا کرنا ممکن نہیں۔ اور بے شک یہ سب میرے پیارے آقا ﷺ کا صدقہ ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ:

جتنا دیا سرکار نے مجھ کو اتنی میری اوقات نہیں
یہ تو کرم ہے ان کا ورنہ مجھ میں تو کوئی ایسی بات نہیں

میں نے اس کتاب کی تصنیف میں قرآن کریم احادیث رسولِ کریم اقوال ائمہ اسلام اور اکابرین کے ارشادات سے استفادہ کیا ہے اور اس میں جو حق اور صواب ہے یا جو بھی حسن و کمال ہے۔ وہ محض اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے فضل و کرم سے ہے۔ میرا اپنا اس میں کچھ دخل نہیں۔

البتہ ہاں اس میں جو کمی یا خامی رہ گئی ہے یا اس میں جو اغلاط ہوں گی بے شک وہ تنہا خالص میرا ہی کارنامہ ہے۔ اس میں کسی اور کا کوئی حصہ نہیں۔

وصلّی اللہ تعالٰی علٰی سیّدنا و مولانا محمدٍ وّ علٰی اٰلہٖ واصحابہٖ

اجمعین برحمتک یاارحم الرّٰحمین

راقم الحروف

محمد سراج رضوی

سنی حنفی قادری

من کیستم که چشم گشایم بروئے تو
این بس که می کنم بزبان گفتگوئے تو
اے آرزوئے جاں نظرے کن بحال من
کاں پیشتر که جاں دہم از آرزوئے تو

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

میری اوقات ہی کیا ہے جو آپ ﷺ کے سامنے آنکھ کھولوں (اور آپ کا دیدار کروں) میرے لئے تو یہی بہت بڑی سعادت ہے کہ میں زبان سے [illegible] کروں۔

کیم من بے دلے بے اعتبارے
غریبے بے نصیبے خاکسارے

شفیع آوردہ ام پیش تو اینک
رخ زردے و چشم اشکبارے

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

میں کیا ہوں؟ ایک بے دل، غیر موقر، پردیسی، بدنصیب، حقیر شخص، آپ ﷺ کے حضور میں اپنا یہ زرد چہرہ اور روتی آنکھ بطور سفارش لایا ہوں (انہیں کی و [illegible] مری حالت زار پر کرم فرمادیجئے)۔

بوقتِ نزع در مانم رود از تن بروں جانم
نگہ داری تو ایمانم ز شیطان یارسول اللہ ﷺ

چو بازوئے شفاعت را کشائی بر گنہ گاراں
مکن محروم جامی را در آں یارسول اللہ ﷺ

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

یارسول اللہ ﷺ! وقت آخر جب میری جان تن سے نکلنے لگے تو آپ ہی میرے ایمان کو شیطان سے محفوظ رکھئے گا اور جب آپ گناہگاروں پر دست شفاعت کھولیں تو اے اللہ کے رسول ﷺ جامی کو اس وقت محروم نہ فرمائیے گا۔

الصوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عوام اہلسنت کے نام ایک ضروری پیغام

آج ہم بڑے پُرفتن دور سے گزر رہے ہیں اسلام اور مسلمانوں کے دشمن انہیں ختم کرنے کرنے کیلئے متحد ہو چکے ہیں اپنے ڈالرز اور ریالوں کی بارش دشمنانِ اسلام اور باغیانانِ دین انہی پر برسا رہے ہیں جو اسلام کا نام لیکر شعائر اسلام کو مسخ کرنے میں مصروف ہیں آج اسی توحید کی تبلیغ کی جارہی ہے کہ جس توحید کے اظہار نے ابلیس کو موحد کی مسند نہیں بلکہ ملحد ہونے کی سند دی حضرات اہل اللہ بالخصوص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں زبان کی گستاخیوں کو آج بڑی عیاری و مکاری کے ساتھ نہ صرف توحید کا تقاضہ بلکہ عین توحید قرار دیا جارہا ہے مسلمانوں کے قلبی تعلق کو حضرات اہل اللہ خاص کر آقائے کائنات حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے توڑنے اور ان کو اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے بے گانہ کرنے کیلئے تمام وسائل وتوانائیاں صرف کی جارہی ہیں اور لوگوں کو قرآن وحدیث، تدریس تبلیغ اور جہاد کی آڑ میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت حرمت پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار کیا جارہا ہے لیکن مسلمان ہے کہ خواب غفلت سے بیدار ہی نہیں ہوتا۔

روح میں سوز نہیں قلب میں احساس نہیں
کچھ بھی مقامِ محمد کا تمھیں پاس نہیں

(ڈاکٹر اقبال سے معذرت)

یاد رکھو!

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤگے اے مسلمانو!
تمھاری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

خدارا......!!! مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ اور عقائد و معمولات اہلسنت کی بقا و ترویج کے لئے عوام اہلسنت بالخصوص صاحب ثروت احباب سے دل سوز اپیل ہے کہ آپ کوئی بھی محفل منعقد

کریں خواہ وہ محفل میلاد ہو یا گیارہویں شریف، شادی کی محفل ہو یا کسی وصال یافتہ عزیز و رشتے دار کے ایصال ثواب کی محفل، منّت و نذر ہو یا نیاز کا معاملہ غرض یہ کہ کوئی بھی محفل ہو اس میں طعام و شیرینی پر مال خرچ کرنے کے بجائے ایصال ثواب کی نیت سے علمائے اہلسنت کی نادر و نایاب کتب و لٹریچر چھپوا کر یا خرید کر لوگوں میں تقسیم کریں تا کہ بدمذہبیت کی خاردار وادی اور گمراہی کی پُر ہول ظلمت میں داخل ہونے سے نہ صرف عصرِ حاضر کے مسلمانوں کو بچایا جاسکے بلکہ آئندہ آنے والی نسلوں کو بھی بچایا جاسکے اگر ہم نے اپنے اس فریضہ کو ذمہ داری کے ساتھ ادا نہ کیا تو ہماری نسلوں کو گمراہی و بے ادبی کے عمیق و اندھے کنویں میں گرنے سے کوئی نہیں روک سکتا لہذا آیئے علمائے اہلسنت کی کتابوں اور لٹریچر کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے اور اسلام و عقیدے کے خلاف بد مذہبیت کی طرف سے برپا کی جانے والی اس جنگ میں ادارہ تحقیقات اہلسنت کا ساتھ دیجئے تا کہ بدمذہبیت کو شکستِ فاش دی جاسکے۔

ادارۂ تحقیقات اہلسنت

مزار شریف منگھوپیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

فون: 6945355

اہلسنّت کیلئے لمحہ فکریہ

عظمت نبوّت پر حملہ کرنا وہ جرم عظیم ہے کہ یہ خرمن اعمال اور چمن ایمان کو خاک سیاہ بنا کے رکھ دیتا ہے انسان کی زمانے بھر کی فضیلتوں اور لاکھوں برس کی نیکیوں کو آنِ واحد میں حرفِ غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیتا ہے ابلیس کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ جب اس نے حُرمتِ رسالت پر حملہ کیا تو آنِ واحد سے بھی کم مدّت میں آسمانِ عزت کی بلندیوں سے غارِ ذلّت کی پستیوں میں پھینک دیا گیا جس جرم نے ابلیس کا سب کچھ برباد کر کے رکھ دیا بعض خود سر مولوی توحید کا نام دے کر اُسی جرم کو عام کررہے ہیں ابلیس اور اس کے کارندے اپنے تمام وسائل محض اسی ایک نکتے کی تبلیغ میں جھونک رہے ہیں کہ **"نبی، ولی"** کچھ بھی نہیں بس ہر معاملے میں صرف ...... اللہ ہی اللہ!

عزیزانِ اہلسنّت خدارا!!! اپنی ذمہ داریوں کا احساس کیجئے اور انھیں پورا کرنے کیلئے میدان عمل میں اتر جایئے اور بدمذہبیت کی اس پرہُول ظلمت کو حضور رسالت مآب ﷺ کی محبت اور آپ کے ادب کے نور سے کافور کردیجئے لہٰذا آپ اپنے اجتماعات اور ایصال ثواب کی محافل میں اپنی رقم کو طعام وشیرینی کے بجائے عقائد اہلسنّت بالخصوص حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت وشان پر مبنی کتب ورسائل کی خریداری وتقسیم پر خرچ کریں تاکہ عشق رسول کی شمع کو گستاخیوں اور بداعتقادیوں کی چلنے والی ان آندھیوں میں بجھنے سے بچایا جاسکے۔

آیئے! مسلک اہلسنّت کا لٹریچر عام کرنے اور بدعقیدگی کے خلاف اس جنگ میں ادارۂ تحقیقات اہلسنّت کا ساتھ دیجئے یاد رکھیئے! اگر ہم خواب غفلت سے بیدار نہ ہوئے اور عشق رسول کی شمع ماند پڑ گئی تو ہماری آنے والی نسلوں کو گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکنے سے کوئی نہیں بچاسکتا۔

ادارۂ تحقیقاتِ اہلسنّت

مزار شریف حضرت منگھو پیر رحمتہ اللہ علیہ کراچی